

خاک ہوئے سب خواب

از قلم آیت نور

مکمل ناول

... لیش لفظ

یہ کہانی ہے ایک ایسے علاقے کی... جہاں آج بھی بہت سی پرانی اور فرسودہ رسوم رائج ہیں... انہی رسوم میں سے... ایک ہے ونی کی رسم

یہ کہانی ہے ایک ایسی لڑکی کی... جو ان فضول روایات کے سخت خلاف ہے... اور تہیہ کرتی ہے کہ ختم کر کے رہے گی... ان فرسودہ روایات کو اپنے گاؤں سے

یہ کہانی ہے ایک کانچ سی گڑیا کی... جو ان روایات کو ختم کرنے کا خواب تو دیکھتی ہے... لیکن اس خواب کے پائے تکمیل تک پہنچنے سے پہلے ہی خود ان روایات کی بھینٹ چڑھ کر ریزہ ریزہ ہو جاتی ہے... اس کے سب خواب ٹوٹ کر... چکنا چور ہو کر بکھر جاتے ہیں

.... قسط 1

یہ شاہ پور نام کا ایک گاؤں ہے... جس میں رہنے والے لوگ تو اس نام کی مناسبت سے شاہ ہی ہیں... جہاں پیسے کی ریل پیل ہے... لیکن ان کے دل اور ذہن بہت تنگ ہیں... جہاں آج بھی بہت سی پرانی روایات کو جی جان سے قبول کیا جاتا ہے...

ایک کھلے سے میدان میں برگد کے بڑے سے درخت کے نیچے اس وقت پنچائت بلای گئی تھی... عصر کے بعد کا وقت تھا... ہوا بھی ساکن تھی جیسے وہ بھی دم سادھے اس انتظار میں ہو کہ کیا فیصلہ سنایا جائے گا آج

سب منتظر نگاہوں سے سامنے بیٹھے پنچائت کے سربراہ چوہدری حیات... اور پھر... بالآخر فیصلے کی گھڑی آپہنچی تھی بخش کی طرف دیکھ رہے تھے... جو جانے کس شش و پنج میں مبتلا تھے... چند لمحے یوں ہی خاموشی سے سرک گئے... پھر انہوں نے سراٹھا کر دائیں جانب نگاہ دوڑائی... جہاں میر عبدالرحمان سر جھکائے پریشان صورت لیے بیٹھے تھے... ان کے نزدیک ہی ان کے تینوں بیٹے موجود تھے جن کی حالت باپ سے کچھ زیادہ مختلف نہ تھی... چوہدری حیات بخش نے گردن گھمائی اور اپنے بائیں جانب موجود افراد کے چہروں پر نگاہ ٹکائی... جہاں میر بخت اور گردن اکڑائے بڑے کروفر سے براجمان تھے... آنکھوں میں نفرت اور غصہ لیے میر عبدالرحمان کو گھورتے ہوئے... ان سے کچھ فاصلے پر ان کے تین بیٹے بیٹھے تھے... فیصلے کے منتظر... ان کے علاوہ وہاں کچھ اور افراد بھی موجود تھے... چوہدری حیات بخش نے گلا کھنکرایا ایک اشارہ تھا سب کو اپنی جانب متوجہ کرنے کا... ایک پل کو سب... کے دل سکڑ کر پھیلے تھے... نہ جانے کیا فیصلہ ہو آج

چونکہ میر عبدالرحمان کے بیٹے ہاشم عبدالرحمان نے میر بخت اور کے بیٹے انس کا قتل کیا ہے... لہذا اس قتل کے "بدلے میر عبدالرحمان کی بیٹی شائستہ عبدالرحمان ونی کے طور پر آج اور ابھی میر بخت اور کے بیٹے یوسف بخت اور کے ".... نکاح میں دی جائے گی

فیصلہ سنا دیا گیا تھا... کوئی قیامت سی تھی جو ٹوٹ پڑی تھی میر عبدالرحمان اور ان کے خاندان پر... میر عبدالرحمان کو لگا کسی نے ان کے کانوں میں پگھلا ہوا سیسہ انڈیل دیا ہے... کوئی ان کے جسم کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیتا شاید تب بھی اتنا درد نہ ہوتا... انہوں نے اذیت کی انتہا پر پہنچتے ہوئے آنکھیں سختی سے میچیں... دو آنسو پلکوں کی باڑ توڑ کر چہرے سے پھسلتے ہوئے سفید داڑھی میں جذب ہو کر اپنا وجود کھو بیٹھے تھے... ان کا جھکا سر مزید جھک گیا.... کندھے بھی ڈھلک گئے... وجود پر لرزش سی طاری ہو گئی... میر بخت اور اور ان کے بیٹوں نے مسکراتے ہوئے فاتحانہ اور تضحیک بھری نگاہوں سے ان کے جھکے سر کو دیکھا.... ہر طرف سناسا چھا گیا تھا کچھ پل کے لیے... جیسے ارد گرد کی ہر

چیز اس فیصلے پر ماتم کر رہی ہو... کوئی کچھ بول نہ سکا... اور پھر... کوئی جھٹکے سے اٹھ کھڑا ہوا... سب کی نگاہیں اس سرخ آنکھ میں نے پہلے بھی بتایا تھا کہ میں نے یہ قتل نہیں... طرف اٹھی تھیں... وہ ہاشم عبدالرحمان تھا ضبط سے سرخ ہوتے چہرے کے ساتھ وہ چلایا تھا... جس پر میر بخت آور نے طنزیہ اور ناگوار نظروں سے... کیا میر بخت آور کے... "آج تک جرم کرنے کے بعد کو نسا مجرم یہ مانا ہے کہ ہاں یہ جرم میں نے کیا ہے"... اسے گھورا لہجے میں تضحیک تھی... آنکھوں سے چنگاریاں پھوٹ رہی تھیں... ہاشم نے خونخوار نظروں سے میر بخت آور کی جانب دیکھا... بس نہیں چل رہا تھا ورنہ ابھی اسی وقت قتل کر دیتا انہیں... چوہدری حیات بخش نے ہاتھ اٹھا کر میر اس بات پر پہلے بھی بحث ہو چکی ہے ہاشم... "بخت آور کو خاموش رہنے کا اشارہ کیا... پھر ہاشم کی جانب متوجہ ہوئے... عبدالرحمان... سارے ثبوت، سارے گواہ آپ کے خلاف ہیں... ثابت ہو چکا ہے کہ قتل آپ نے ہی کیا ہے جھوٹے ہیں سب ثبوت... سب گواہ... وہ گواہ بھی ان کے خریدے گئے"... ٹھہرے ہوئے لہجے میں کہا گیا تھا ہاشم... "دشمنیوں کا بدلہ اس طرح نکالنا چاہتے ہیں یہ ہم سے پالتو کتے ہیں... یہ سب ان کی چال ہے... پرانی بار بار ایک ہی بات دہرانے کا"... بھڑک اٹھا تھا... چوہدری حیات بخش نے سخت نظروں سے اس کی طرف دیکھا کوئی فائدہ نہیں ہے ہاشم عبدالرحمان... آپ کو پہلے اپنی صفائی پیش کرنے، یہ ثابت کرنے کا موقع دیا گیا تھا کہ آپ بے گناہ ہیں... لیکن آپ ثابت نہیں کر سکے... اب گاؤں کے بزرگوں کی مشاورت سے فیصلہ ہو

یہ خان پور میں موجود میر حشمت خان کی حویلی کے بڑے کمرے کا منظر ہے... جس کا دروازہ کھولتے ہی نظر سامنے دیوار کے ساتھ مختلف کتابوں سے سجے تین بک شیلف پر پڑتی تھی... ان سے کچھ فاصلے پر اسٹڈی ٹیبل موجود تھی جس پر چند فائلز دھری تھیں... اور ایک ٹیبل لیمپ پڑا تھا... اسٹڈی ٹیبل کے دائیں طرف کمرے کے وسط میں آمنے سامنے دو صوفہ سیٹ رکھے گئے تھے... اور ان کے درمیان شیشے کا میز تھا... زمین پر سرخ نرم قالین بچھایا گیا تھا... دیواروں پر مختلف پینٹنگز سجی تھیں... اس کمرے کی طرز تعمیر اور اس میں موجود ہر چیز کو دیکھ کر لگتا تھا جیسے کسی محل کا حصہ ہو... اور اس کمرے کو دیکھ کر اس گھر کے مکینوں کی مالی حیثیت کا اندازہ لگانا قطعی مشکل نہ تھا

ایک صوفہ پر میر حشمت خان موجود تھے... گردن غرور سے تنی ہوئی تھی..... منہ میں سگار دبائے وہ یوں بیٹھے تھے گویا کسی سلطنت کے راجا ہوں... ان کے مقابل صوفہ پر ان کے خالہ زاد بھائی میر عبدالقیوم بیٹھے تھے... شش و پنج کی سی کیفیت میں... اور ان سے کچھ فاصلے پر ان کے دونوں بیٹے موجود تھے... میر عبدالصمد اور میر... عبدالرحمان... جن کی عمر بالترتیب 28 اور 26 سال ہوگی

میر حشمت خان مزید انتظار نہ کر سکے تھے تبھی پوچھنے لگے... میر ".... ہاں کہو عبدالقیوم... کیسے یاد آگئی ہماری حشمت لالہ... آج میں آپ سے ".... عبدالقیوم نے نظر اٹھا کر انہیں دیکھا... اپنی بات کہنے کے لیے ہمت مجتمع کی کچھ مانگنے آیا ہوں... اگر آپ کو اعتراض نہ ہو تو میں آپ کی بیٹی غزل کو اپنے گھر کی بہو بنانا چاہتا ہوں... اپنے بیٹے میر عبدالقیوم نے اپنی بات کہہ کر نظریں میر حشمت خان کے ".... عبدالہادی کے لیے اس کا ہاتھ مانگنے آیا ہوں چہرے پر ٹکادیں... میر حشمت خان کا چہرہ ایک پل کو سرخ ہوا تھا.... انہوں نے لب بھینچ کر بمشکل خود کو کچھ سخت اگر آپ لوگوں نے کھانا کھالیا ہے تو آپ لوگ جاسکتے ".... کہنے سے روکا... چند پل خاموشی سے گزر گئے میر حشمت نے بے نیازی سے کہتے ہوئے سگار سے لمبا سا کش لے کر دھواں ہوا میں خارج کیا... پھر سگار کو ".... ہیں بجا دیا... صوفے کی پشت سے ٹیک لگا کر آرام دہ انداز میں بیٹھ گئے... انداز ایسا تھا جیسے یہاں اس وقت ان کے سوا اور کوئی موجود ہی نہیں... توہین کے احساس سے میر عبدالقیوم کا چہرہ دھواں دھواں ہو گیا... چند لمحوں کے لیے تو وہ لالہ میں ".... کچھ بول ہی نہ سکے... لیکن وہ ہمت کیسے ہار سکتے تھے... کہ یہاں سوال ان کے بیٹے کی خوشی کس تھا... انہوں نے کچھ کہنا چاہا لیکن میر حشمت نے ہاتھ اٹھا کر انہیں خاموش کروادیا ".... آپ کو یقین دلاتا ہوں غزل ہم نے اب تک تمہارا لحاظ کیا صرف اس ".... میر حشمت خان کی آواز بلند ہونے لگی ".... بس عبدالقیوم... بس " وجہ سے کہ تم ہمارے خالہ زاد بھائی ہو... ورنہ یہاں تمہاری جگہ کوئی اور ہوتا تو اب تک ہم اسے جہنم واصل کر چکے ہوتے... آئندہ ہماری بیٹی کا نام بھی لینے کی غلطی مت کرنا... انسان کو اپنی اوقات دیکھ کر کسی کے سامنے سوال دراز کرنا چاہیئے... ہم اپنی بیٹی کا رشتہ اس گھر میں کریں گے جو ہم سے بھی اونچے گھرانے کے لوگ ہوں... تم جیسے ٹٹ میر حشمت کے لہجے میں حقارت تھی... میر عبدالقیوم کے چہرے کا رنگ بدلا ".... پو نیچے کو ہم کیسے اپنی بیٹی تمہادیں

تھان کی بات پر... اور ان کے دونوں بیٹے باپ کی دی گئی قسم کی وجہ سے ضبط کیے بیٹھے تھے... ورنہ اپنے باپ کی بے عزتی کون برداشت کرتا ہے... ٹھیک ہے وہ لوگ میر حشمت خان کے ہم پلہ نہ تھے... لیکن کمی تو ان کے گھر میں بھی نہ تھی... اچھا خاصا کھانا پیتا گھر انہیں تھا ان کا بھی... لیکن میر حشمت ٹھہرے ہر رشتے کو دولت اور پیسے کے ترازو میں تولنے والے... وہ لوگ جانتے تھے کہ میر حشمت کی طرف سے انکار ہی ملے گا سننے کو... لیکن اپنے چھوٹے اور لاڈلے بیٹے کی خوشی کی خاطر وہ میر حشمت کے گھر آگئے تھے... امید نہ تھی کہ میر حشمت اتنے بد لحاظ میر حشمت... ہم مانتے ہیں کہ دولت کے لحاظ سے ہم آپ کے برابر نہ سہی... لیکن خدا کا دیا"... ہو جائیں گے سب کچھ ہے ہمارے پاس... اور خوشیاں دولت یا پیسے سے مشروط نہیں ہوتیں... خوشی کے لیے محبت اور عزت میر عبد القیوم نے صبر و تحمل کا مظاہرہ کرتے "... ضروری ہوتی ہے... اور ہمارے ہاں یہ دونوں چیزیں موجود ہیں تم ہمیں یہ محبت اور عزت کی پٹیاں نہ ہی پڑھاؤ تو بہتر ہے... امید ہے تم لوگوں کو ہمارا جواب مل گیا "... ہوئے کہا تھا میر حشمت خان نے ٹھنڈے ٹھار لہجے "... ہوگا... اب خود تشریف لے جاؤ گے تم لوگ... یا کسی کو بلوانا پڑے گا میں کہا... انداز یوں تھا جیسے کہہ رہے ہوں کہ دفعہ ہو جاؤ... میر عبد القیوم کچھ کہنے ہی والے تھے جب ان کے بیٹے بس بابا... جتنی بے عزتی کروانی تھی ہم کروا چکے... اب مزید نہیں... ان "... میر عبد الصمد اٹھ کھڑے ہوئے جیسے مغرور اور دولت پرست لوگوں کو وقت ہی سبق سکھاتا ہے... ہم عزت سے رشتہ مانگنے آئے تھے... اپنی عزت نفس گنوانے نہیں... یہ دولت مند ہوں گے تو اپنے گھر ہوں گے... ہم ان سے لے کر نہیں کھاتے... جو یوں طعنہ عبد الصمد نے "... زنی کر رہے ہیں یہ ہم پر... اب ہم یہاں ایک پل نہیں رکھیں گے... چلیے... چلو عبد الرحمان دونوں کو مخاطب کیا... تو وہ بھی اٹھ کھڑے ہوئے... میر حشمت خان نے سر جھٹکا جیسے انہیں کوئی فرق نہ پڑا ہو ان سب باتوں سے... ان کے جاتے ہی دوبارہ سگارسلا لیا تھا... ان تینوں کے کمرے سے نکلتے ہی میر حشمت کے دونوں "... کیا ہوا بابا جان... عبد القیوم چچا بہت جلدی چلے گئے "... بیٹے میر بختاؤر اور میر دلاؤر کمرے میں داخل ہوئے ہونہ... لوگ اپنی اوقات بھول جاتے ہیں.. اور چلے آتے ہیں منہ اٹھا کر میر "... میر بختاؤر نے باپ سے پوچھا حشمت کے دربار میں... بھیک مانگنے... لیکن میر حشمت خان اچھی طرح جانتا ہے کہ لوگوں کو کیسے ان کی اوقات

ان کے لہجے میں اپنے پیسے، اپنے رتنے کا غرور بول رہا تھا... میر بختاور اور میر دلاور سوالیہ "...میں رکھا جاتا ہے
... نظروں سے ایک دوسرے کو دیکھ کر رہ گئے

□ □ □ □ □ □

یہ ہاسپٹل کے کاریڈور کا منظر ہے... جہاں ایک ادھیڑ عمر عورت بے چینی سے ادھر سے ادھر چکر لگا رہی تھی...
آنکھوں میں نمی لیے آس ویاس کے عالم میں بند روازے کو دیکھتے ہوئے... قریب ہی ایک کم عمر لڑکی اور ایک بوڑھا
مرد بیچ پر بیٹھے تھے... ان کے بھی ہر انداز سے اضطراب جھلک رہا تھا... تبھی ہاسپٹل کے ایک کمرے کا دروازہ کھلا...
اور وہاں سے سفید ڈاکٹر کے لباس میں کندھے پر اسٹیتھو سکوپ لٹکائے ایک آدمی باہر آیا... بیچ پر موجود بوڑھا
"...ڈاکٹر صاحب... کک... کیسی ہے ہماری بیٹی"... آدمی اور وہ ادھیڑ عمر عورت تیزی سے ڈاکٹر کی جانب لپکے
آئم سوری... ہم انہیں نہیں بچا سکتے... ان کی زندگی کے زیادہ سے زیادہ بھی"... کانپتی آواز میں ڈاکٹر سے پوچھا تھا
صرف پانچ منٹ باقی ہیں... اور وہ آپ سب کو ایک نظر دیکھنا چاہتی ہیں... ان پانچ منٹوں میں... آپ سے کچھ کہنا
ڈاکٹر نے مایوسی اور ہمدردی کے ملے جلے تاثرات سے کہا اور آگے بڑھ گیا... "...چاہتی ہیں... آپ اندر جاسکتے ہیں
جبکہ ان کے قدموں تلے سے زمین سرک چکی تھی... بے جان ہوتے قدموں سے وہ تینوں اندر داخل ہوئے...
سامنے بیڈ پر لیٹے کمزور لاغر سے وجود کو دیکھ کر کلیجہ حلق میں آنے لگتا تھا... ایک طرف سے چہرہ جلا ہوا تھا... جس
وہ بوڑھی "...آمنہ... میری بچی"... سے تکلیف واضح تھی... جسم بھی جل چکا تھا جس پر چادر ڈال رکھی تھی
عورت تڑپ کر اس کے قریب آئی... آمنہ جس نے آنکھیں موند رکھی تھیں، نے درد کی شدت کو برداشت کرتے
ہوئے آنکھیں کھولیں... نظریں سامنے موجود اپنے پیاروں کے چہروں پر پڑیں... آنسو ٹوٹ ٹوٹ کر گرنے لگے...
ابا... " ... وہاں موجود چاروں وجود اس وقت رو رہے تھے... تڑپ رہے تھے... لیکن کوئی مداوا کرنے والا نہ تھا
دیکھیں میرا حال... آپ کی عزت کی خاطر... آپ کی تربیت کو مد نظر رکھتے ہوئے میں نے یاسر کو چھوڑ دیا... آپ
نے جہاں کہا وہاں شادی کر لی... لیکن اس انسان نے کیا کیا میرے ساتھ جسے آپ نے پسند کیا تھا میرے لیے... جلا
آمنہ... مم... مجھے"... آمنہ سسکتے ہوئے شکوہ کر گئی تھی... اس کے بابا اس کی بات پر رونے لگے "...ڈالا مجھے

معاف کر دو... تمہاری اس حالت کا ذمہ دار صرف میں ہوں... مجھے تمہاری بات ماننی چاہئے تھی... تمہاری پسند، تمہاری محبت دیکھنی چاہیے تھی... لیکن میں نے غلطی کی... ہم دنیا والے جانے کیوں محبت کو غلط سمجھتے ہیں... خاص کر لڑکی کی محبت کو... اور انہیں بھیڑ بکریوں کی طرح کسی سے بھی باندھ دیتے ہیں... کاش میں نے تمہاری شادی تمہاری مرضی کے مطابق یا سر سے کر دی ہوتی... تو آج تمہارے ساتھ یہ سب نہ ہوتا... میری بیٹی صحیح وہ رہے تھے... گزرے وقت کو "... سلامت میرے پاس موجود تو ہوتی... کاش وہ وقت لوٹ آئے... کاش باب... روئیں مت... مم... میں نے معاف کیا... سب کو... جس جس نے " ... دوبارہ پانے کے لیے وہ رندھی ہوئی آواز میں کہہ رہی تھی... اس کا سانس " ... جو جو زیادتی کی میرے ساتھ... سب کو... معاف کر دیا اماں... یا... یا سر کو... " ... اس کی ماں اسے بلارہی تھی " ... آمنہ... کیا ہوا... کچھ بول آمنہ " ... اکھڑنے لگا اکھڑتے سانس کے درمیان اس نے بمشکل کہا تھا... تبھی کوئی تیزی سے بھاگتے ہوئے " ... باب... بلا دیں دروازے میں آن رکا... سانس اتھل پھٹل تھے... شیو بڑھی ہوئی... چہرے پر ویرانی لیے... ان سب نے مڑ کر اماں کے لبوں سے بے ساختہ برآمد ہوا... لیکن وہ لڑکا ان کی طرف متوجہ ہی کب تھا... اس کی " ... یا سر " ... دیکھا نظریں تو بیڈ پر پڑے بے حال وجود پر تھیں... لڑکھڑاتے قدموں سے وہ بیڈ کی جانب آیا تھا... آنکھیں بھیگی تھیں جنہیں اس نے آستین سے سختی سے رگڑ کر صاف کیا کہ وہ اس کی بصارت کو دھندلا رہی تھیں... آمنہ اسے دیکھ چکی تھی... بے جان ہوتے ہاتھوں کو اٹھا کر اس کے سامنے جوڑ دیا تھا... کہ یہی وہ شخص تھا جسے اس نے تکلیف پہنچائی تھی... جس کے ساتھ کیے ہوئے وعدوں کو نہیں نبھایا تھا... جس کی محبت کو وہ ہار گئی تھی اپنے والدین کی محبت کے سامنے... اور وہ... وہ لڑکا تو آج بھی اس کے کیے گئے وعدوں کے سہارے جی رہا تھا... جس نے سچی محبت کی تمہیں معافی مانگنے کی کوئی ضرورت " ... تھی اس سے... یا سر نے نفی میں سر ہلاتے اس کے جڑے ہاتھ الگ کیے نہیں ہے آمنہ... بس ہماری قسمت میں ایک ہونا لکھا ہی نہیں تھا... مجھے تمہاری محبت پر کوئی شک نہیں... نہ ہی تم سے کوئی شکوہ ہے... تم نے ایک بیٹی ہونے کا فرض نبھایا ہے... اور ماں باپ کی محبت اور عزت کے سامنے میری محبت تو کچھ بھی نہ تھی... میں تمہیں پا نہیں سکا... لیکن تمہاری محبت میرے دل سے کبھی کم نہ ہوئی... دیکھو...

آج بھی تمہاری محبت کے سہارے جی رہا ہوں.. ورنہ کب کا مرچکا ہوتا میں... معلوم ہے... تمہاری محبت بھی اتنی اس کے سینے میں درد اٹھ رہا تھا... شدید درد... لیکن وہ ضبط کرتے ہوئے بول رہا ".... ہی سچی تھی جتنی میری محبت تھا... آمنہ نے دکھ سے آنکھیں بند کیں... دھڑکن مدھم ہوتی جا رہی تھی... ادھر یا سر کا سانس اکھڑنے لگا... آمنہ کا ہاتھ یا سر کے ہاتھ میں تھا... وہ کچھ کہنا چاہ رہا تھا لیکن... کہنے کی مہلت ہی نہ ملی... سینے پر ایک ہاتھ رکھے وہ ایک طرف ڈھے سا گیا... آنکھیں موند لیں... اس کے ہاتھ میں موجود آمنہ کا ہاتھ بھی بے جان ہو چکا تھا... دونوں کے چہروں پر ہلکی سی مسکراہٹ تھی... کہ زندگی میں تو دونوں مل نہیں سکے تھے... لیکن ان کی خوش قسمتی یہ تھی کہ موت کے وقت دونوں ایک دوسرے کے ساتھ تھے... باقی جو تین زندہ وجود تھے وہ لبوں پہ ہاتھ رکھے، سسکیاں... رو کے یہ منظر دیکھ رہے تھے... آنکھیں بھیگ رہی تھیں محبت کے اس اختتام پر

تبھی ایک دم لائنس آف کردی گئیں... پورے ہال میں سکوت چھایا ہوا تھا... خاموشی... گہری خاموشی... کہ اگر سوئی بھی گرتی تو اس کی بھی آواز آتی... کچھ لوگوں کی ہلکی ہلکی سسکیاں سنائی دے رہی تھیں... سبھی دم سادھے ان احساسات کو محسوس کر رہے تھے جو سامنے کھڑے کرداروں نے پیش کیے تھے.... ہال کے ایک کونے میں سے تالی کی آواز سنائی دی... اور دیکھتے ہی دیکھتے پورا ہال تالیوں کی آواز سے گونج اٹھا... سب لوگ اپنی نشستوں سے اٹھ کھڑے ہوئے تھے اور جوش و جذبے سے ان کرداروں کو سراہ رہے تھے... شادی مرگ کی دی کیفیت تھی سب کی... کہ آنکھوں میں نمی لیے ہونٹوں پر مسکراہٹ سجائے سب تالیاں بجا رہے تھے... پھر اسٹیج پر دوبارہ لائٹ آن ہوئی... اور وہاں ایک شخص نمودار ہوا... پروفیسر رشید جو اس تقریب کے میزبان تھے.... انہوں نے سب کو ہاتھ ویکلم بیک ٹو" کے اشارے سے بیٹھ جانے کو کہا... اگلے ہی پل تمام لوگ اپنی اپنی کرسیاں سنبھال چکے تھے ابھی آپ کے سامنے ایک دکھی سا ڈرامہ پیش کیا گیا... جس کا ".... پروفیسر رشید نے خوش دلی سے کہا ".... آل مقصد صرف یہ بتانا تھا کہ بیٹیاں بھی انسان ہوتی ہیں... انہیں بوجھ مت سمجھیے... ان کی خواہش، ان کی مرضی کا احترام کیجیے... کیونکہ بعض اوقات بیٹیاں آپ کی مرضی، آپ کی خواہش کو مقدم رکھتے ہوئے اندر ہی اندر گھٹ

گھٹ کر مر جاتی ہیں... اور جب تک آپ کو خبر ہوتی ہے وقت گزر چکا ہوتا ہے... آپ کی پر جوش کلیپنگ سے اندازہ... ہو تو چکا ہے کہ آپ کو یہ ڈرامہ بہت زیادہ پسند آیا ہے

"Pearls"... تو آئیے آپ کو ملاتے ہیں ان کرداروں سے جنہوں نے یہ سب پیش کیا... تشریف لائیے... ایک بار پھر ہال تالیوں سے گونج اٹھا تھا... چند لمحوں بعد اسٹیج پر 6 لوگوں کا ایک گروپ اکھڑا ہوا " ... گروپ وہ سب " ... جی تو یہ ہے پرلز گروپ... نام ہیں... پریشے... امتیاز... ارمان... رمیز... لاریب... اور شانہ ایک ترتیب سے کھڑے تھے... اور پروفیسر نے بھی ترتیب سے ہی ان کے نام لیے... اور سب کے نام کے پہلے... حرف ملا کر بنتا تھا ان کے گروپ کا نام... پرلز

سو... گائز... پرلز گروپ ہر بار کی طرح اس بار بھی یہ مقابلہ جیت چکا ہے... بھرپور کامیابی سے... بہت بہت " پروفیسر کی بات پر ان سب کے چہرے خوشی سے چمکنے لگے تھے... اپنا ریکارڈ اس بار بھی " ... مبارک ہو آپ سب کو پرلز میں سے کوئی کچھ کہنا چاہے گا ہمارے مہمانوں " ... برقرار رکھا تھا انہوں نے... پرلز گروپ کو ایوارڈ سے نوازا گیا پروفیسر رشید نے ان سے پوچھا تو ارمان آگے بڑھا اور مانک تھام لیا... گلا کھنکرا... ایک نظر سامنے " غنغنا... سے سب سے پہلے تو میں یہ کہنا چاہوں گا کہ بہت شکریہ ہماری حوصلہ افزائی کرنے " ... لوگوں سے بھرے ہال پر ڈالی کا... دوسری بات یہ کہ سر ہماری اس جیت میں اصل جیت ہمارے اساتذہ کی ہے... ہمارے ٹیچرز نے ہی ہم میں اعتماد پیدا کیا اور اس اعتماد کی بدولت آج ہم یہاں موجود ہیں... ایک بات آپ سے شنیر کرنا چاہوں گا... اسکول کے زمانے میں میں بہت ڈرتا تھا... اسٹیج پر آنے سے... ایک عجیب سی جھجک تھی... کہ اگر کوئی غلطی ہوگی تو سب مجھ پر ہنسیں گے، میرا مذاق اڑائیں گے... اس زمانے میں ہمارے ایک سر ہوا کرتے تھے... سر محسن... انہوں نے جب مجھے دیکھا کہ مجھ میں خود اعتمادی ذرا بھی نہیں تب انہوں نے مجھ میں کانفیڈنس پیدا کیا... وہ زبردستی مجھے سب کے سامنے اسٹیج پر لاتے... مجھ سے اسٹیج پر بات کرتے... اور یوں آہستہ آہستہ میرا ڈر ختم ہوتا گیا... میں بلا جھجک اسٹیج پر آنے لگا... کہنے کا مقصد صرف یہ ہے کہ ہمارے اساتذہ ہی ہیں جنہوں نے ہمیں یہاں اس جگہ آنے کے قابل بنایا... آج بھی مجھے سر محسن یاد آتے ہیں تو ان کے لیے میرے دل میں عزت پیدا ہوتی ہے... انشاء اللہ ہم اپنے

اپنی بات مکمل "... اساتذہ اور والدین کی امیدوں پر پورا اتریں گے ... اور اپنے وطن کا نام روشن کریں گے ... شکریہ کر کے وہ پیچھے ہٹ گیا ... اور تالیوں کی آواز میں یہ گروپ اسٹیج سے نیچے آ گیا

□ □ □ □ □ □

وہ اس وقت مٹی کے بنے چولہے میں پھونکیں مار مار کر آگ جلانے کی کوشش کر رہی تھی ... دھوئیں سے آنکھیں باہر ابلنے کو تھیں ... وہ بار بار کھانس رہی تھی ... آنکھوں سے پانی بہہ رہا تھا لیکن اسے ہر حال میں اسی چولہے پر چائے بنانے کا حکم دیا گیا تھا ... یہاں گیس کی سہولت موجود تھی ... لیکن صرف اسے سزا دینے کے لیے مٹی کے چولہے میں ایلے اور لکڑیاں جلا کر چائے بنانے کو کہا گیا تھا ... دو دن ہو گئے تھے اسے اس حویلی میں آئے ہوئے ... اور ان دو دنوں میں شائے کو بہت اچھی طرح اندازہ ہو گیا تھا کہ اس نے جیسا سوچا تھا اس سے کہیں زیادہ مشکل زندگی اس کی منتظر تھی ... ان دو دنوں میں ہی وہ اس حویلی کے مکینوں کی سفاکیت جان چکی تھی ... وہ لڑکی جس نے حویلی میں کبھی ایک گلاس اٹھا کر خود پانی تک نہ پیا تھا ... یہاں دو ہی دن میں آگ جلانا بھی سیکھ گئی تھی اور کھانا بنانا بھی ... وہاں تو سب کی محبتیں میسر تھیں ... ماں جی ہر ماں کی طرح حطہ بھی کبھی اسے ٹوک دیتیں اور کہتیں کہ لڑکی کچھ سیکھ لو ... اگلے گھر جا کر کیا کروگی ... تو وہ سنی ان سنی کر دیتی ... بات مذاق میں ٹال دیتی ... پھر بھابھی بھی اس کی ہی سائیڈ لیتیں ... ساری زندگی کام کرنے کو پڑی ہے ... ابھی اسے عیش کرنے دیں ... اور پھر فکر کیسی ... بیاہ کر بھی تو اس نے اسی گھر میں رہنا ہے نا ... یہ کہتے ہوئے بھابھی پیار سے اس کا گال چھوتیں تو وہ بھابھی یو آر گریٹ کا نعرہ لگاتی ان کے گلے لگ جاتی ... لیکن یہاں ... جب ظلم کر کے، ہاتھ اٹھا کر ہر کام سیکھا یا جانا تھا تو پھر دو دن میں سب سیکھ لینا کچھ عجیب بھی نہ تھا ... حویلی میں نوکروں کی فوج تھی لیکن اب ہر کام اس کے ذمے ڈال دیا گیا تھا ... وہ سارا دن گھن چکر بنی رہتی ... اور پھر بھی کل ذرا سی بات پر میر بخت آور نے اس کے چہرے پر تھپڑ رسید کر دیا تھا ... وہ لڑکی جسے کبھی اس کے ماں باپ اور بھائیوں نے پھولوں کی چھڑی سے بھی نہ چھوا تھا یہاں یوں مار کھا کر پھوٹ پھوٹ کر رو دی تھی ... ہونٹ کا کنارہ پرانی یادوں میں کھوکھو کر وہ اپنا ہاتھ جلا بیٹھی "... آہ ... " پھٹ گیا تھا ... اس کے بعد وہ احتیاط سے ہر کام کرنے لگی پورا ... تھی ... لبوں سے سسکی برآمد ہوئی تھی .. اور آنکھوں سے آنسو بہنے لگے ... کیسی قسمت پائی تھی اس نے

"... گھنٹہ ہو چکا ہے... تم سے چائے بنا کر لانے کو کہا تھا... اتنی کاہل اور نکمی ہو تم... ابھی تک چائے نہیں بنی اور محترمہ... کس مراقبہ میں گم..." سیف بختاور چلاتا ہوا اس تک آیا تھا... شائے نے جلدی سے آنسو صاف کیے ج... " ... جواب نہ پا کر سیف دھاڑا تھا " ... ہیں... میں پوچھ رہا ہوں آج کی تاریخ میں چائے بن جائے گی یا نہیں وہ بمشکل بولی تھی... شکر کہ آگ جل گئی تھی... اس نے جلدی جلدی چائے بنائی... " ... جی... ابھی لاتی ہوں تب تک وہ وہیں کھڑا اسے گھورتا رہا جیسے نظروں ہی نظروں میں لگنے کا ارادہ ہو... شائے نے چائے کپ میں ڈالی اور ٹرے میں کپ سجا کر اس کے سامنے پیش کی... سیف نے گہری نظروں سے اس کے سرخ ہوتے چہرے اور بھگی پلکوں کو دیکھا... پہننے کو اسے ان کی بہنوں کی اترن دی گئی تھی... لیکن ان استعمال شدہ کپڑوں میں بھی وہ خاصی دلکش لگ رہی تھی... سیف نے کپ اٹھایا... اور ایک بھی گھونٹ بھرے بنا ساری چائے سائیڈ پر گرا دی... کپ واپس نحوٹ بھرے انداز میں کہا شائے کا دل بھر آیا... اسے چائے پینی نہیں تھی... " ... لے جاؤ... ٹرے میں رکھا " .. رکو... مقصد بس شائے کو تکلیف سے گزارنا تھا... وہ ٹرے لیے مڑی... کچھ ہی دور گئی تھی جب اس نے پکارا شائے رک گئی تھی لیکن مڑی نہیں... اذیت سے آنکھیں موندیں... اب نہ جانے کیا خطا ہو گئی تھی... سیف قدم قدم چلتا اس کے مقابل آکھڑا ہوا... غور سے اس کا چہرہ دیکھا... شائے نظریں چرا کر ادھر ادھر دیکھنے لگی... نہ جانے... کیوں اسے سیف کی نظروں سے الجھن ہوتی تھی... گھن آتی تھی... اس کی نظروں سے... اس کی حرکتوں سے سنا ہے تمہارا باپ مر گیا کل... پیچ پیچ پیچ... بہت افسوس ہوا... تمہیں بھی دکھ تو بہت ہوا ہو گا... ہے نا... بہت" شائے نے اس کی بات پر تڑپ کر سر اٹھایا... پل میں آنکھیں جل تھل ہوئی تھیں... " ... پیار کرتا تھا نا وہ تمہیں لیکن اسے اپنے باپ اور بھائیوں کا نام تک لینے کی اجازت نہ تھی اس حویلی میں... دل خون کے آنسو رو رہا تھا... تم ہو بھی تو اتنی خوبصورت... کہ جو بھی دیکھے... پیار کر بیٹھے تم... سیف تمسخرانہ نظروں سے اسے دیکھے گیا اس نے گھٹیا لہجے میں کہتے ہوئے آنکھ دبائی... شائے ضبط کیے سختی سے لب " ... سے... وہ تو پھر تمہارا باپ تھا بھینچے وہیں کھڑی رہی... بس نہیں چل رہا تھا ورنہ اس کا منہ نوچ لیتی... وہ اسے اکسا ہی تو رہا تھا کہ وہ کچھ بولے، کوئی سالے ہم سے پنگا لینے چلے تھے... جانتے " ... جواب دے اور پھر اسے اذیت پہنچانے کو پھر کوئی سزا سنائی جائے

کہتے ہوئے اس نے دو تین گالیوں سے نوازا تھا انہیں ... اور شائے کی برداشت کی حد بس یہیں " ... نہیں ہماری پاور کو
 خبردار ... میرے بابا اور بھائیوں کے خلاف مزید " ... تک تھی ... وہ اس پر جھپٹی تھی اور اس کا گریبان تھام لیا
 اس کی آنکھوں سے چنگاریاں سی پھوٹ رہی تھیں ... " ایک لفظ بھی منہ سے نکالا تو میں تمہاری جان لے لوں گی
 وہ " .. ہونہہ .. وئی میں آئی لڑکی میں اتنی اکڑ " ... سیف حیران ہوا تھا اس کی ہمت پر ... جھٹکے سے اپنا کالر چھڑوایا
 تمسخر سے ہنسا ... اس کی دونوں کلائیوں کو اپنی مضبوط گرفت میں جکڑا یوں کہ شائے کو لگا اس کی انگلیاں شائے کے
 قہقہہ لگا کر ہنسا تھا وہ ... پھر ایک دم " ... تم ... میری جان لوگی ... میری ... ہا ہا " .. گوشت میں اتر رہی ہیں
 سنجیدہ ہوتے ہوئے پھر کرا ایک ہاتھ میں اس کی دونوں کلائیوں کو تھام کر دوسرے ہاتھ سے سختی سے اس کی تھوڑی
 میں میر سیف بخت آور آج تمہارے سامنے قسم کھاتا ہوں کہ اس حویلی میں تمہاری زندگی جہنم سے بھی " ... پکڑی
 بدتر بنا دوں گا ... پل پل تڑپو گی تم ... موت کی بھیک مانگو گی ہم سے ... لیکن تمہیں موت بھی نصیب نہ ہوگی ...
 اس حویلی کے در و دیوار لرز اٹھیں گے تمہاری حالت دیکھ کر ... لیکن تم پر کوئی رعایت نہ برتی جائے گی ... وہاں تڑپیں
 گے تمہارے خاندان والے ... ترس جائیں گے تمہاری ایک جھلک دیکھنے کو ... اور ان کی یہ تڑپ یہ تکلیف سکون دے
 گی مجھے ... یہ وعدہ ہے میرا تم سے ... اور ہم میرا اپنے وعدوں کے کتنے پابند ہوتے ہیں یہ تم سے بہتر کون جان سکتا ہے
 تنفر سے کہتے ہوئے اس نے شائے کو دھکا دیا ... اور لمبے لمبے ڈگ بھرتا وہاں سے چلا گیا ... وہ " ... شائے عبدالرحمان
 لڑکھڑاتی ہوئی زمین پر گر گئی ... کہنی چھل گئی ... منہ سے آہیں نکلی تھیں ... اور بصارت دھندلاتی چلی گئی ... اب وہ
 تھی اور اس کے آنسو ... کوئی غمگسار نہ تھا ... کوئی ہمدرد نہ تھا ... شکوہ کس سے کرتی اپنی بد نصیبی کا

... تم جو کہتے ہو کہ دیکھ لی ساری دنیا

!!! ... کیا دیکھا ہے کبھی تم نے مجھے روتے ہوئے

ارمان اور شائے کینٹین میں بیٹھے تھے ... شائے اس وقت لائٹ پنک کلر کی شلوار قمیض پہنے شانوں پر دوپٹہ پھیلائے
 گھونٹ گھونٹ کولڈ ڈرنک پی رہی تھی ... لمبے سیاہ بال پشت پر بکھرے تھے ... چہرہ کسی بھی قسم کے میک اپ سے

پاک تھا... سادہ، معصوم اور خوبصورت... جبکہ ارمان بلیک پینٹ کے ساتھ بلیک شرٹ پہنے ماتھے پر بال بکھرائے... نکھر نکھر اساتھا... سامنے ٹیبل پر برگر، کوک، سمو سے چاٹ اور نہ جانے کیا کچھ رکھا تھا... تین دن پہلے انہیں جو ایوارڈ ملا تھا آج اسی کی خوشی میں ارمان سب کو ٹریٹ دے رہا تھا... وہ دونوں اس وقت وہاں بیٹھے اپنے سو... مس شائے عبدالرحمان... کیسا لگا آپ کو میرا لکھا گیا ڈرامہ... ".... باقی گروپ ممبرز کا انتظار کر رہے تھے اچھا تھا... لیکن ".... ارمان انتظار کرتے کرتے تھک گیا تو شائے سے پوچھنے لگا "ننگ... جس پر ہم نے پر فارم کیا تھا ٹریجک اینڈ کیوں کیا... یہ اینڈ بھی تو ہو سکتا تھا کہ سب ہنسی خوشی رہنے لگتے... اختتام میں سب پریشانیاں، سب شائے افسوس بھرے لہجے میں کہہ ".... مشکلات ختم ہو جاتیں... مجھے دکھ ہوا تھا... آمنہ اور یاسر کو مار ہی دیا تم نے یار... ہر لو اسٹوری میں یہی ہوتا ہے... ہپی اینڈنگ... کچھ منفرد بھی ".... رہی تھی... ارمان اس کی بات پر مسکرایا صحیح... ویسے ایک بات بتاؤ... عین وقت پر تم کہاں غائب ہو ".... وضاحتی انداز اپنایا اس نے ".... تو ہونا چاہیے گئے تھے... یہ ڈرامہ ہمارے گروپ نے تیار کیا تھا... اور ہمیں ہی پر فارم کرنا تھا... لیکن پر فارم کرنے سے دو منٹ پہلے معلوم ہوا کہ تم نہیں آرہے... یونو... ہم اتنے پریشان ہو گئے تھے سب... پھر بتا چلا کہ تم نے اپنا ہا ہا... یار ایسی خفا ".... شائے خفگی سے اس کی جانب دیکھ رہی تھی ".... کردار ادا کرنے کے لیے کسی اور کو بھیجا ہے خفا نظروں سے مت گھورو... ایکچوئلی... مجھے کسی ضروری کام سے جانا پڑ گیا تھا... اسی لیے اپنی جگہ لکی کو بھیج دیا... بہت اچھا دوست ہے وہ میرا... سارا سین اور ڈائلاگ سمجھا دیے تھے میں نے اسے... اینڈ آئی تھنک... بغیر... ارمان کے لہجے میں فخر تھا لکی کا ذکر کرتے ہوئے ".... کسی ریہرسل کے بھی اس نے شاندار پر فارم منس دی تھی شائے نے ".... ہاں... پرفیکٹ سین کیا تھا اس نے بھی... لیکن پھر بھی... بس ہمارا ہی گروپ کرتا تو زیادہ بہتر تھا ".... ارمان ".... فکر مت کرو... صرف ڈرامہ میں ہی تمہارا ہیرو بننا تھا وہ... ریل لائف میں نہیں ".... کندھے اچکائے نے زیر لب مسکراہٹ کے ساتھ اسے چھیڑا... اس سے پہلے کہ وہ کچھ کہتی... دروازے سے ان کی پوری ٹیم اندر... داخل ہوتی دکھائی دی... وہ جس جگہ بھی جاتے ان کے شور شرابے ان سے پہلے ہی ان کی آمد کی اطلاع کر دیتا تھا ارمان باواز بلند بڑبڑایا تھا... مقصد انہیں چھیڑنا تھا... اس کی بات قریب آتے ".... لو آگئے شیطان کے چچے"

اویئے... یہ تم نے شیطان کے چچے کسے "...رمیز نے سن لی تھی... تبھی پاس آتے ہی اس کی کندھے پر مکار سید کیا وہ پھر بھی شرارت کرنے سے "...ظاہر ہے... جسے سمجھ آگیا اسے ہی کہا "...ارمان کندھے کو سہلانے لگا "... کہا ارمان کے بچے... تم بھی نا... ویسے آپس کی بات ہے... ہم سب شیطان کے چچے نہیں خود ہی شیطان "... باز نہ آیا نہ بھی.. تم اکیلے ہی "... اس نے امتیاز سے تائید چاہی "...ہیں... شیطان بھی ہم سے پناہ مانگتا ہے... کیوں امتیاز امتیاز نے دونوں ہاتھ اٹھا کر بلند آواز سے کہا... رمیز ارمان کو "...ہو شیطان... ہمیں اس کیٹگری میں مت ڈالو اویئے کھوتے... یوں لڑکیوں کی طرح مجھے مت گھورو... ایسے گھورنے کا حق "... چھوڑ کر سب امتیاز کو گھور رہا تھا امتیاز نے لاریب کو بھی گفتگو میں "... صرف لاریب کا ہے... تمہاری بھابھی مانڈ کر جائے گی یاد... ہے نا لاریب گھسیٹا... جو پریشہ اور شائے کے ساتھ بیٹھی میز پر پڑی کھانے کی چیزوں سے انصاف کر رہی تھی، اور ان کی گفتگو کو نہیں نہیں... میری طرف سے جو مرضی اسے جیسے مرضی گھورے... کھلی چھوٹ ہے... "... انجوائے کر رہی تھی... لاریب نے برگر کی بائٹ لیتے ہوئے کہا... امتیاز کو بے عزتی محسوس ہوئی "... میں کسی کو کچھ نہیں کہوں گی اچھا... یہ بات ہے... تو ٹھیک ہے... اپنی بات پر قائم رہنا... اب اگر کسی لڑکی نے بھی مجھے گھور گھور کر دیکھا " نہیں کہوں گی... بالکل نہیں کہوں گی... لیکن "... وارننگ کے انداز میں کہا گیا تھا "... تب بھی تم کچھ نہیں کہو گی وہ کھاتے ہوئے مزے سے کہہ گی... اس کی بات پر "... اگر تم کسی لڑکی کو گھورو گے تو میں تمہارا سر بھی پھوڑ دوں گی امتیاز منہ ہی منہ میں بڑبڑایا... لاریب نے اسے کہا "... موٹی بھینس... کتنا کھاتی ہے توبہ "... سب کا ہتھہ گونجا جانے والی نظروں سے دیکھا... لیکن جواب دینے سے گریز کیا کیونکہ اسے سمجھ نہیں آئی تھی کہ امتیاز نے اس کی شان میں کیا گستاخی کی ہے... وہ سبھی ایک دوسرے کے ساتھ شرارتوں میں مگن تھے جب ارمان کی نظر کچھ دور ایک ٹیبل پر اکیلے بیٹھے نوجوان پر پڑی... وہ جو کوئی بھی تھا بلاشبہ ہینڈ سم ترین بندہ تھا... اسے دیکھتے ہی گمان ہوتا جیسے وہ کوئی انگریز ہے... صاف گورارنگ... ہیزل گرین پرکشش چمکتی آنکھیں بھورے بال جو اکثر ماتھے پر ہی بکھرے رہتے... ہاف سیلوز میں سے جھانکتے سفید مضبوط بازو... کلین شیو میں ہمہ وقت نکھرا نکھرا وہ کسی کی بھی توجہ اپنی جانب مبذول کروانے کی صلاحیت رکھتا تھا... یونیورسٹی کی سینکڑوں لڑکیاں اس پر مرتی تھیں... وہ لڑکیاں جو

کسی کو کف نہ کروا تیں وہ اس کی نظر التفات کی منتظر رہتیں... اس لیے لڑکوں نے اس کانک نیم ہی لگی رکھ دیا تھا... اس کی پشت تھی ان کے گروپ کی طرف... لیکن وہ چہرہ موڑے اسی طرف دیکھ رہا تھا... اس کی نظریں شانہ کے چہرے پر جمی تھیں... بے اختیار سی نظریں... ارمان کے لبوں پر مسکراہٹ پھیلی... وہ ان سب سے ایسکیوز کرتا ہوا اٹھا اور اس ٹیبل کی جانب بڑھ گیا... ارمان اس کے سامنے کرسی پر بیٹھ کر اسے دیکھنے لگا... جو اس کی جانب متوجہ ہی نہ تھا... "آہم آہم... ہم تشریف لائے ہیں حضور" ... تھا... نگاہیں بدستور سامنے ہنستی مسکراتی شانہ پر جمی تھیں ارمان نے شرارت سے کہتے ہوئے اسے اپنی جانب متوجہ کیا... وہ چونکا... ارمان کو دیکھ کر اپنی بے اختیاری پر خجل سا خجالت مٹانے کی خاطر اس نے بات شروع کی... "آئم سوری... مجھے پتا نہیں چلا... تم یہاں کب آئے" ... ہوا تب ہی... "پھر سامنے رکھی چائے کو ایک نظر دیکھا جو اس کی توجہ کا انتظار کرتے کرتے اب ٹھنڈی ہو چکی تھی ارمان شریر ہوا تھا... وہ محض "... کو آنکھوں کے رستے دل میں اتارنے کی کوشش کر رہے تھے "ان" جب آپ ویسے یار لگی... کب تک یوں چھپ چھپ کر اسے دیکھتے رہو گے... پچھلے تین سالوں سے تم یہ "... مسکرا کر رہ گیا ارمان نے ہر بار کی "... سب کر رہے ہو... انسان میں اتنی ہمت تو ہونی چاہیے کہ جسے پسند کرے اسے پرپوز کر سکے بس "... طرح اس بار بھی اپنا سوال دہرایا... لکی کے چہرے پر مسکراہٹ ابھری... افسردہ اور بے بس مسکراہٹ کیسی مجبوریوں... تم اس کے معاملے میں یوں "... لکی نے اسے ٹالنا چاہا "... ہوتی ہیں کچھ مجبوریوں میرے دوست اتنے کمپلیکس کا شکار کیوں ہو آخر... وہ لڑکی بہت خوش قسمت ہوگی جسے تم اپنے لیے چنو... اور یہ خوش قسمتی شانہ کے نصیب میں لکھی ہے تو تم اس سے شکریہ کیوں نہیں کرتے اپنی فیملنگز... تمہیں میں نے ڈرامے میں تو اس کا ہیر و بنا ارمان اسے کنوئیں "... ہی دیا تھا عین وقت پر خود غائب ہو کر... لیکن اصل زندگی میں تو تمہیں خود ہی ہیر و بننا ہوگا ڈرتا ہوں یار... اور کوئی بھی لڑکی ہوتی اس کی جگہ تو میں کبھی اتنا نہ جھجھکتا... لیکن "... کرنے کی کوشش کر رہا تھا یہ دل ہے نا... انسان کو بہت غلط جگہ مرواتا ہے... یہی خوف ہے میرے دل میں کہ اگر اس نے انکار کر دیا تو... اس کا انکار نہیں برداشت کر پاؤں گا... اور فرض کرو... اگر میں اسے پرپوز کرتا ہوں... وہ ہاں بھی کر دیتی ہے... پھر بھی جب اسے یہ معلوم ہوگا کہ میں کون ہوں... میری اصلیت کیا ہے... تو وہ نفرت کرنے لگے گی مجھ سے... کاش

ہمارے ساتھ یہ ٹریجڈی نہ ہوئی ہوتی... یکاش... مجھے اس سے محبت نہ ہوئی ہوتی... اس کی محبت پانے کے بعد اس کی نفرت برداشت کرنے کا حوصلہ کہاں سے لاؤں گا میں... نہیں ارمان... مجھے ایسے ہی رہنے دو... یونہی محبت کرنے دو... میں اسے چاہوں گا ضرور... لیکن اسے پانے کی چاہت کبھی نہیں کروں گا... کیونکہ جانتا ہوں... وہ اذیت بھرے لہجے میں کہتے ہوئے وہاں سے اٹھ کر چلا گیا تھا... جبکہ ارمان دکھ ".... میرے نصیب میں نہیں ہے... سے اس کی پشت کو دیکھتا رہ گیا

□ □ □ □ □ □

.... زندگی جبر مسلسل کی طرح کاٹی ہے "

".... جانے کس جرم کی پائی ہے سزا یاد نہیں

اندھیری رات کا دوسرا پہر ختم ہونے والا تھا... خان پور کی اس حویلی سے الگ تھلگ بنے اس اسٹور نما کمرے کے دروازے پر کوئی نسوانی وجود بیٹھا تھا... ہلکی ہلکی سسکیوں کی آواش سنائی دے رہی تھی... وہ... گھر بھر کی لاڈلی رات کے اس پہر وہاں تنہا بیٹھی رو رہی تھی... ہچکیوں کے ساتھ... لیکن کون تھا جو اس کا حال دریافت کرتا... کون اس کے آنسو پونچھتا... کون اپنا کاندھا میسر کرتا... جنہیں اس کی پرواہ تھی ان سے تو قسمت نے اس کا ہر رشتہ ختم کر دیا تھا... وہ کس کس بات کا دکھ مناتی... کس کس اذیت پر آنسو بہاتی... اپنے خوابوں کے ٹوٹنے پر... یا اپنے پیاروں سے جدا ہونے پر... بابا کی موت پر... یا اس حویلی کے مکینوں کی نفرت پر... یہاں ملنے والی تکلیفوں اور اذیتوں پر...

یایوں اس اندھیر نگری میں تنہا ہونے پر... کس کس چیز کا ماتم کرتی وہ.... سارا دن کو لہو کے بیل کی طرح کام کرتی تھی... باتیں سنتی... ان کی مار کھاتی... جھڑکیاں، ڈانٹ ڈپٹ، اپنے پیرنٹس اور بھائیوں کے خلاف ان کی باتیں سنتی اور لب سیئے اندر ہی اند گھٹتی... ان کے سامنے تو آنسو بہانے کی بھی اجازت نہ تھی... اور وہ آنسو جو آنکھ سے نہ کرتے وہ اندر ہی اندر دل پر گر کر اسے جلاتے... لیکن وہ برداشت کرتی تھی اپنی تضحیک... اس گھر میں میر بخت اور کی ہی فیملی آباد تھی... جن میں میر بخت آور، ان کی بیوی جو مفلوج زدہ تھیں... دو جوان بیٹیاں عمارہ اور فارہ.... چار بیٹے جن میں اظہر، سیف اور یوسف شامل تھے... اظہر اور اظہر کی بیویاں اور ان کے بچے... یہ سب افراد تھے

یہاں ... اس کے علاوہ نوکروں کی ایک فوج تھی ... اس کے باوجود شائے کو ایک پل کا سکون نہیں لینے دیا جاتا تھا... اسے ٹارچر کرنے کے لیے ہر شخص اسے ہی کام بتاتا... خاص طور پر سیف ... اس سے اپنے کپڑے پریس کرواتا... جب تک وہ پریس کرتی تب تک اسے گھورتا رہتا... کپڑے پریس کر کے وہ اسے تھماتی تو انہیں دوبارہ گول مول کر کے سلوٹیں ڈال کر پریس کرنے کو کہتا... وہ آنسو پیتی دوبارہ کام کرنے لگ جاتی... بہانے بہانے سے اسے اپنے کمرے میں بلاتا... کبھی اس کا ہاتھ تھام لیتا کبھی اس کے لمبے خوبصورت بالوں کو دیکھتے ہوئے بہک جاتا اور انہیں چھونے لگتا... سگریٹ سے اس کے بازو داغتا... اس کے بازوؤں پر زبردستی کٹ لگاتا... شائے کو گھن آتی اس سے... لیکن بے بس تھی وہ... گھر میں کوئی دوسرا فرد اسے کام بتاتا تو سیف جان بوجھ کر اسے کسی اور کام میں الجھا دیتا... اور جب دوسرا کام لیٹ ہوتا تو اسے جاہل، سست، کام چور کے خطاب ملتے... ایسے میں سیف کمینگی سے مسکراتا... اس گھر کے دو افراد ست شائے کی ملاقات نہیں ہوئی تھی ابھی تک... ایک تو میر بخت آور کی بیوی سے... جو مفلوج ہونے کی وجہ سے کمرے سے باہر نہ آتی تھیں... اور دوسرا یوسف... جس سے اس کا نکاح ہوا تھا... نکاح ہونے کے بعد وہ لوگ گھر آئے تھے... اور اسی دن وہ نہ جانے کہاں چلا گیا تھا کہ پھر لوٹ کر نہ آیا... شائے کو بھی اس سے کوئی دلچسپی نہ تھی... تھا تو وہ بھی اس گھر کا ہی خون... ان سے مختلف کیسے ہو سکتا تھا... وہ بھی ان کی طرح ظالم اور بے حس ہی ہوگا...

ایک رات ہی ہوتی تھی اس کے پاس کہ جس میں تھوڑا سکون ہوتا... جس میں وہ خود کو کچھ وقت دے پاتی... اپنے دکھوں پر رو پاتی... ہر روز جسم پر ایک نیاز خم ہوتا تھا... اور اگلے دن زخموں کی پرواہ کیے بغیر اسے کام کرنا ہوتا... رات بہت خاموشی سے اس کی سسکیاں سنتے ہوئے گزر جاتی... اسے رات گزارنے کو کمرہ بھی دیا تو چھوٹا سا... جو پہلے اسٹور تھا اور اس کے آنے پر خالی کیا گیا... جہاں روشنی کے نام پر زیر و پا اور کابلبل موجود تھا... جو اندھیرا ختم کرنے میں ناکام رہتا... اور وہ... وہ معصوم لڑکی جو کبھی اندھیرے سے خوف کھاتی تھی... جس کی جان جاتی تھی اندھیرے سے... جو کمرے کے لائٹ آن کر کے ہی سوتی تھی یہاں اندھیرے میں ساری رات روتے ہوئے گزار دیتی... ڈر کی وجہ سے نیند نہ آتی تھی... ذرا سا کھٹکا ہوتا تو اس کی جان نکلنے لگتی... منہ پر ہاتھ رکھ کر بمشکل اپنی

چینخوں کا گلا گھونٹتی ... ایسے میں آنسو ابل پڑتے ... اور وہ ایک پل کو نہ سو پاتی ... ساری رات دلیز پر بیٹھے بیٹھے گزر جاتی ... عادی ہوتی جا رہی تھی وہ ... ان اندھیروں کی ... اس تکلیف دہ زندگی کی ... دنیا کی نفرتوں کی ... پرانی زندگی یاد آتی ... پر آسائش زندگی ... جہاں وہ محبتوں سے مالا مال تھی ... اب بھی وہ پرانی یادوں میں کھوی ہوئی تھی ... جب اس نے ضد کر کے یونیورسٹی میں ایڈمیشن لیا تھا ... اور وہ اس کایونی میں پہلا دن ... جو کبھی اسے اپنی زندگی کا ... بھیانک دن لگتا تھا ... لیکن تب وہ نہیں جانتی تھی ناں کہ آگے اس سے بھی بھیانک زندگی اس کی منتظر تھی



شائے میر عبد الرحمان کی اکلوتی بیٹی تھی ... گھر بھر کی لاڈلی ... عام طور پر جاگیر داروں کے ہاں بہو بیٹیوں کو کوئی اہمیت نہیں دی جاتی ... لیکن میر عبد الرحمان کے ہاں معاملہ الٹ تھا ... وہ سب کی سالوں سے ایک ننھی لڑکیا کے وجود کو ترستے رہے تھے لیکن اللہ نے ان کے ہاں رحمت نہ بھیجی ... میر عبد الرحمان کے والد میر عبد القیوم کی کوئی بہن نہ تھی ... پھر اگلی نسل میں ان کے ہاں صرف بیٹے ہی پیدا ہوئے ... بیٹی کی شدید خواہش کے باوجود وہ اللہ کی رضا کے سامنے بے بس تھے ... ایک ننھی لڑکی کو اپنی گود میں کھلانا چاہتے تھے ... لیکن ان کی یہ خواہش ادھوری ہی رہی ... میر عبد الصمد کی شادی کی تو انہیں بھی اللہ نے ایک ہی بیٹے سے نوازا جس کا نام طاہر رکھا گیا ... ڈلیوری کے دوران کچھ پیچیدگیوں کے باعث میر عبد الصمد کی بیوی دوبارہ ماں نہ بن سکیں ... پھر میر عبد الرحمان کی شادی ہوئی تو اللہ نے انہیں دو بیٹیوں سے نوازا ... ہاشم اور عاصم ... اس گھر کے سبھی افراد کے دل میں بیٹی کی خواہش شدت اختیار کرتی جا رہی تھی ... میر عبد القیوم تو لڑکیا کے انتظار میں ہی دنیا سے رخصت ہو گئے ... عاصم کے پیدا ہونے کے چار سال بعد اللہ نے اس گھر کو جڑواں بچوں سے نوازا ... ایک بیٹا اور ایک بیٹی ... بیٹے کا نام صارم رکھا گیا اور بیٹی کا نام شائے ... یوں شائے گھر بھر کی آنکھ کا تار اہو گئی ... ہر کوئی اسے گود میں اٹھائے اٹھائے پھرتا ... اس کے منہ سے کوئی بھی فرمائش نکلتی تو اسے جھٹ سے پورا کر دیا جاتا ... وہ کھلونا تھی سب کے لیے ... خاص طور پر اپنے تایا جی اور تایا جی کے لیے ... وہ اپنی بیٹی کی محرومی بھی اس سے پوری کرتے

ان کے گاؤں میں لڑکیوں کو پڑھانے کا رواج نہ تھا لیکن شائے کا پڑھائی کا شوق دیکھتے ہوئے اسے قریبی گاؤں سے تک کی تعلیم دلوائی گئی... گھر والوں کا خیال تھا کہ ایک لڑکی کے لیے اتنی تعلیم بھی کافی ہے... لیکن شائے Fsc بہت سا پڑھنا چاہتی تھی... اس کا شوق تھا کالج میں لیکچرر بننے کا... لیکن گھر والے اسے اجازت نہیں دے رہے تھے مزید پڑھنے کی... وجہ ایک تو یہ تھی کہ حویلی کی لڑکیوں کو اتنی چھوٹ نہ دی جاتی تھی... اور پھر یہاں قریب کوئی یونیورسٹی نہ تھی... جہاں وہ مزید تعلیم حاصل کر سکتی... آگے پڑھنے کے لیے شہر جانا پڑتا اور وہاں رہائش کا مسئلہ تھا...

... اس کی ہر خواہش پوری کرنے والے اس کے پیرنٹس اس کی یہ ضد پوری کرنے کو قطعاً تیار نہ تھے... دو دن کی بھوک ہڑتال کے بعد اس کے تایا جی مان گئے اس کی ضد... اس شرط پر کہ... جانے سے پہلے شائے کی باقاعدہ انگیجمنٹ ہوگی ان کے بیٹے طاہر کے ساتھ... یہ رشتہ بہت پہلے سے طے تھا لیکن رسم نہ ہوئی تھی ابھی تک... اور گھر کے مکینوں کے سوا کسی کو اس رشتے کی خبر نہ تھی... اب وقت آ گیا تھا کہ اس رشتے کا اعلان کر دیا جاتا کہ جو لوگ شائے کے رشتے کی آس لگائے بیٹھے ہیں ان کی امید ختم ہو... باقی گھر والوں کو تایا جی نے کیسے منایا یہ وہی جانتے...

خیر منگنی کر دی گئی تھی... اور شائے کا ایڈمیشن بھی ہو گیا... گھر بھر کی دعائیں اور پیار لے کر وہ شہر آ گئی... اسے... ہاسٹل رہنا تھا... وہ پر جوش تھی اپنی اسٹڈی کے لیے

... پر لز گروپ سے اس کی دوستی بھی عجیب طریقے سے ہوئی تھی

اس کا یونیورسٹی میں پہلا دن انتہائی برا گزرا... مکمل اعتماد سے چلتی ہوئی وہ یونیورسٹی کے گیٹ سے اندر داخل ہوئی... لیکن اسے اپنی کلاس ڈھونڈنے میں مشکل کا سامنا کرنا پڑا... اتنی بڑی یونی تھی... جب تین چکر لگا کر آنے کے باوجود بھی اپنی کلاس نہ ملی تو وہ جھنجھلا گئی... اکتا کر وہ ایک بینچ پر بیٹھ گئی... شکل پر بارہ بج رہے تھے... کوئی بھی اسے... دیکھتا تو سمجھ جاتا کہ وہ پریشان ہے

تبھی دور کھڑے ایک لڑکے کی نظر اس پر پڑی... سفید رنگ کی شلواری قمیض پر سیلوڈو پیٹا اوڑھے وہ نازک سی لڑکی شاید "نننی... ایکسیوزمی... نیو کمر" ... رونے کی تیاری کر رہی تھی... وہ لبوں پہ مسکراہٹ سجائے اس کی جانب آیا لڑکے نے اسے مخاطب کرتے ہوئے تصدیق چاہی... شائے نے اس بھیگی پلکوں سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے اثبات میں سر ہلادیا... وہ بہت کم شہر آئی تھی... معصوم سی لڑکی یہاں کے لوگوں کی چالاکیوں کو نہیں سمجھتی تھی اس لیے لبوں پر دھیمی مسکان سجائے اس لڑکے نے مدد "نننی... آئی ایم ارمان... کین آئی ہیلپ یو" ... کنفیوز ہو رہی تھی کی آفر پیش کی... شائے نے اسے اپنی پریشانی بتائی تو وہ اسے اپنے ساتھ آنے کا کہہ کر ایک طرف کوچل دیا... شائے نے ممنونیت سے اسے دیکھا... کتابیں اٹھائیں اور اس کے پیچھے پیچھے چل دی... جاتے ہوئے ایک اور لڑکا ارمان کے ساتھ چلنے لگا... شائے بس سر جھکائے ان کے پیچھے چل رہی تھی... پھر ایک جگہ جا کر وہ دونوں رک گئے ارمان نے شائے سے کہتے ہوئے "میم... یہ ہے آپ کی کلاس... جانیئے... پروفیسر آنے والے ہوں گے" اشارہ کیا... شائے نے نظریں اٹھا کر سامنے روم کو دیکھا... جس کے دروازے پر کوئی بورڈ نہیں لگا تھا... ارد گرد نگاہ اب ایسے کیا دیکھ رہی "دوڑائی... یہ تو خالص الگ تھلگ ساحصہ تھا... نیم اندھیرا سا تھا ہر طرف... وہ جھجھکی اگر یہ کلاس ہے تو" ... ارمان کے ساتھ کھڑا میض کہہ رہا تھا... وہ ڈرتے ڈرتے آگے بڑھی "ہیں... جانیئے وہ سوچتی ہوئی اندر داخل ہوئی... لیکن اندر جا کر حیرت "یہاں اسٹوڈنٹس کیوں نہیں... اتنی خاموشی کیوں ہے سے آنکھیں کھلیں... اندر تو کوئی نہ تھا... یہ تو کوئی لیب تھی... شاید بائیولیب... حیران ہوتی وہ پلٹی... ابھی کچھ کہنے ہی والی تھی کہ باہر سے دروازہ بند کر کے لاک کرنے کی آواز سنائی دی... لیب میں گھپ اندھیرا چھا گیا تھا... اس کے ہاتھوں سے کتابیں گر گئیں... وہ تڑپ کر آگے بڑھی... اور دروازہ کھولنے کی کوشش کرنے لگی... باہر رمیز چلو... آدھے" ... اور ارمان ہنس رہے تھے... آج تو نیو اسٹوڈنٹس آرہے تھے اور وہ ریگنگ نہ کرتے یہ کیسے ممکن تھا رمیز آنکھ دبا کر بولا... اور دونوں وہاں سے چلے گئے... شائے دروازہ "گھنٹے تک آکر اسے نکال دیں گے باہر پیٹ رہی تھی... رورہی تھی... منتیں کر رہی تھی کہ اسے باہر نکال دیں... وہ اندھیرے سے بہت ڈرتی تھی... اس کا دم گھٹنے لگتا تھا اندھیرے میں... ایک عجیب سا خوف پیدا ہونے لگتا تھا دل میں... اور یہ لیب تو ایک کونے میں

تھی یونیورسٹی کے ... جہاں زیادہ آنا جانا نہیں تھا... کون اس کی فریاد سنتا... اور پھر لیب میں نمونے کے طور پر رکھے گئے مختلف جانور... حشرات الارض... اس کا دل اچھل کر سینے میں آنے لگا... سانس رکنے لگا... دیوار کے ساتھ ٹیک لگا کر بیٹھے ہوئے وہ رو رہی تھی اونچی آواز میں... ہچکیوں کے ساتھ... گھر والوں کو یاد کرتے ہوئے... سر... چکرانے لگا تھا خوف سے... اسے لگا وہ حواس کھور ہی ہے... اور کچھ ہی دیر بعد وہ ہوش و حواس سے بیگانہ ہو گئی...

□ □ □ □ □ □

جس دن سے میر عبد القیوم میر حشمت کی حویلی سے نامراد لوٹے تھے اس دن سے ان کا بیٹا میر عبد الہادی دل پر جبر کر کے غزل کو نظر انداز کر رہا تھا... وہ اپنے بابا کی مزید بے عزتی نہیں کروانا چاہتا تھا... جانتا تھا میر حشمت کسی بھی صورت اسے داماد کے طور پر قبول نہیں کریں گے... غزل نے اپنے پاس خفیہ طور پر موبائل رکھا ہوا تھا جس سے وہ ہادی سے بات کرتی تھی... لیکن اس دن کے بعد سے ہادی نہ اس کی کال سن رہا تھا نہ میسیجز کا جواب دے رہا تھا... گھر والے اس کا رشتہ دیکھ رہے تھے... رشتہ پسند بھی آچکا تھا... ایک دو دن میں بات فائل ہو جاتی... لیکن وہ ہادی کے سوا کسی اور کو سوچنا بھی گناہ سمجھتی تھی... جب ہر طرف سے ناکام ہو گئی اُس سے رابطہ کرنے میں تو اپنی ایک سہیلی کے ذریعے اسے پیغام بھیجا تھا جس کے جواب میں ہادی نے صاف صاف کہہ دیا تھا کہ اس کی محبت اپنی جگہ لیکن وہ اپنے ماں باپ کی انسلٹ نہیں کروا سکتا... اس لیے بہتر ہے کہ جہاں اس کے اباں کہہ رہے ہیں وہاں شادی کر لے... وہ غزل کے قابل نہیں... غزل پھر اٹھی تھی اس کی بات پر... وہ جس نے ساتھ جینے مرنے کی قسمیں کھائی تھیں... آج وہ اسے کسی اور کے سنگ رخصت ہو جانے کو کہہ رہا تھا

... اسے رات کا انتظار تھا بس

اور بالآخر اس کا انتظار ختم ہوا تھا... وہ جانتی تھی کہ آج ہادی اپنے کھیتوں میں ضرور جائے گا... آج اسے کھیتوں کو پانی لگانا تھا... رات کے تیسرے پہر جب اسے یقین ہو گیا کہ سب سوچکے ہوں گے تب وہ اپنے گھر سے نکلی تھی... چاندنی رات تھی... گلیاں سنسان... لیکن وہ بغیر ڈرے ان کے کھیتوں کی طرف چل دی... دوپٹے کے نیچے ہاتھ میں کچھ تھام رکھا تھا... اور کچھ ہی دیر بعد وہ ان کے کھیتوں تک پہنچ چکی تھی... میر حشمت اور میر عبد القیوم کے کھیت

ایک دوسرے کے ساتھ ساتھ ہی تھے... اور وہ جانتی تھی کہ آج اس کے بھائی نہیں آئیں گے کھیتوں میں... آج میر... عبدالقیوم کی باری تھی

اسے پکارا تھا... لہجہ بے تاثر تھا... ہادی جو "ہادی" وہ آہستگی سے چلتی ہوئی ہادی کے سامنے جا کھڑی ہوئی حیرت بھری آواز ابھری... اور پھر یہ حیرت بے یقینی سے "تم یہاں" ... بند باندھنے میں مصروف تھا آواز پر چونکا تم یہاں کیا کرنے آئی ہو.. اتنی رات گئے... جانتی ہوا اگر کسی نے دیکھ لیا تو کیا ہوگا ہم " ... غصے میں بدل گئی غصے کی شدت کے باعث اس سے بولنا نہ جا رہا " ... دونوں کے ساتھ... غزل تم... تم اتنی بے وقوف کیسے ہو سکتی ہو ہونہ... اور مجھے سمجھ نہیں آتی کہ تم اتنے بزدل کیسے ہو سکتے ہو... پہلے تو بڑی بڑی باتیں کرتے تھے... " ... تھا... وہ تلخ لہجے میں اس پر چوٹ کر گئی تھی... ہادی لب بھینچ کر رہ گیا " ... اتنے ڈرپوک نکلو گے انداز نہ تھا خیر... میں تم سے بحث کرنے نہیں آئی... مجھے آج حتمی فیصلہ کرنا ہے... شادی کروں گی تو صرف تم سے... " دیکھو غزل... یہ " ... وہ نڈر لہجے میں کہہ رہی تھی " ... ورنہ مر جاؤں گی لیکن کسی اور سے شادی نہیں کروں گی بابا مان " ... ہادی نے اسے سمجھانا چاہا " ... ممکن نہیں ہے.. تمہارے بابا کبھی اس رشتے کے لیے نہیں مانیں گے جاتے تو ٹھیک تھا... نہ مان کر انہوں نے غلطی کی ہے... انہیں دولت چاہیے... لیکن مجھے صرف تم... اپنی غلطی کا بھگتان وہ خود بھگتیں گے... تم میرا ساتھ دو گے یا نہیں... میں تمہارے ساتھ کہیں بھی چلنے کو تیار ہوں... ابھی اسی وہ آج " ... وقت... کہیں دور... جہاں کوئی اور نہ ہو... جہاں یہ رسم و رواج نہ ہوں... جہاں پیسے کی ہوس نہ ہو دیکھو غزل... میں نے محبت کی ہے " ... ساری پلاننگ کر کے آئی تھی... ہادی کا دل چاہا اپنا سردیوار میں دے مارے تم سے... عزت سے تمہیں اپنے گھر لانا چاہتا تھا... اس لیے بابا کو بھیجا تھا میرا حشمت کے ساتھ... لیکن انہوں نے " ... میرا بابا کی انسلٹ کی ہے... اور رہی بات بھاگنے کی... تو سوری... میں ایسا کوئی قدم اٹھانا نہیں چاہوں گا غزل " ... تو ٹھیک ہے... پھر میرے پاس ایک ہی راستہ بچتا ہے " ... ہادی نے دو ٹوک انداز میں اس پر واضح کیا تھا نے دوپٹے کے نیچے چھپا ہاتھ باہر نکالا... اور اس میں موجود پسٹل کو اپنی کینٹی پر رکھ لیا... ہادی اس کی اس حرکت پر بس.. وہیں رک جاؤ... میرے قریب " ... دنگ رہ گیا تھا... فوراً اس کی جانب بڑھنا چاہا جب اس نے ہاتھ اٹھا دیا

وہ سخت لہجے میں " ... مت آنا... اگر تم میرا ساتھ نہیں دو گے تو میں خود کو ختم کر لوں گی... ابھی... اسی وقت وہ ایک دم " ... غزل... نیچے کرو اسے... دیکھو یہ کوئی کھلونا نہیں ہے... گن چل جائے گی " ... کہہ رہی تھی ہاں یہ کھلونا نہیں ہے... لیکن اس کے ذریعے میں آج اپنی جان پر کھیل " ... پریشان ہو گیا تھا... بے تحاشہ پریشان وہ بے بس ہوا... سمجھ نہیں آ رہا تھا کیسے سمجھائے " ... غزل پلیز " ... وس نے ٹریگر پر انگلی رکھی تھی " ... جاؤں گی بولو... عبد الہادی... تم مجھے اپناؤ گے یا نہیں... تم نہیں اپناؤ گے تو موت کھڑی ہے مجھے گلے " ... اس پاگل لڑکی کو ترش لہجہ تھا... اٹل انداز... کسی بھی پل وہ فائر کر سکتی تھی... عبد الہادی نے ایک پل کو کچھ " ... لگانے کو... بولو اوکے... میں تمہیں اپناؤں گا... لیکن یوں بھگا کر تمہارے اور " ... سوچا پھر سیز فائر کے انداز میں ہاتھ اٹھادیئے اپنے پیرنٹس کی عزت خراب کر کے نہیں... فی الحال ایک ہی راستہ ہے میرے پاس... ہم دونوں نکاح کر لیتے ہیں... وقت آنے پر سب کو بتادیں گے اس نکاح کا... تمہارے پیرنٹس کسی اور جگہ تمہاری شادی نہیں کر سکیں سچ کہہ رہے ہو... نکاح " ... نرم لہجے میں وہ کہہ رہا تھا... اس کی بات پر غزل کی گرفت ڈھیلی ہوئی گن پر " ... گے ہادی نے وعدہ کر لیا تھا اس سے... " ... ہاں سچ کہہ رہا ہوں... کروں گا " ... وہ بے یقین تھی " ... کرو گے مجھ سے اور یقین کرنے کے بعد اس نے گن کپٹی سے ہٹادی تھی... اور چمکتی نگاہوں سے ہادی کو دیکھنے لگی.. بالآخر وہ سرخرو ہوئی تھی

چند دن بعد ہی غزل اپنی کسی دوست کی شادی میں شرکت کے لیے گئی... میرا بھتاؤرنے اسے اس کی دوست کے گھر ڈراپ کیا... مہندی کی رات تھی... اور غزل کو بہت منتوں کے بعد اس کے گھر رات رکنے کی اجازت ملی تھی... جب غزل کو میرا بھتاؤر کے جانے کا یقین ہو گیا تو وہ وہاں سے چوری چھپے نکلی... اور عبد الہادی کی بتائی گئی جگہ پر پہنچ گئی... عبد الہادی اسے وہاں سے لے کر اپنے ایک دوست کے گھر گیا اور دوست کی ہی مدد سے وہاں ان دونوں کا نکاح ہوا... غزل خوش تھی... بے تحاشہ خوش... بالآخر عبد الہادی اپنے وعدے پر پورا اترتا تھا... وہ نہیں جانتی تھی کہ... اس حقیقت کے کھلنے کے بعد ان دونوں کا انجام کیا ہوگا... وہ صرف ان لمحات کی خوشی کو محسوس کر رہی تھی

غزل... آج ہماری محبت سرخرو ہوئی... تم اب میری امانت ہو... ابھی صرف نکاح ہوا ہے ہمارا... لیکن تمہیں "باقاعدہ اپنی زندگی میں سب کی رضا سے شامل کروں گا میں... انشاء اللہ ہم گھر والوں کو راضی کر لیں گے... وعدہ کرتا ہوں جیسے بھی حالات ہوں گے... ہر مشکل گھڑی میں تمہارا ساتھ دوں گا... کیا تم میرا ساتھ دے پاؤ گی... کیا تم سب کے چلے جانے کے بعد ان کے دوست نے کچھ "نہ نہ نہ... اپنے اس وعدے کو نبھا پاؤ گی جو ہم نے مل کر کیا ہے لمحوں کے لیے انہیں اکیلا چھوڑ دیا تھا... عبدالہادی غزل کا ہاتھ تھامے یقین دہانی کروا رہا تھا اسے... امید دل رہا تھا... غزل نے نم آنکھوں سے سر اثبات میں ہلایا... عبدالہادی نے نرمی سے اس کے ماتھے پر بوسہ دیا... اور اسے لیے باہر... آگیا... اب اسے غزل کو اس کی دوست کے گھر کے قریب چھوڑ کر آنا تھا

□ □ □ □ □ □

شانہ فرش پر گیلیا کپڑا گر گر کر فرش کی صفائی کر رہی تھی... وہ فارغ ہونے ہی والی تھی جب سیف باہر سے آیا... اسے صفائی کرتے دیکھ کر اندر آتے آتے ایک پل کو رکا... چہرے پر شیطانی مسکراہٹ پھیلی تھی... وہاں سے وہ واپس مڑا اور لان میں چلا گیا... بارش کی وجہ سے مٹی گیلی ہوئی تھی... لان میں کچی زمین ہونے کی وجہ سے سیف کے جوتے مٹی سے لتھڑک گئے... لان سے سرخ گلاب توڑ کر اس نے کان پر سجایا اور گنگنا تے ہوئے اندر کی جانب بڑھ گیا... شانہ جو صفائی کر کے اٹھ کھڑی ہوئی تھی اسے نظر انداز کرتا ہال میں داخل ہوا اور سیڑھیاں چڑھتا چلا گیا... پیچھے جہاں جہاں سے وہ گزرا تھا وہاں وہاں اس کے قدم مٹی کے نشان چھوڑ گئے تھے... شانہ بے بس سی اسے دیکھے گی... مقصد صرف شانہ کا کام بڑھانا تھا... وہ جو گرمی کی وجہ سے پسینے میں شرابور تھی... کمر بھی اڑ گئی تھی گہری سانس بھر کر رہ گئی... سیڑھیوں کے اختتام پر پہنچ کر سیف رکا... مڑ کر فاتحانہ نگاہوں سے شانہ کی جانب تحکم "سنو... میرے لیے ایک کپ اسٹرونگ سی چائے بناؤ... میں آ رہا ہوں دس منٹ تک " دیکھا بھرے لہجے میں کہتا وہ چلا گیا... شانہ نے کپڑا وہیں ایک طرف رکھا... اس کام کو پھر کرنے کا سوچتی ہوئی کچن کی جانب بڑھ گئی... کچن سے برتن لا کر مٹی کے چولہے پر چائے بنائی... جب تک وہ چائے لے کر آئی سیف لاؤنج میں ٹی وی کے سامنے بیٹھا تھا... باقی سب افراد اپنے اپنے کمروں میں تھے... شانہ سر جھکائے چائے کی ٹرے پکڑے اس کی

جانب آئی اور خاموشی سے ٹرے اس کی طرف بڑھادی... سیف نے بھرپور نظروں سے اس کی طرف دیکھا اور کپ عجیب سے لہجے میں سیف نے کہا... شائے کے قدم وہیں زنجیر "رکو" ... اٹھالیا... شائے واپس جانے کو مڑی ہوئے... وہ چائے کا کپ اٹھائے قدم قدم چلتا ٹہلنے کے سے انداز میں اس کے سامنے آکا... شائے نے الجھن بھری نظروں سے اس کی طرف دیکھا... تبھی سیف نے ہاتھ آگے بڑھایا اور شائے کا ہاتھ تھام لیا... شائے کچھ سمجھ بھی نہ پائی تھی جب اس نے شائے کے ہاتھ کی دو انگلیاں چائے کے کپ میں ڈبودیں... گرم گرم چائے سے اس کا ہاتھ جل گیا تھا... لبوں سے بے اختیار سسکاری ابھری... آنکھیں جل تھل ہوئی تھیں... اس نے بے ساختہ ہاتھ کھینچنا چاہا لیکن سیف نے سختی سے اس کا ہاتھ تھامے رکھا... چند لمحوں بعد اس کی انگلیاں باہر نکالیں... انگلیوں پر جلن ہو رہی تھیں پتا نہیں ہے کیا کہ میں اتنی گرم چائے نہیں پیتا... " ... تھی... ضبط کے مارے شائے کا چہرہ سرخ ہونے لگا دل جلتا ہے میرا گرم گرم چائے پینے سے... پھر بھی مجھے اتنی گرم چائے لا کر دی... اب جب تم خود جلوگی اس سے سفاکی سے کہتے ہوئے اس نے شائے کے ہاتھ کی درمیانی انگلی کو ناخن سے زور " ... تب تمہیں سمجھ آئے گی میری بات سے دبایا اور ساری چائے اس کے ہاتھ کی پشت پر گرادی... کپ زور سے نیچے زمین پر گرایا جو گرتے ہی چنکا چور ہو گیا... شائے نے منہ پر ہاتھ رکھ کر بمشکل چیخیں روکیں... آنکھوں سے آنسو بہہ کر چہرے کو بھگور ہے تھے... وہ ہاتھ پہ ہوتی جلن سے تڑپ اٹھی تھی... تبھی سیف نے اپنا دوسرا ہاتھ اس کے ہاتھ کی پشت پر رکھ کر اس کے ہاتھ کو سختی سے مسلا... شائے کے افیت کے مارے چیخ اٹھی... یوں لگ رہا تھا جیسے اوپر سے کھال جل کر اتر گئی ہے... تنفر سے کہتا وہاں سے نکلتا چلا " ... صاف کرو اسے " ... لبوں ہر طنزیہ مسکراہٹ لیے سیف نے اس کا ہاتھ چھوڑا گیا... شائے دھندلی ہوتی نگاہوں سے اپنے سفید خوبصورت ہاتھ پر جلنے کی وجہ سے بنتے سرخ سرخ گول نشان دیکھے... گی... جبکہ سیڑھیوں کے اوپر سے کسی اور نے بھی یہ منظر دیکھتے ہوئے کرب سے آنکھیں میچی تھیں

□ □ □ □ □ □

خان پور گاؤں کے چوک میں اس وقت دو تختہ دار بنائے گئے تھے... وہاں آج بہت رش تھا... خان پور اور شاہ پور گاؤں کے سبھی لوگ آج وہاں جمع تھے... آج شاہ پور کے رہائشی عبدالقیوم کے بیٹے عبدالہادی اور خان پور کے رہائشی

میر حشمت خان کی صاحبزادی غزل کو پھانسی پر چڑھایا جانا تھا... سب لوگوں کے سامنے چوک میں... عبرت کا نشان بنانے کے لیے... یہ پنچائت کا فیصلہ تھا... وجہ یہ تھی کہ دونوں نے محبت کی تھی... ایک دوسرے کو پسند کیا تھا جو کہ اسلام میں بھی جائز ہے... اور سیدھی راہ اپناتے ہوئے رشتہ بھی بھیجا گیا... گھر والے آگاہ بھی تھے ان کی پسندیدگی سے... لیکن دولت کی ہوس میں اندھے ہو کر اولاد کی خوشیوں کو نظر انداز کر دیا... اور اولاد کو مجبور کر دیا یہ راہ

اپنانے میں... پنچائت اور اس گاؤں کے افراد کے نزدیک مجھے ایک کبیرہ گناہ تھا اور یوں چھپ کر نکاح کرنا اس سے بھی بڑا گناہ... حقیقت کب تک چھپتی آخر... دونوں خاندانوں تک یہ بات پہنچ چکی تھی اور نتیجتاً آج ان کی پھانسی کی سزا سنائی گئی تھی... میر عبد القیوم ایک جانب سر جھکائے کھڑے تھے... اپنگ بیٹے کی جانب سے بہت صفائیاں دی تھیں انہوں نے... لیکن میر حشمت خان کسی قیمت پر انہیں معاف کرنے کو تیار نہ تھے... ان کے نزدیک ان کی بیٹی اسی دن مر گئی تھی جس دن اس نے یہ نکاح کیا... لہذا اس کے ساتھ جو بھی ہوتا انہیں فرق نہ پڑتا بس ہر قیمت پر انہیں میر عبد القیوم کے بیٹے کو پھانسی کے پھندے تک پہنچانا تھا اس لیے معاملے کو انہوں نے پنچائت میں گھسیٹا... اور

پنچائت کے فیصلے کے سامنے میر عبد القیوم کو بھی سر جھکانا پڑا... نم آنکھوں سے وہ اپنے لخت جگر کو موت کے منہ میں جاتے ہوئے دیکھ رہے تھے... جبکہ میر حشمت نے تو ایک نظر دیکھا تک نہ تھا اپنی بیٹی کو... رخ موڑے وہ پھانسی دیے جانے کے انتظار میں تھے... ان کے نزدیک کھڑے ان کے بیٹے میر دلاؤر اور میر بختاؤر کھڑے تھے... میر دلاؤر کی اور میر بختاؤر کی اس وقت شادی ہو چکی تھی... میر دلاؤر کا ایک ہی بیٹا تھا... آٹھ سالہ میر انس دلاؤر... جبکہ میر بختاؤر کے دو بیٹے سات سالہ اظہر اور پانچ سالہ اظہر تھے... میر بختاؤر اور میر دلاؤر دونوں بھائی خونخوار نظروں سے اپنے مخالف کھڑے میر عبد القیوم اور ان کے دونوں بیٹوں میر عبد الصمد اور میر عبد الرحمان کو گھور رہے تھے جن کے بھائی نے ان کی عزت کو گھر سے بھگا کر نکاح کیا... اس وقت میر عبد الصمد اور میر عبد الرحمان کی شادی ہو چکی تھی اور... میر عبد الرحمان کا ایک چھ سالہ بیٹا ہاشم تھا... جبکہ میر عبد الصمد ابھی تک اولاد کی نعمت سے محروم تھے

چند لمحوں بعد عبد الہادی اور غزل کو تختہ دار تک لے جایا گیا... غزل نے بھرائی نظروں سے اپنے باپ میر حشمت خان کے پتھر لیے چہرے کو دیکھا اور میر عبد الہادی نے میر عبد القیوم کے جھکے سر کو... انہیں امید نہیں تھی کہ اتنا

سخت رویہ اپنایا جائے گا ان سے ... اپنے اپنے پیرینٹس کے لاڈلے تھے دونوں ... لیکن جہاں بات پنچائت کی ہو وہاں کوئی کتنا لاڈلہ ہے یہ نہیں دیکھا جاتا ... انہیں دو آپشنز دیے گئے تھے ... یا تو طلاق دے کر ایک دوسرے سے الگ ہوں ... یا پھانسی پر لٹکا دیے جائیں ... اور انہوں نے اپنے لیے دوسرا آپشن پسند کیا ... ایک ساتھ اگر دنیا رہنے نہیں ... دے سکتی تو کیا ہوا ... ایک ساتھ موت تو نصیب ہوگی نا انہیں ... محبت کی ایک مثال تو قائم ہوگی نا

ان کے چہروں کو کالے کپڑوں سے ڈھک دیا گیا ... ہاتھوں کو پہلے ہی پیچھے کی طرف باندھا گیا تھا ... پھانسی کے پھندے دونوں کے گلے میں ڈال دیئے گئے ... اور رسی کھینچ دی گئی ... چند منٹوں کی بات تھی ... ان دونوں نے تڑپ تڑپ کر جان دے دی ... بہت سے لوگوں کی آنکھیں اشکبار تھیں ... لیکن زیادہ تر لوگ بے تاثر چہرے لیے کھڑے تھے ... ان کے دل شاید پتھر کے بنے تھے جن میں ذرا خوف خدا نہ تھا ... انہیں عادت تھی ایسے مناظر دیکھنے کی ... کیونکہ یہاں محبت کی سزا سرعام پھانسی ہی تھی

بہر حال یہاں سے ان دونوں خاندانوں کی دشمنی کا آغاز ہوا ... جو نہ جانے اب آگے کتنی پشتوں تک چلنی تھی ... ان کے درمیان بول چال بالکل بند ہو چکی تھی ... جیسے جیسے بچے جوان ہوتے گئے ان کے دل و دماغ میں بھی ایک دوسرے کے خلاف نفرتیں بھر دی گئیں ... اکثر چھوٹی چھوٹی باتوں پر ایک دوسرے سے الجھتے رہتے ... لیکن بات کبھی ہاتھ پائی تک نہ پہنچی ... کی سال گزرنے کے باوجود ان دونوں گاؤں میں کبھی بھی یہ رسم و رواج نہ بدل سکے ... وہاں پرانی روایات کو لوگ دل و جان سے قبول کرتے ... اور ان ہی روایات نے نہ جانے کتنے گھروں کو برباد کر کے رکھ دیا

□ □ □ □ □ □

اس رات وہ پھر دیر تک اس اسٹور نما کمرے کی دہلیز پر بیٹھی روتی رہی ... اپنی قسمت کو ... اپنی بد نصیبی کو رات کا دوسرا پہر اپنے اختتام کو تھا جب اس کی آنکھوں میں نیند اترنے لگی ... سارے دن کا تھکا ہارا وجود آرام طلب کر رہا تھا ... اسے نقاہت سی محسوس ہو رہی تھی ... وہ دہلیز سے اٹھ کر اندر کمرے میں رکھی اکلوتی بان کی چارپائی کی طرف بڑھی ... شدید گرمی تھی ... اور وہاں کوئی پنکھا تک نہ تھا نہ ہی کمرے میں کوئی روزن ... اسی لیے وہ کمرے کا

دروازہ کھلا رہنے دیتی تھی تاکہ جس نہ ہو... دم گھٹتا تھا... وحشت ہوتی تھی اسے شروع شروع میں... لیکن اب وہ عادی ہوتی جا رہی تھی... یوں لگ رہا تھا جیسے اس کی ساری حسیات مرقی جا رہی ہوں... اب وہ اندھیرے کی بھی عادی ہو گئی تھی... سارے دن کی تھکاوٹ سے جسم ٹوٹ رہا ہوتا اس لیے چارپائی پر لیٹتے ہی غافل ہو جاتی... اب بھی... چند لمحوں بعد وہ گہری نیند کی آغوش میں جا چکی تھی

رات کے تیسرے پہر ایک مردانہ وجود ننگے پیر چلتا ہوا بغیر کسی آہٹ کے اس اسٹور نما چھوٹے سے کمرے میں داخل ہوا... ارد گرد کا جائزہ لیا جہاں زیر و پا اور کالبلب اندھیرے کو مٹانے کی ناکام کوشش کر رہا تھا... چند لمحوں بعد وہ کچھ دیکھنے کے قابل ہوا تو نظر کمرے کے وسط میں رکھی اکلوتی چارپائی پر پڑی جہاں نسوانی وجود گہری نیند کی آغوش میں تھا... وہ دھیرے دھیرے چارپائی کی جانب بڑھا... اس کے سرہانے نیچے زمین پر بیٹھ کر نگاہ اس کے خوبصورت چہرے پر ڈالی... جہاں آنسوؤں کے مٹے مٹے نشان تھے... پلکیں شاید ابھی بھی نم تھیں... اس نوجوان کی نظر چارپائی پر پڑے اس کے ہاتھ پر پڑی... جہاں سرخ آبلے سے بنے تھے... جلنے کے نشان... دل کی حالت غیر ہونے لگی اسے یوں دیکھ کر... بے بسی سے وہ لب کاٹ کر رہ گیا... چند پل اس کے ہاتھ کو بغور دیکھنے کے بعد اس نے اپنی پینٹ کی جیب سے کچھ نکالا... کوئی مرہم تھا شاید... جسے اب وہ اس کے نازک ہاتھ پر بنے زخموں پر لگا رہا تھا... نرمی سے... مرہم لگا کر وہ واپس جیب میں رکھ ہی رہا تھا جب شاید اس لڑکی کو نیند میں کسی کی موجودگی کا احساس ہوا تھا... اس کے وجود میں حرکت ہوئی... اور اس سے پہلے کہ وہ لاشعور سے شعور کی حدود میں قدم رکھتی... وہ مردانہ وجود... تیزی سے اٹھا اور کمرے سے باہر نکل گیا

ارمان اور ریمز شانہ کو وہیں لیب میں بند کر کے واپس کینیٹین جا رہے تھے تبھی انہیں پروفیسر اکمل کا بلاوا آ گیا... وہ کینیٹین کی بجائے سیدھے پروفیسر کے آفس پہنچے... وہاں کچھ کام کرتے ہوئے وہ لوگ شانہ کو بالکل فراموش کر چکے تھے... وہاں سے فارغ ہو کر وہ کینیٹین چلے آئے جہاں ان کا پورا گروپ موجود تھا... لکی، ریمز، امتیاز، ارمان... چاروں گپ شپ لگا رہے تھے ساتھ ہی ساتھ کھانا پینا بھی جاری تھا... ارمان کے ہاتھ میں کچھ کیز تھیں جنہیں اب لکی

عادتاً اپنی انگلی پر گھما رہا تھا... پریشے اور لاریب ابھی کلاس میں تھیں... وہ دونوں ان چاروں بوائز سے جو نیر تھیں... لاریب ہاتھ ہلاتی تھکے "...ہائے گاؤز" ... وہ لوگ ہنسی مذاق میں مشغول تھے جب پریشے اور لاریب آتی دکھائی دیں رمیز "...ہائے... کیا دکھی انداز ہے ہائے کہنے کا" ... تھکے انداز میں چیر پر بیٹھی... پریشے نے بھی اس کی تقلید کی اف یار... کچھ مت پوچھو... یہ فریشرز تو دماغ کھالیتے ہیں... اس بار سر... نے شرارت سے کہتے آنکھیں مٹکائیں نے ہماری بھی ڈیوٹی لگادی فریشرز کو گائیڈ کرنے کی... تھک گئی میں تو... لگتا ہے ساری دنیا کے اسٹوڈنٹس آج ہماری پریشے نے دہائی دی... جبکہ فریشرز کے نام پر پانی پیتے ارمان کو اچھو لگا... اس نے "...ہی یونی میں ٹپک پڑے ہیں ارمان اور "...مائی گاڈ" ... ایک دم پریشان چہرہ لیے رمیز کو دیکھا... رمیز بھی اسے ان ہی نظروں سے دیکھ رہا تھا رمیز تیزی سے اپنی سیٹوں سے اٹھے اور کینٹین کے دروازے سے بھاگتے ہوئے باہر نکلے... باقی سب نے حیرت سے لکی "...ڈونٹ نو" ... لاریب نے حیران ہوتے ہوئے امتیاز سے پوچھا "نننن... انہیں کیا ہوا" ... انہیں دیکھا کہتے ہوئے اٹھا... اور ان کے پیچھے ہی باہر آگیا... باقی تینوں نے بھی اسی کی تقلید کی... لکی کے ہاتھ میں ابھی بھی وہ... چابیاں تھیں جو اس نے ارمان سے لی تھیں

ارمان اور رمیز بھاگتے ہوئے لیب تک پہنچے... دو گھنٹے سے زیادہ ہوگئے تھے اس لڑکی کو لیب میں بند کیے... نہ جانے وہ کیا کر رہی ہوگی... کس حال میں ہوگی... ارمان نے دروازے کے پاس پہنچ کر اپنی پینٹ کی جیب ٹٹولی... اسے اچانک یاد آیا کیز تو لکی کے پاس تھیں... وہ واپس مڑا ہی تھا جب سامنے سے "...اوہ شٹ" ... وہ کیز ڈھونڈ رہا تھا کیا ہوا یار... یہاں ایسا کیا ہے جو یوں بھاگتے ہوئے یہاں "... لکی آتا دکھائی دیا... اس کے پیچھے ہی باقی تینوں بھی تھے لکی... تیرے پاس کیز تھیں... ان میں لیب کی بھی کی "... لکی نے قریب آتے پریشانی سے پوچھا "... آگئے وہ سراپہ سوال "...ہاں لیکن... ہوا کیا... کیا ہے لیب میں" .. ارمان نے پھولے سانس کے ساتھ کہا "... ہے یار ایک لڑکی تھی... فریشرز... مذاق مذاق میں ریگنگ کے طور پر اسے لیب میں بند کر دیا ہم نے... سوچا"... تھا آدھے گھنٹے تک نکال لیں گے... لیکن کام میں مصروف ہو کر بھول گئے... اب دوسے اڑھائی گھنٹے ہو چکے ہیں رمیز نے چہرے پر پریشانی سے ہاتھ پھیرتے ہوئے لکی کو بتایا... "... اسے بند کیے... پتا نہیں کس حال میں ہوگی وہ

لکی نے غصیلی نظروں سے دونوں کو دیکھا... انہیں سمجھایا بھی تھا کہ کسی کے ساتھ ریگنگ نہیں کریں گے... لیکن پھر بھی... خیر... ابھی بحث کا وقت نہیں تھا... وہ آگے بڑھا... لیب کے کی ہول میں چابی لگائی... کلک کی آواز سے لاک کھل گیا.... لکی نے ہینڈل گھمایا اور دروازہ کھلتا چلا گیا... وہ سب لیب میں داخل ہوئے... لیب میں اندھیرا تھا جس کی وجہ سے کافی دیر تک تو وہ کچھ دیکھ ہی نہ پائے... جب آنکھیں اندھیرے میں کچھ دیکھنے کے قابل ہوئیں تو لکی کی نظر سامنے دیوار کے ساتھ گری شائے پر پڑی... جس کے بکھرے بال اس کے چہرے پر پھیلے چہرہ چھپا گئے وہ انہیں انفارم کرتا تیزی سے شائے کی طرف بڑھا... تب تک ریمز سوئچ کے "...ارمان.. وہ ہے لڑکی..." تھے کوئی جواب نہ "...ہیلو..." پاس جا کر لائٹ آن کر چکا تھا... لکی نے شائے کے قریب گھٹنوں کے بل بیٹھ کر اسے ہلایا آیا تو اس نے اسے کندھوں سے تھام کر دیوار سے ٹیک لگا کر بٹھایا... اس کی نبض چیک کی... دھڑکن کی رفتار بہت... پریشان آواز میں وہ بتا رہا تھا... سب اس وقت پریشان سے تھے "...یہ بے ہوش ہو چکی ہے..." مدد ہم تھی اتنی ڈرپوک ہے یہ... فقط دو گھنٹے میں ہی بے ہوش... کمرے میں بند ہی تو کیا تھا... اتنا مذاق بھی برداشت نہ کر... لکی نے پریشے سے کہا جو سر ہلاتی وہاں سے "...پریشے... جاؤ پانی لے کر آؤ..." اتنا حیران سا کہہ رہا تھا "...پائی چلی گی... صرف کچھ لمحوں کے لیے لکی کا دھیان ان کی طرف ہوا اور شائے کے کندھے سے گرفت ڈھیلی ہوئی... وہ گردن موڑے کچھ کہنے ہی لگا تھا جب بے سدھ شائے کا سر اس کے چوڑے سینے سے آٹکرایا... لکی ہکا بکا کبھی اسے دیکھتا کبھی ان چاروں کو... پھر ہاتھ بڑھا کر اس کا سر ہٹایا... اس کے خوبصورت ریشمی بالوں کی خوشبو اسے مسحور کر رہی تھی... لکی نے اسے دیوار کے سہارے بٹھا کر اس کے چہرے پر بکھرے بال ہٹائے... ایک پل میں رخ روشن واضح ہوا تھا اور تب ہی... ہاں تب ہی لکی کو اپنے دل کی دھڑکن رکتی محسوس ہوئی... اس کی نظریں جم سی گئی تھیں اس چاند چہرے پر... ایک پل میں اس کا دل اس کے ہاتھوں سے پھسل کر شائے کے پاس گیا تھا... اور وہ بے بس سا دیکھتا ہی رہ گیا... کبھی کبھی ذندگی میں ایسا بھی کوئی وقت آتا ہے... جب انسان ایک پل میں... صرف ایک پل میں.... اپنا آپ گنوا بیٹھتا ہے... اور لکی کی زندگی میں بھی آج وہی پل آ گیا تھا... وہ خود اپنی حالت پر حیران ہوا اٹھا تھا

پریشے نے پانی کا گلاس لکی کے سامنے کیا... وہ اپنے خیالات کے بھنور سے باہر نکلا... اور پانی کا گلاس "...پانی" تھا... اپنی مٹھی میں پانی ڈال کر شائے کے چہرے پر چھینٹے مارے... چند لمحوں بعد اسے ہوش آنے لگا تھا... رونے کی وجہ سے گلا خشک ہوا تھا اسی لیے اس کے منہ سے سب سے پہلا لفظ پانی ہی نکلا... لکی نے گلاس اس کے ہونٹوں سے لگایا... شائے نے دو گھونٹ پانی پیا... پھر گلاس لبوں سے ہٹا دیا... وہ ابھی بھی نیم بے ہوش سی تھی... سر چکرا رہا تھا... سامنے بیٹھے وجود کی طرف دیکھنا چاہا لیکن ناکام رہی... آنکھیں دھندلا رہی تھیں... اس نے سختی سے آنکھیں میچیں... پھر کھول کر سامنے دیکھا... اسے صرف یہ معلوم تھا کہ وہاں پانچ افراد تھے... اور وہ گھبرا گئی تھی ایک دم... نہ جانے کیا ہونے والا تھا اس کے ساتھ... اس تاریک کمرے میں... لکی نے اس کی گھبراہٹ محسوس کر لی... اور اپنی دھڑکنوں کے شور سے نظریں چراتا وہاں سے اٹھ کھڑا ہوا... ارمان نے پریشے اور لاریب کو کچھ اشارہ کیا ڈونٹ وری... خوفزدہ مت ہوں آپ... یہ سب ایک چھوٹا سا مذاق "...تو وہ دونوں شائے کے قریب آئیں لاریب نے نرمی سے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا... دو لڑکیوں کو اپنے پاس پا کر اور ان کا نرم انداز دیکھ کر "...تھا سو سوری فار دس... ہمیں اندازہ نہیں تھا کہ آپ یوں بے ہوش ہو جائیں گی... اور "...اسے کچھ حوصلہ ہوا پھر... کچھ دیر ہی آپ کو اندر رکھنا تھا لیکن ہم اپنے کاموں میں صرف ہو کر آپ کو بھول گئے... اس لیے شاید... مم... مجھے ڈر لگتا... ارمان شرمندگی بھرے لہجے میں کہہ رہا تھا "...آپ ٹینشن میں ہوش و حواس کھو بیٹھیں وہ ابھی بھی خود پر اپنی حالت پر قابو نہ پا "...ہے... اندھیرے سے... دم... دم گھٹتا ہے میرا اندھیرے میں اتنی بڑی ہو گئی... ابھی بھی اندھیرے سے ڈرتی ہے... آجکل کے تو بچے "...سکی تھی... تبھی اٹک اٹک کر بولی رمیز نے امتیاز کے کان میں سرگوشی کی... امتیاز نے اپنی مسکراہٹ چھپائی... "...بھی نہیں ڈرتے اندھیرے سے رمیز اپنا سامنہ لے کر رہ گیا... "...کھسر پھسر بند کرو اپنی"... لکی نے پیچھے سے رمیز کے سر پر ہلکے سے چپت لگائی اس بندے کی پر سنیلٹی ہی ایسی تھی کہ وہ اسے کوئی جواب نہیں دے پاتا تھا... کچھ دیر گزرنے کے بعد شائے کی حالت کچھ سنبھلی تو وہ اٹھ کھڑی ہوئی... لکی نے ایک طرف گری اس کی بکس اٹھائیں... ایک بک کی جلد کھلی ہوئی

لکی نے زیر لب اس کا نام دہرایا... "شائے" ... تھی... اس کے پہلے صفحے پر خوبصورت انداز میں لکھے نام پر نظر پڑی... اور مسکرا دیا... بکس شائے کو تھامیں اور کلاس کا بہانہ بنا کر لمبے لمبے ڈگ بھرتا ان سے پہلے ہی وہاں سے نکل آیا



صبح ناشتے کا وقت تھا... سب ڈاننگ ہال میں ناشتہ کرنے میں صروف تھے... میر بخت آور... ان کے چاروں بیٹے... دو بہنیں... دو بیٹیاں... شائے اس وقت ملازموں کے ساتھ کام میں مصروف تھی... کھانے کی چیزیں کچن سے ٹیبل تک پہنچانا... پھر وہاں ایک طرف کھڑے رہنا تاکہ کسی کو کوئی چیز چاہیے ہو تو وہ فوراً لا کر خدمت میں پیش کرے یہ اس کی ذمہ داری تھی... اور اپنی ذمہ داریوں میں ذرا سی کوتاہی پر ملنے والی سزا سے وہ اچھی طرح واقف تھی... اسی لیے خاموشی سے سب کام کرتی... اسے بعد میں ڈاننگ ٹیبل سے جو کچھ بچ جائے انہی چیزوں کا ناشتہ کرنا ہوتا تھا... اس وقت بھی سب کھا رہے تھے ساتھ باتیں جاری تھیں... شائے جس طرف کھڑی تھی یوسف کی اس کی جانب پشت تھی... اس لیے اس نے یوسف کو ایک نظر دیکھا تک نہیں تھا کہ اس حویلی میں اسے نظریں اٹھانے عمارہ نے فارہ سے کہا جو اس سے دو کرسیوں کے وقفے پر "فارہ... جو س کا جگ دو" ... کی بھی اجازت نہ تھی میرے ہاتھ چکنائی "بیٹھی تھی... فارہ جو اس وقت پر اٹھا کھا رہی تھی اس کے ہاتھوں پر گھی کی چکنائی سی لگی تھی اے... ادھر آو... جو س ڈال کر دو" ... اس کی طرف سے صاف جواب دیا گیا تھا "والے ہیں... خود پکڑ لو عمارہ نے تحکم سے شائے کو بلایا... اتنی تمیز بھی نہ تھی کہ شائے اس سے بڑی ہے یہی خیال کر لے... "گلاس میں شائے خاموشی سے آگے بڑھی اور اس کے گلاس میں جو س ڈالنے لگی... وہ اس وقت یوسف کے بالکل سامنے کھڑی تھی... اور یوسف... وہ ہاتھ روکے اسے ہی دیکھے جا رہا تھا... شائے کو اس کی گھورتی نظروں کا احساس ہوا... دھیان بٹ گیا تھا... اس سے پہلے کہ وہ نظر اٹھا کر یوسف کی طرف دیکھتی... جو س کے چند چھینٹے عمارہ کے کپڑوں آہ... میرا ڈریس... ستیاناس کر دیا میرے ڈریس کا... تم... انتہائی گھٹیا... پر گر گئے... وہ چیخ اٹھی تھی عمارہ چلا رہی تھی... جبکہ شائے اپنے بارے میں ایسے تضحیک آمیز الفاظ سن کر بھی خاموش رہی... "لڑکی ہو البتہ آنکھوں میں آنسو اٹھانے لگے تھے... وہاں بیٹھے سبھی افراد نے نفرت بھری نگاہوں سے اس کی طرف دیکھا...

اس کے ماں باپ نے تمیز نہیں سکھائی اسے ... انتہائی بد تمیز ہے ... جلتی ہے ہم " ... عمارہ ابھی بھی چلا رہی تھی سے .. ہر چیز خراب کرتی ہے ... کوئی بھی کام ڈھنگ کا نہیں کرتی ... پتا نہیں کہاں گزری ہے اس کی ساری " ... زندگی ... نہ جانے کیسے ماں باپ کی اولاد ہے ... جنہیں اتنی عقل نہیں کے اولاد کی تربیت کیسے کرتے ہیں یوسف نے چچ پلٹ میں پٹھا ... شائے کے ضبط سے سرخ ہوتے چہرے کو دیکھا ... جو ایک طرف مجرموں کی طرح سر جھکائے کھڑی تھی جیسے نہ جانے کتنا بڑا جرم ہو گیا ہے اس سے ... اور پھر ایک نظر اپنی بہن پر ڈالی ... جو جان بوجھ یوسف نے سرد آواز میں کہا ... شائے کو موقع ملنے کی دیر تھی وہ " ... تم جاؤ یہاں سے " ... کربات بڑھارہی تھی تیزی سے بھاگتی ہوئی کچن میں آئی اور کب سے روکے ہوئے آنسوؤں کو بہنے دیا ... وہ ہچکیوں سے رو رہی تھی ... جتنی بھی کوشش کرتی کہ کوئی غلطی نہ ہو اتنا ہی غلط کر جاتی ... اور پھر اس کے سامنے اس کے ماں باپ کی تربیت کو گالی دی جاتی ... اور وہ ... وہ منہ سے کھڑی رہتی ... ملازمین ہمدردی سے اسے دیکھ رہے تھے جواب ہچکیوں سے رو رہی بس کر دو عمارہ ... ایسی " ... تھی ... باہر عمارہ ابھی بھی شور مچا رہی تھی ... تبھی شائے کے کانوں میں ایک آواز پڑی کیا آفت آگئی ہے جو گھر سر پر اٹھا رکھا ہے ... ایک ذرا سا جوس گر گیا ہے نا ... چینیج کر لو ... یوں تماشا کرنے کی کیا یوسف سختی سے عمارہ سے کہہ رہا تھا ... " ... ضرورت ہے ... اگر کھانا کھانا ہے تو ٹھیک ... ورنہ اپنے روم میں جاؤ شائے کو اپنے کانوں پر یقین نہیں آیا ... حویلی میں کوئی اس کا بھی ہمدرد ہو سکتا ہے ... کوئی یوں اس کی بھی سائیڈلے سکتا ہے ... باوجود اس کے کہ وہ فانی میں آئی ہے ... کوئی یوں اس کی طرف داری کر سکتا ہے ... وہ بے یقین تھی ... عمارہ جو یہ سوچ رہی تھی کہ اس کے واویلا کرنے پر اب کوئی نہ کوئی شائے پر ہاتھ اٹھائے گا یوسف کے یوں ڈانٹنے پر ایک دم خاموش ہوئی ... حیرت سے اس کی طرف دیکھا ... وہ جو کبھی گھر کے معاملات میں نہ بولا تھا آج اس نے یوں سب کے سامنے ڈانٹا تھا اسے ... باقی گھر والے بھی خاموش تھے ... کیونکہ یوسف کبھی کچھ کہتا نہیں تھا ... لیکن اگر کسی معاملے پر کچھ بولتا تو اس کا انداز اتنا دو ٹوک ہوتا کہ کوئی اس کے سامنے کچھ کہہ نہ پاتا ... عمارہ نے جب دیکھا کہ سب ناشتے میں مصروف ہو چکے ہیں اور اب اس کی دال گلنے والی نہیں تو پیر پٹختی وہاں سے چلی گئی

گرمیوں کا موسم تھا... پتی جولائی... جس سے بھری دوپہریں... تمام اسکول، کالج اور یونیورسٹیز گرمیوں کی چھٹیوں کے باعث بند تھیں... شائے جو کہ اپنی پڑھائی کے لیے شہر کے ہاسٹل میں ہی رہائش پذیر تھی، ہر ویک اینڈ پر گاؤں آتی... اور ویک اینڈ بھر پور طریقے سے گزار کر واپس چلی جاتی... اب گرمیوں کی چھٹیوں کی وجہ سے اسے موقع ملا تھا اپنوں کے پاس رہنے کا... ایک مہینہ تھا اس کے پاس... اور وہ اس ایک مہینے کا ہر لمحہ اپنوں کے سنگ گزارنا... چاہتی تھی... اس کے بعد اسے واپس چلی جانا تھا باقی کی چھٹیوں میں اپنی اسائنمنٹس وغیرہ بنانی تھیں

جس دن سے وہ آئی تھی میر عبد الرحمان کی حویلی میں رونق سی آگئی تھی... تتلی کی مانند وہ یہاں سے وہاں، وہاں سے یہاں گھومتی رہتی... جب سے آئی تھی ایک پل سکون سے نہ بیٹھی... کبھی اپنے پورشن میں تو کبھی تایا جی کے پورشن میں جا کر تایا جی سے گپیں لڑتی... طاہر بھی انگیجمنٹ کے بعد ملک سے باہر جا چکا تھا ہائر اسٹڈیز کے لیے... اس لیے... وہ بلا جھجک آزادانہ ان کے پورشن میں بھی چلی جاتی

گرمی کی اس جس زدہ دوپہر میں اچانک کہیں سے بادل اُٹ آئے جنہوں نے پورے آسمان کو اپنی لپیٹ میں لے کر سورج کو چھپنے پر مجبور کر دیا... موسم نے ایک دم کروٹ بدلی... ہلکی ہلکی ہوا بھی چلنے لگی... شائے کو اچانک ہی شوق چڑھ گیا اپنے کھیتوں میں جانے کا... اور جب وہ ایک بات کہہ دے تو پھر اپنی منوا کر رہتی تھی... پچھلے ایک گھنٹے سے وہاں جی اور بھابھی کا سر کھار ہی تھی کہ اس کے ساتھ چلیں کھیتوں میں... کیونکہ ان کے کھیت گاؤں سے کافی ہٹ کر تھے اس لیے اسے اکیلے جانے کی اجازت نہ تھی... ماں جی جوڑوں کے درد کے باعث پیدل اتنی دور نہیں جاسکتی تھیں اور گھر میں کوئی مرد موجود نہ تھا جو انہیں کھیتوں تک چھوڑ آتا... دوسرا یہ کہ شائے کی ضد تھی کہ اسے پیدل ہی جانا ہے... لہذا اس نے بھابھی کو راضی کیا ساتھ چلنے کو... بھابھی کچھ پس و پیش کے بعد بالآخر اس کی خوشی کے لیے مان ہی گئیں... اور اب وہ، بھابھی اور بھابھی کے دونوں چھوٹے بیٹے جو تین اور پانچ سال کے تھے وہ چاروں سڑک کے کنارے چلتے جا رہے تھے... خوشگوار موسم میں اس کا موڈ بھی بے حد خوشگوار ہو چکا تھا... بھابھی سے باتیں کرتے کرتے دونوں چھوٹے بچوں کے ساتھ شرارتیں کرنے لگتی... بھابھی نے اس کے چہرے پر کھلتے رنگوں کو دیکھ کر دل ہی دل میں نظر بد سے بچے رہنے کی دعا کی تھی... وہ بے شک ان کی نند تھی لیکن ان کے درمیان کبھی بھی نند بھاوج

والا رشتہ نہ رہا تھا... شائے ان سے یوں ہنسی مذاق کرتی جیسے ان کی سہیلی ہو... انہیں اکلوتی نند ملی تھی جس میں اکڑا اور... غرور کا نام و نشان تک نہ تھا... جو مزاج کی بے حد اچھی تھی... اور وہ خدا کا شکر ادا کرتیں

آدھا گھنٹہ پیدل سفر کرتے آخر وہ لوگ اپنے کھیتوں میں پہنچ ہی گئے... شائے تو جاتے ہی شہتوت کے درخت پر چڑھ گئی... اسے شہتوت بہت پسند تھے... خاص طور پر درخت کے اوپر چڑھ کر شہتوت توڑ کر کھانا اس کا من پسند مشغلہ تھا... ابھی بھی وہ بلیو گھٹنوں تک آتی قمیض کے ساتھ سفید ٹراؤزر میں ہم رنگ دوپٹے اوڑھے بالکل بچی لگ رہی تھی... یونی میں وہ سنجیدگی کا لبادہ اوڑھے رکھتی... لیکن یہاں گاؤں آکر، گھر والوں کے لاڈ پیار کی وجہ سے بچوں کی... سی لا ابالی حرکتیں کرتی... کوئی اسے دیکھ کر یہ نہیں کہہ سکتا تھا کہ وہ یونی کی سنجیدہ اور میچور اسٹوڈنٹ ہے

یونہی کھیتوں میں شرارتیں کرتے ایک درخت سے دوسرے درخت پر جاتے انہیں تین گھنٹے گزر گئے... ہوا کے ساتھ بادل اڑ کر کسی اور جگہ کا رخ کر چکے تھے اور سورج نے بھی دوبارہ اپنا دیدار کروا دیا تھا... عصر کے بعد کا وقت تھا... وہ سب اب جامن کے درخت کے سائے میں بیٹھے تھے... بھابھی دوبارہ واپسی کا کہہ چکی تھیں لیکن شائے ابھی واپس نہیں جانا چاہ رہی تھی... وہیں کبھی بھابھی کے ساتھ تو کبھی بچوں کے ساتھ سیلفیاں لیتی، ہنستی کھکھلاتی بہت معصوم لگ رہی تھی وہ... تبھی تین سالہ اسامہ کو پیاس محسوس ہونے لگی... چھوٹے بھائی کی طرف دیکھ کر طلحہ بھی پانی پینے کی ضد کرنے لگا... وہ اور بھابھی پریشان ہو گئیں... آتے وقت موسم ٹھنڈا تھا اور کچھ شائے نے جلدی مچائی تھی تو پانی کی بوتل لینا یاد ہی نہ رہا... گھر بھی بہت دور تھا اور کڑی دھوپ تھی... ایسے میں بچے بغیر پانی پیے اتنا سفر بھابھی... "کیسے کرتے... تھی بھی بہت ضدی... اب پانی پیے بغیر اپنی جگہ سے ایک انچ نہیں ہلنا تھا انہوں نے شائے نے پریشانی سے پوچھا... بھابھی نے پانی کی تلاش میں ارد گرد نگاہ دوڑائی کہ شاید کوئی ٹیوب "اب کیا کریں ویل چل رہا ہو لیکن نظریں مایوس لوٹ آئیں... اسامہ نے باقاعدہ رونا شروع کر دیا تھا... بھابھی اسے چپ کروانے کی کوشش کرنے لگیں... شائے جو خود بھی اس سچویشن سے تھوڑی پریشان ہو گئی تھی اس کی نظر کچھ فاصلے پر ایک بھابھی... وہ سامنے دیکھ رہی ہیں... ٹریکٹر سے کوئی آدمی "ٹریکٹر پر پڑی... کچھ سوچ کر وہ بھابھی کی جانب جھکی "ہل چلا رہا ہے کھیت میں... شاید اس کے پاس پانی کی بوتل ہو... آپ ویٹ کریں میں اس سے پوچھ کر آتی ہوں

اس سے پہلے کہ بھابھی اسے کچھ کہتیں وہ تیز تیز قدموں سے آگے بڑھ گئی... وہ نہیں جانتی تھی کہ ان کے کھیتوں کے ساتھ والے کھیت کس کے ہیں... نہ ہی یہ خبر تھی کہ ہل چلانے والا آدمی کون ہے... لیکن شہر جانے کے بعد اتنا تو... اعتماد آگیا تھا اس میں کہ اگر مدد کی ضرورت پڑتی تو کسی اجنبی سے مدد مانگ سکتی

ٹریکٹر پر موجود شخص نے شاید اسے نہیں دیکھا تھا... تبھی وہ اپنے کام میں مصروف رہا... ساتھ اونچی آواز میں میوزک آن کر رکھا تھا... شائے جب تک کھیت کے نزدیک پہنچی ٹریکٹر دوسری جانب جا چکا تھا... اور اس شخص کی شائے کی جانب پشت تھی... شائے نے آوازیں دیں لیکن ٹریکٹر اور میوزک کی آواز میں اس کی آواز دب سی گئی... شائے تیز تیز قدم اٹھاتی کھیت کے کنارے کنارے چلتی ٹریکٹر کی جانب بڑھنے لگی... اور پیچھے سے بھاگتی ہوئی کچھ فاصلے پر ایک دم ٹریکٹر کے سامنے جا کھڑی ہوئی... وہ شخص جو گردن گھما کر ارد گرد کھیت کا جائزہ لے رہا تھا اور تنقیدی نگاہ سے اپنے کام کو دیکھ رہا تھا اس نے گردن سیدھی کی تو ٹریکٹر کے بالکل سامنے گرمی کی تمازت سے سرخ چہرہ لیے ایک خوبصورت چہرے کو دیکھا... اسے جھٹکا سا لگا تھا ایک دم... اس لڑکی کو یہاں، یوں اپنے سامنے دیکھ کر... اسے خود کشی کرنے کو میرا ٹریکٹر ہی ملا تھا کیا... تاکہ مجھے اپنے قتل کے الزام میں پھنسا... اس نے ٹریکٹر کو روک دیا وہ بڑبڑایا... سمجھ نہیں پا رہا تھا کہ آخر یوں اچانک سامنے آنے کی وجہ کیا تھی... وہ اس سے کچھ کہہ رہی... "سکے تھی شاید... اس نے جلدی سے میوزک بند کیا اور چھلانگ لگا کر ٹریکٹر سے اترا... غور سے اس لڑکی کی جانب... دیکھا

اگر میوزک سننے"... شائے نے جب اسے ٹریکٹر روکتے دیکھا تو سکھ کا سانس لیا اور نہ لگ رہا تھا وہ اسے کچل ہی ڈالے گا کاتنا ہی شوق ہے تو بندہ آواز آہستہ رکھے... خود سننے کا لگایا ہے یا پوری دنیا کو سننے کے لیے... ہو نہ پتا نہیں کیسے کیسے لوگ بستے ہیں یہاں... آوازیں دے دے کر گلابیٹھ گیا میرا... لیکن صاحب بہادر تو گویا کانوں میں روئی ٹھونسے وہ اونچی آواز میں بڑبڑا رہی تھی... جانتی تھی اتنی اونچی میوزک کی آواز میں وہ اسے کہاں سن پائے " ... بیٹھے ہیں گا... لیکن اگلے ہی لمحے وہ پلنیر آف کر چکا تھا... شائے نجل سی ہوئی... اندازہ لگانا مشکل ہو گیا کہ اس نے شائے کی... بات سن لی ہے یا ویسے ہی پلنیر آف کیا

وہ اب ٹریکٹر سے اتر کر وہیں کھڑا تھا... شائے چلتی ہوئی قریب آئی تاکہ پانی کا پوچھ سکے... قریب آکر بغور اس شخص کی جانب دیکھا... جس نے منہ پر رومال لپیٹ رکھا... غالباً مٹی کی وجہ سے... صرف اس کی آنکھیں نظر آرہی تھیں... ہیزل گرین خوبصورت آنکھیں... بھورے بال جو پسینے کے باعث ماتھے پر چپکے تھے... شائے کو عجیب سا فیمل ہوا... کچھ تو عجیب تھا... شاید اس کی آنکھیں.... جن میں چمک تھی... بے تحاشا چمک... اور وہ مسلسل شائے کو دیکھے چلا جا رہا تھا... یک ٹک... بنا پلک جھپکے... بے خودی سے... بے اختیارانہ کیفیت میں... شائے کے... منہ کے زاویے بگڑے... لیکن اس کے باوجود اس نے اپنی نظروں کا زاویہ نہ بدلا

... وہ مدعے پر آئی تاکہ جلد از جلد اس کی نگاہوں کے حصار سے دور جاسکے "نہ نہ... آپ کے پاس پانی ہوگا" وہ چونکا تھا... جیسے کسی نے حسین خواب دیکھتے ہوئے اسے جگا دیا ہو... نخل سا ہوتا وہ "ہوں... کک... کیا" پانی... پانی چاہیے... اکیچو نکلی وہ ادھر ہمارے کھیت ".... بالوں میں ہاتھ پھیر کر رہ گیا... نظریں بھی اس سے ہٹالیں ہیں... ہم پانی لانا بھول گئے ہیں... بچوں کو پیاس لگی ہے اور گھر کافی دور ہے... اگر آپ کے پاس پانی کی بوتل ہے شائے نے کہتے ہوئے ایک جانب اشارہ کیا... اس نوجوان نے اس جانب دیکھا... اور پھر چونک ".... تو دے دیجیے کر شائے کی جانب... اس بار اس کی نگاہوں کے تاثرات بدل چکے تھے... جیسے بے یقینی سی ہو... حیرت... یا کچھ اور... کیا... نہ نہ نہ شائے اندازہ نہ لگا سکی... شاید اس کا منہ ڈھکا ہوا نہ ہوتا تو وہ اس کی کیفیت پڑھ لیتی اس کے چہرے سے... خیر اسے تو اپنے مطلب سے غرض تھی... چند لمحوں بعد ان شخص نے خود کو سنبھال لیا تھا... رخ ٹریکٹر کی جانب موڑ کر ایک بوتل برآمد کی جو پانی سے بھری تھی... اور شائے کی جانب دیکھے بنا، منہ سے ایک لفظ نکالے بنا بوتل اس کی طرف بڑھادی... شائے نے بوتل تھامی اور مڑ گئی... جبکہ وہ شخص... اس کی نظروں نے بہت دور تک اس کا پیچھا کیا تھا... آنکھوں میں کچھ تھا... کچھ ایسا... جو ٹوٹ گیا تھا... ابھی کچھ دیر پہلے وہ سر پر انڈو ہوا تھا اسے اپنے سامنے دیکھ کر... دل کو خوشی ہوئی تھی... کتنی جلدی یہ خوشی اداسی میں تبدیل ہو گئی تھی... اس کی خوشیوں کی عمر بہت کم ہوتی تھی... کون جانتا تھا کہ وہ جسے لوگوں نے لکی کا نام دے رکھا تھا وہ خود اپنے لیے کتنا ان لکی تھا...

زوردار تھپڑ کی آواز پوری حویلی میں گونج اٹھی تھی... شائے کو لگا اس کے سامنے زمین و آسمان گھوم "...چٹاخ" گئے ہیں... وہ تھپڑ کھا کر لڑکھڑائی اور قریب کی دیوار سے جا لگی... سر بہت زور سے دیوار سے ٹکرایا... تکلیف کی شدت سے وہ سر کو تھامے بیٹھتی چلی گئی... بال چہرے پر بکھر گئے... کچھ پل کے لیے تو وہ سمجھ ہی نہ سکی کہ اس کے کیا... چہرے پر تھپڑ لگنے کے باعث ہونٹ کا کنارہ پھٹ گیا تھا.. جہاں سے خون نکلنے لگا... دیوار سے ساتھ ہوا ٹکرانے کے باعث کنپٹی کے ایک طرف کی جگہ سرخ ہو کر سو ج گئی... وہ وہیں زمین ہر بیٹھی رو رہی تھی... گھٹ... گھٹ کر... بغیر آواز کے

میر بخت آور کو ضروری کام سے شہر جانا تھا... انہوں نے اپنا سفید کلف لگا سوٹ استری کرنے کی ذمہ داری شائے کو دی... دل ہی دل میں وہ اس بات کے معترف تھے کہ وہ لڑکی بہت جلد کام سیکھ گئی تھی... اب انہیں شائے کے علاوہ کسی اور کے ہاتھ سے استری کیے گئے کپڑے پسند نہ آتے تھے... چاہے ان کے ڈر سے ہی سہی... مار کے خوف سے ہی سہی لیکن وہ لڑکی بہت دلجمعی سے ہر کام کرتی کہ باوجود کوشش کے وہ کوئی نقص نہ نکال پاتے... وہ دک ہی... دل میں اس کی اچھائی کے قائل ہو گئے تھے لیکن زبان سے اعتراف کرنا اپنی شان کے خلاف سمجھتے تھے

آج بھی شائے نے اچھی طرح کپڑے استری کر کے ان کے روم میں رکھے... یوں کہ ایک سلوٹ تک نہ تھی ان پر... کپڑے ان کے کمرے میں رکھے اور ساتھ ہی چائے بھی جو انہوں نے منگوائی تھی... دونوں چیزیں رکھ کر وہ... نیچے آگئی کہ اور بھی بہت سے کام اس کے منتظر تھے

عمارہ دو دن پہلے شائے کے باعث یوسف کے ہاتھوں ہوئی اپنی بے عزتی بھولی نہ تھی اسی لیے وہ موقع کی تاک میں تھی کہ اس سے بدلہ لے سکے... اور آج اسے موقع مل چکا تھا... وہ خاموشی سے بابا جان کے کمرے میں گئی... لبوں پر استہزائیہ مسکراہٹ تھی... بابا جان اس وقت باتھ روم میں تھے... وہ جلدی سے آگے بڑھی... سائیڈ ٹیبل پر پڑی ٹرے میں سے چائے کا کپ اٹھایا اور چائے کپڑوں پر گرا دی... سفید شلوار سوٹ پر چائے گرتے ہی بد نما نشان چھوڑ گئی تھی... اس نے کپ کو بیڈ کے ایک طرف یوں رکھ دیا کہ دیکھنے پر محسوس ہوتا کہ بے دھیانی میں کپ رکھا گیا ہو اور

کپ لڑھک گیا جس کی وجہ سے کپڑے خراب ہو گئے... ٹرے ہاتھ میں لیے وہ مسکراتی ہوئی کمرے سے باہر چلی وہ نفرت زدہ لہجے میں بڑبڑائی... اور باقی سب اس کی امید کے "... شائے بی بی... اب تو تمہاری شامت پکی..." گئی مطابق ہی ہوا... میر بختاؤر چینیختے چلاتے باہر آئے... شائے جو کچن میں برتن صاف کر رہی تھی اسے بالوں سے پکڑے گھسیٹتے ہوئے لاؤنج میں لے کر آئے... بال کھینچنے کی وجہ سے کھل کر پشت ہر بکھر گئے... اسے لعن طعن کرتے ہوئے میر بختاؤر نے اس پر ہاتھ اٹھانے سے بھی گریز نہ کیا تھا... اور یہ منظر دیکھ کر ایک طرف کھڑی عمارہ کے... دل میں ٹھنڈک سی اتر گئی... سر جھٹک کر اس نے سامنے دیکھا جہاں باباجان ابھی بھی چلا رہے تھے

تم... تم انتہائی گھٹیا درجے کی لڑکی ہو... پتا نہیں کیا کھا کر جنم دیا ہے تمہاری ماں نے تمہیں... کام کی نہ کاج" کی... دشمن اناج کی... تھو ہے تم پر... اور ان پر جنہوں نے تمہاری ایسی تربیت کی... کسی کام کی عقل نہیں ہے تنفر سے کہا گیا تھا اور وہ روتے ہوئے اپنا قصور نہ ہونے کے باوجود "... تمہیں... ہر کام بگاڑ کر رکھ دیتی ہو... جاہل... ان کی پھٹکار سن رہی تھی... کہ اس کے سوا کوئی چارہ نہ تھا... میر بختاؤر تن فن کرتے وہاں سے چلے گئے

اپنے کمرے کے دروازے سے نکلتے یوسف نے باباجان کی ایک ایک بات سنی تھی... ان کا شائے پر ہاتھ اٹھانا بھی دیکھا تھا... نفرت سی ہوئی تھی اسے سب گھر والوں سے... مٹھیاں بھینچ گئی تھیں... آنکھوں میں سرخی سی چھانے لگی... لیکن وہ بے بس تھا... بہن کو تو اس دن ٹوک دیا... لیکن اب سامنے باباجان تھے... اور وہ ان سے کیا کہتا... کیسے ان کے سامنے شائے کی حمایت کرتا... اور کیا کہتا... اسے غصہ آنے لگا اپنی بے بسی پر... کہ اس سے نکاح کیا تھا اس نے... اس کا مجازی خدا تھا وہ... پھر بھی اس کا محافظ نہ بن پایا تھا... ایک نظر نیچے بے حال بیٹھی شائے پر ڈالی جس کا... وجود ہچکیوں کی وجہ سے لرز رہا تھا... مڑ کر کمرے میں گیا اور غصے میں زوردار آواز میں دروازہ بند کر دیا

حویلی کے پچھلے لان میں شائے نے واشنگ مشین لگا رکھی تھی... صبح سے لگی تھی وہ... پہلے حویلی کے سب کام کیے... اس کے بعد سب کے جمع شدہ کپڑے لانڈری کرنے کے لیے پچھلے لان میں آگئی... دوپہر ایک بجے کا وقت تھا... شدید گرمی اور کڑی دھوپ میں باہر ایک منٹ کھڑے ہونا بھی محال تھا... حویلی کے افراد اس وقت اپنے اپنے

کمروں میں محو استراحت تھے اور وہ... وہ اس وقت بھی کام میں مصروف تھی... پسینے میں شرابور... گرمی سے بے بحال ہوتی... نازک سی لڑکی... اور نہ جانے کتنے امتحان باقی تھے... کتنی سزائیں جھیلنی تھیں اسے... دھیرے دھیرے وہ بے حس ہوتی جا رہی تھی... جسے اب اپنی ذرہ بھر پروانہ تھی... وہ لڑکی جو ہر وقت نک سک سی تیار رہتی... اب دوسروں کی اترن پہنے جسم جلاتی گرمی میں بھی کام میں لگی رہتی... اب تو اسے خود بھی اپنے آپ پر ترس نہ آتا تھا... ہونٹ کا کنارہ سو جا ہوا تھا... کل دیوار سے ٹکرانے کے باعث ماتھے پر بنا زخم بھی واضح تھا... اور اس کا ہاتھ... جو جاتے جاتے میر بختا اور اپنے پاؤں تلے کچل گئے تھے اس کی انگلیاں چھلی ہوئی تھیں... لیکن وہ اب بھی بے حس بنی سب کام سرانجام دے رہی تھی... کون جان سکتا تھا کہ یہ وہی لڑکی ہے جسے اس کے ماں باپ اور بھائیوں نے ہتھیلی کا چھالا بنا کر رکھا تھا... جسے کبھی ایک کا ثنائت نہ چھنے دیا گیا تھا... اب وہ قسمت کے کیسے کیسے ستم... جھیل رہی تھی

کپڑے سوکھنے کو ڈالے تھے اس نے... اور ہاتھ دھوتی ہوئی حویلی کے اندرونی حصے کی جانب بڑھی... تاکہ لٹچ کی تیاری کر سکے... حویلی کے پچھلی جانب کوئی دروازہ نہ تھا... اس لیے پیچھے سے گھوم کر سامنے کے داخلی دروازے سے اندر جانا پڑتا تھا... اس نے دروازے کے ہینڈل پر ہاتھ رکھا ہی تھا جب بلا ارادہ نظر حویلی کے مین گیٹ پر پڑی... اور وہ وہیں منجمد ہو گئی... قدم جم سے گئے... اسے اپنی آنکھوں پر یقین کرنا مشکل ہونے لگا... گیٹ کی سلاخوں کے درمیان سے باہر کا منظر نظر آ رہا تھا... جہاں صارم... ہاں صارم... اس کا جڑواں بھائی کھڑا تھا... گیٹ کیپر سے کچھ کہتا ہوا... اس کی منت کرتا ہوا... وہ شائے سے ملنے آیا تھا... دل کے ہاتھوں مجبور ہو کر... ایک سال ہو چکا تھا اپنی بہن کو دیکھے ہوئے... آج اسے قسمت اس حویلی کے سامنے لے آئی تھی جس کے قریب سے گزرنا بھی ان کے خاندان کو گناہ لگتا... اور اگر اس حویلی کے مکین اس یہاں دیکھ لیتے تو شاید جان سے مار دیتے... لیکن وہ بغیر نتائج کی پرواہ کیے... بغیر کسی کو بتائے یہاں آ گیا تھا... گیٹ کیپر بار بار اسے وہاں سے چلے جانے کو کہہ رہا تھا لیکن صارم نے اس کے سامنے ہاتھ جوڑ دیے... اس کی منتیں کرنے لگا تھا... کہ اسے شائے سے ملو ادیس... اگر ملو انہیں سکتے تو... کسی بہانے اسے سامنے لے آئیں... وہ ایک نظر اسے دیکھے گا اور خاموشی سے چلا جائے گا

چلی جائے... اس کے کندھے پر سر رکھ کر روئے... زار و قطار... بے شائے کا دل چاہا بھاگ کر اپنے بھائی کے پاس حد و حساب... لیکن کس موڑ پر لے آئی تھی ذندگی... کہ اپنے بھائی سے ملنا تو دور... دیکھنے تک کی اجازت نہ تھی اسے... شائے کی آنکھیں بھینگے لگی تھیں... اپنی بے بسی دیکھ کر... بھائی کی تڑپ دیکھ کر... تبھی صارم کی نگاہ بھی اس پر پڑی تھی... اور وہ... جو یہ سمجھتا تھا کہ اپنی گڑیا کو ایک نظر دیکھ کر دل کی پیاس بجھ جائے گی... اس کا حال دیکھ... کر تڑپ مزید بڑھی تھی... تشنگی میں مزید اضافہ ہوا تھا

شائے کے چہرے پر لگے زخم دیکھ کر وہ افیت سے دہرا ہوتا چلا گیا... گیٹ کیپر نے اندر جا کر گیٹ بند کر دیا... صارم وہ بے بسی سے چلاتے ہوئے رو پڑا... دونوں ہاتھوں سے سلاخوں کو تھامے "... گڑیا..." بھاگ کر گیٹ تک آیا تھا وہ بھینگتی آنکھوں سے اسے دیکھتا وہ رو رہا تھا... شائے کے دل کو کچھ ہوا... بے بسی کی انتہا پر جا کر وہ رخ موڑ گئی تھی... کہ خود پر گزری ہر تکلیف برداشت کر سکتی تھی لیکن بھائی کو اس حال میں کیسے دیکھتی... رخ موڑے کانپتے... ہاتھوں سے دروازے کو تھام کر اس کا سہارا لیتے ہوئے وہ اندر جانے لگی تھی جب کسی کی گرجدار آواز پر تھم گئی "... تمہاری ہمت بھی کیسے ہوئی ہماری حویلی کے قریب آنے کی... کس کی اجازت سے یہاں تک آئے ہو تم "

سیف نہ جانے کس وقت وہاں آیا تھا... شائے مڑی تو سامنے کا منظر دیکھ کر کرب سے آنکھیں میچ لیں... سیف صارم کا گریبان پکڑے خونخوار انداز میں اسے گھور رہا تھا... جبکہ صارم... وہ تو اس کی طرف متوجہ ہی نہ تھا... اس دفع ہو جاؤ یہاں سے... اگر آئندہ اس حویلی کے آس... کی نظریں تو اپنی لاڈلی بہن کے ذنمی چہرے پر ہی جمی تھیں نفرت سے اسے دھکا دیا تھا سیف نے... صارم منہ کے "... پاس بھی پھٹکے تو اپنی ٹانگوں پر واپس نہیں جاسکو گے تم بل گرا تھا... کپڑے مٹی میں لتھڑگئے تھے... لیکن وہ پھر بھی شائے کو ہی دیکھ رہا تھا جو بھائی کے گرنے پر تڑپ کر آگے بڑھی لیکن سیف کو دیکھ کر پھر رک گئی کیونکہ سیف اب اسے ہی گھور رہا تھا... پھر دروازہ کھول کر وہ تیز تیز... قدموں سے اس کی طرف بڑھنے لگا... گیٹ کیپر نے صارم کو اٹھایا اور دھکے دے کر اسے گیٹ سے دور لے گیا

کیا لینے آئی ہو تم یہاں... جانتی ہونا وانی کے "... سیف نے شائے کے قریب آتے ہی طیش سے اسے بالوں سے پکڑا شائے نے روتے ہوئے اس کے ہاتھ سے اپنے بال چھڑانے "... اصول... پھر کیوں آئی تھی اس کے سامنے

بتاؤ... تم نے بلایا تھا اسے یہاں... کتنی بار آچکا ہے وہ تم سے ملنے... کب سے چل رہا ہے یہ سب... " ... چاہے اس نے اٹے ہاتھ کا تھپڑ رسید کیا تھا... اسے... اور اس کا بازو پکڑ کر " ... ہماری آنکھوں میں دھول جھونک رہی ہو تم مروڑا... شائے کے منہ سے چیخ نکلی تھی... تبھی یوسف حویلی کے گیٹ سے اندر داخل ہوا... ایک پل کو سامنے کا اگر " ... منظر دیکھ کر چکر اکر رہ گیا تھا وہ... لب سختی سے بھنچے... بمشکل خود کو کنٹرول کرتا وہ ان کی طرف بڑھنے لگا ایک ہاتھ سے اس کا بازو مروڑ رکھا تھا اور " ... دوبارہ ایسا کچھ دیکھنا... تو زندہ زمین میں گاڑ دوں گا تمہیں... سمجھی دوسرے ہاتھ سے اس کی تھوڑی دبوچی... شائے نے ضبط کرتے ہوئے آنکھیں سختی سے میچیں... یوں لگ رہا تھا قریب سے کوئی آواز ابھری تھی... شائے نے آنکھیں " ... سیف... چھوڑو اسے " ... جیسے بازو ٹوٹ جائے گا کھولیں... یوسف کھڑا تھا... ان سے کچھ فاصلے پر... شائے کی طرف ایک نظر ڈالے بغیر وہ سیف سے مخاطب تھا... اس نے کچھ کہنا چاہا تھا... لیکن یوسف کے چہرے پر " .. یوسف... یہ لڑکی " ... سیف حیران ہوا اس کی بات پر بے تاثر لہجے میں کہا تھا اس نے... " ... سیف... کہانا... چھوڑو اسے " ... ابھرتے سخت تاثرات دیکھ کر رک گیا انداز دو ٹوک تھا... سیف نے لب بھینچتے ہوئے شائے کو زور سے دھکا دیتے ہوئے چھوڑ دیا... شائے لڑکھڑائی تھی... یوسف سے ٹکرا کر زمین بوس ہونے والی تھی جب یوسف نے اس کا ہاتھ تھام کر اسے گرنے سے بچایا... سیف نے سلگتی نظروں سے یہ منظر دیکھا... وہ سنبھل گئی اور حیران نظروں سے یوسف کو دیکھنے لگی... یوسف نے نظر جھکا کر اپنے ہاتھ میں موجود اس کے ہاتھ کو دیکھا... باباجان کے بھاری جوتوں تلے کچلا گیا زخمی ہاتھ... چھلی ہوئی انگلیاں... اس کی آنکھیں میں مرچیں سی بھرنے لگیں... خود پر ضبط کرتے ہوئے اگلے ہی پل یوسف نے اس کا ہاتھ چھوڑ دیا... شائے یک ٹک اس کے چہرے کو دیکھ رہی تھی... سفید کرتا شلواریں میں ملبوس... ہیزل گرین آنکھیں... پیشانی پر بکھرے بال... چہرے پر ہلکی ہلکی داڑھی... جو اس کی سفید رنگت پر بہت فحش رہی تھی... لیکن... کچھ تو تھا... جو عجیب تھا... بہت عجیب... شادی کے اس ایک سال میں آج پہلی بار شائے نے اسے اپنے قریب اتنے غور سے دیکھا تھا... اور اسے لگا جیسے اس نے پہلے بھی یہ چہرہ دیکھ رکھا ہے... لیکن کہاں... وہ الجھی... باوجود کوشش

کے اسے یاد نہ آیا... یوسف نے اسے خود کو بغور دیکھتے پایا تو رخ موڑ گیا... پھر لمبے لمبے ڈگ بھرتا اندر چلا گیا... جبکہ... سیف... وہ شائے کو شعلہ بارنگاہوں سے تکتا غصے سے پھر حویلی سے چلا گیا

□ □ □ □ □ □

گرمیوں کی چھٹیاں ختم ہونے والی تھیں... تین دن بعد شائے کو واپس شہر چلے جانا تھا... وہ اداس تھی ابھی سے... نہ جانے اور کتنا عرصہ اسے گھر والوں سے دور رہنا تھا... پڑھائی کا شوق تو تھا لیکن اپنی فیملی کے بنا وہاں تنہا رہنا کسی عذاب سے کم نہ تھا... گھر والے بخالص طور پر بھابھی اور صارم اسے طاہر کے نام سے چھیڑتے رہتے... اور وہ.. وہ بھی اس کے حوالے سے خواب سجانے لگی تھی... اس کا دل بھی دھڑک اٹھتا طاہر کے نام سے ہی... جب ایک لڑکی کسی کے نام سے منسوب ہو جائے تو آنکھیں خود بخود اس کے خواب سجانے لگتی ہیں... وہ بھی تو نازک پری تھی... خوبصورت دل کی مالک... جس میں کچھ امنگیں بھری تھیں.. چاہے جانے کی خواہش بھری تھی... اپنے ہمسفر کے خواب سجتے تھے... اور رشتہ طے ہونے اور منگنی ہو جانے کے بعد اس نے طاہر کو ہی اپنی زندگی کے ساتھی کے طور پر سوچا تھا... بے خبر تھی... نہیں جانتی تھی کہ زندگی اس کے لیے کیا فیصلہ کیے بیٹھی ہے

آج ان کے گاؤں کا میلہ تھا... اور اس نے خاص طور پر اس میلے کے لیے اپنے گروپ کی دونوں دوستوں پریشہ اور لاریب کو نوائٹ کیا تھا... ایک روز پہلے ہی پریشہ اور لاریب آچکی تھیں ان کی حویلی... اور حویلی کے مکینوں کے اخلاق اور رہن سہن سے بہت متاثر ہوئی تھیں... خاص طور پر شائے کے لیے سب کی محبت... سب کا جنون دیکھ کر... انہیں رشک آ رہا تھا شائے کی قسمت پر... جو اتنی محبتوں کی بلا شرکت غیرے مالک تھی

باباجان اور بھانپس سے وہ پہلے ہی اجازت لے چکی تھی میلے میں جانے کی... اکیلے تو شاید اسے اجازت نہ ملتی... لیکن اب اس کی دونوں فرینڈز کے آنے کی وجہ سے مشکل سے ہی سہی لیکن اسے میلے میں جانے کی اجازت مل چکی تھی... وہ اس وقت گرین اور اورنج امتزاج کا خوبصورت لان کا سوٹ زیب تن کیے... ہمرنگ دوپٹا سر پر اوڑھے پریشہ اور لاریب کے ہمراہ اس جگہ جا رہی تھی جہاں میلہ سجا تھا... ان کے گاؤں سے باہر نکل کر ایک بہت بڑا میدان تھا جہاں ہر سال بہت بڑا میلہ ہوتا... شائے کو بہت اشتیاق تھا میلادیکھنے کا... لیکن اجازت نہ ملتی کہ وہاں مرد بہت زیادہ ہوتے

تھے... اور اس کے باپ بھائیوں کی غیرت گوارانہ کرتی تھی کہ کوئی مرد غلط نگاہ سے ان کی گڑیا کو دیکھے... لیکن آج انہیں اجازت دینی ہی پڑی تھی... ساتھ ہی سنبھل کر جانے اور جلد واپس آنے کی تاکید بھی کی گئی تھی... شائے بہت خوش تھی... بالآخر آج اجازت مل ہی گئی... بہت پر جوش تھی وہ وہاں جانے کو... یونہی خوش گپیوں میں مصروف وی تینوں میلے میں پہنچ گئیں... شائے بچوں کے سے اشتیاق سے سب کچھ دیکھ رہی تھی... لاریب اور پریشے کا بھی حال کچھ مختلف نہ تھا... شہر کی زندگی سے اکتا گئیں تھیں وہ... پہلی بار کسی گاؤں میں جا کر میلہ دیکھنے کا اتفاق ہوا تھا اس لیے وہ دونوں بھی خوش تھیں... انہوں نے جھولے بھی لیے... لاریب بہت ڈرپوک تھی... جھولے میں بیٹھتے ہوئے وہ چیخ رہی تھی لیکن شائے اور پریشے نے اسے کھینچ کر اپنے ساتھ ہی بٹھایا... اور پھر وہ تھی اور اس کی چیخیں... پریشے اور شائے اس کی حالت پر ہنس ہنس کر بے حال ہو رہی تھیں... بالآخر اس پر ترس کھا کر انہوں نے جھولار کو ایسا... اور نیچے اتر گئیں... لاریب کو چکر آ رہے تھے... اسے ایک جانب بٹھا کر شائے ایک طرف لگے ٹھیلے سے شربت کے گلا لے کر آئی اور انہیں دیے... کچھ دیر بعد لاریب کی طبیعت سنبھلی تو وہ لوگ پھر آگے بڑھ گئیں... ایک طرف گول گپوں کا ٹھیلہ دیکھ کر شائے بے قابو ہوتی انہیں کھینچ کر اس طرف لے گئی... وہ دونوں جانتی تھیں کہ شائے پاگل ہے گول گپوں کے لیے... اور اب وہ تینوں ایک دوسرے کے ساتھ شرارتیں کرتیں ہنستی مسکراتیں گول گپے کھا رہی تھیں... اس بات سے بے خبر کہ دور کسی کی نظریں ان پر ہی جمی تھیں... جو مسلسل ان کا پیچھا کر رہی تھیں جب سے وہ تینوں میلے کی جگہ پر داخل ہوئیں تب سے... گول گپے کھانے کے بعد وہاں رقم ادا کی اور شائے انہیں لیے آگے بڑھ گئی... اب جب آنے کا موقع مل ہی گیا تھا تو وہ جلدی واپس کیوں جاتی... اچھی طرح اس موقع کا فائدہ تو اٹھانا تھا نا اسے... ہنستی کھلکھلاتی زندگی سے لطف اٹھاتی وہ جا رہی تھی جب ایک جگہ رک گئی... لاریب اور پریشے جو اس کے ساتھ چل رہی تھیں اسے رکتے دیکھ کر رک گئیں اور اس کی نظروں کے تعاقب میں دیکھا جہاں چوڑیوں کا اسٹال لگا تھا... شائے بے خود سی ہوتی اسٹال کی جانب بڑھی... وہ دونوں بھی اس کے ساتھ ہی چلی آئیں... وہ کانچ کی تمہیں پتا ہے " ... چوڑیاں تھیں... مختلف رنگوں کی... شائے نے سامنے لٹکے چوڑیوں کے گچھوں پر ہاتھ پھیرا وہ کھوئے کھوئے سے لہجے میں بول رہی تھی... پریشے اور " ... پریشے... مجھے کانچ کی چوڑیاں بہت اچھی لگتی ہیں

"...پوچھو کیوں..." لاریب نے اس کے چہرے پر ابھرتے خوبصورت رنگوں کو دیکھا جو اسی مزید حسین بنا رہے تھے پریشے کی بجائے لاریب نے پوچھا... دونوں مسکراتی ہوئی اس کی طرف دیکھ "نہ نہ... کیوں..." وہ کہہ رہی تھی میں نے بہت سی جگہوں پر یہ سین دیکھا... فلموں، ڈراموں میں... جہاں ہیر اپنے ہاتھوں سے "... رہی تھیں ہیر وکین کو چوڑیاں پہناتا ہے... کانچ کی چوڑیاں... میں سوچتی ہوں... کتنے خوبصورت لمحات ہوں گے نا وہ..." وہ "جب میرا ہمسفر... خود اپنے ہاتھوں سے میری کلائیوں میں چوڑیاں پہنائے گا... میری کلائیوں کو سبائے گا آہم آہم... میڈم..." کسی اور ہی دیس میں پہنچی ہوئی تھی... جبکہ اسٹال کا مالک سوالیہ نظروں سے انہیں دیکھ رہا تھا ہوش میں آئیے... آپ اس وقت اپنے ہمسفر کے ساتھ نہیں ہمارے ساتھ کھڑی ہیں... میلے میں... لوگوں کے پریشے نے اس کی آنکھوں کے سامنے چٹکی بجائی... شائے چوکی... پھر ہوش میں آتے ہوئے جھینپ "..." رش میں اس نے سرخ اور سبز رنگ کی کانچ کی چوڑیوں پر ہاتھ رکھ کر پوچھا... پھر "..." بھیا یہ چوڑیاں کتنے کی ہیں "..." سی گئی بیت "..." دوکاندار نے پیشکش کی تھی "..." میں پہنادوں "..." وہ چوڑیاں خرید کر وہیں کھڑے کھڑے پہنے لگی شائے نے اسے گھوری سے نوازا... تلخ لہجے میں کہتے ہوئے وہ پھر اپنے "..." شکریہ... میرے اپنے ہاتھ سلامت ہیں کام میں مصروف ہو گئی... چوڑیوں کو ہاتھ میں پہنے وہ زور لگا رہی تھی انہیں کلائی تک لے جانے کے لیے... تبھی ہاتھ کو کیوں اتنی تکلیف دے رہے ہو "..." دوسری جانب سے کوئی ایک دم اس کے سامنے آیا اور اس کی کلائی تھام لی خباثت بھری آواز ابھری تھی... شائے نے جھٹکے سے سراٹھایا... "..." سوہنیو... لاؤ... ہم پہنادیتے ہیں چوڑیاں سامنے موجود شخص کو دیکھ کر غصے سے اس کا چہرہ سرخ ہوا تھا... جبکہ اس شخص کے چہرے پر مسکراہٹ تھی... شیطانی مسکراہٹ... آنکھوں میں عجیب سی چمک لیے وہ اس کے چہرے کو ہی دیکھ رہا تھا... شائے کا ہاتھ ابھی تک اس کے ہاتھ میں تھا... شائے نے اپنا ہاتھ کھینچ کر اس کی گرفت سے چھڑانا چاہا... لیکن ناکام رہا... وہ اب اس کا ہاتھ غصے سے شائے کی آواز کانپنے لگی... جبکہ پریشے اور لاریب حیران "..." ہاتھ چھوڑو میرا "..." تھامے چوڑیاں پہن رہا تھا پریشان سچویشن سمجھنے کی کوشش کر رہی تھیں... یہاں اتنا رش نہ تھا اس لیے کوئی ان کی جانب متوجہ نہ تھا... دکاندار نے ایک بار انہیں دیکھا ضرور تھا لیکن ان کے ہاتھوں میں بندوقیں دیکھ کر نظریں چرا کر اپنے کام میں مصروف ہو گیا

چھوڑنے کے لیے تو نہیں پکڑا... آخر حق بنتا ہے ہمارا... یہ ہاتھ پکڑنے کا.... بہت جلد... جیسے کچھ دیکھا ہی نہ ہو کہتے ہوئے اس نے شائے کی دوسری کلائی تھامی اور سرخ " ... یہ ہاتھ ہمیشہ کے لیے ہمارے ہاتھ میں آجائے گا چوڑیاں زبردستی اس کی کلائی میں پہنانے لگا... جبکہ وہ مسلسل زور آزمائی کر رہی تھی ہاتھ چھڑانے کے لیے... اپنی یہ بھول ہے تمہاری... تم کہا سمجھتے ہو... اس طرح کی گھٹیا حرکتیں کر " ... بے بسی پر آنکھوں میں آنسو آئے تھے شائے " ... کے... اپنے ان پالتو کتوں کو بند وقوں کے ساتھ میرے سامنے لا کر مجھے ڈرا لو گے.. بھول ہے یہ تمہاری تنفر سے گویا ہوئی... وہ اس کی دونوں کلائیوں میں چوڑیاں پہنا چکا تھا... لیکن ہاتھ ابھی بھی نہ چھوڑا تھا... بہت غور بھول ہماری نہیں تمہاری ہے شائے " ... سے اس کی گوری کلائیوں میں سبزی سبز اور سرخ چوڑیاں دیکھ رہا تھا عبدالرحمان... کہ تم میرے طاہر کی دلہن بن سکو گی جس کے خواب آج کل تمہاری ان آنکھوں کی سبج رہے ہیں... ان خوابوں کو نوچ کر پھینک دو... یہی بہتر ہو گا تمہارے لیے... ورنہ ہم تمہاری یہ آنکھیں نوچ لیں گے... تم جانتی نہیں ہو ہمیں... میرے سیف بختاؤر ہیں ہم... جو چیز ہمیں پسند آجائے اس پر ہمارا حق ہوتا ہے... صرف ہمارا... اور تم... چھاگی ہو اس دل پہ... پاگل ہو چکے ہیں ہم تمہارے لیے... اور اب ہمیں کوئی نہیں روک سکتا تمہیں اپنا بنانے سے... دلہن تو تم ہماری ہی بنو گی... اپنی خوشی سے... یا زبردستی... مرضی تمہاری ہے... تمہیں پانے کے لیے سخت لہجے میں کہتے ہوئے اس نے ایک ہاتھ کی دو انگلیوں سے شائے " ... ہر حد سے گزر جائیں گے ہم... یہ یاد رکھنا کے رخسار کو چھوا اور پھر وہی دو انگلیاں اپنے لبوں سے لگائیں... شائے کو گھن آئی اس کے گھٹیا پن سے... نفرت بہت جلد ملیں " سے منہ موڑ لیا تھا اس نے... میرے سیف بختاؤر نے استہزاء سے مسکراہٹ لیے اس کے چہرے کو دیکھا کہتے ہوئے اس نے آنکھ دبائی..... پھر اس کا " ... گے... ایک نئے روپ میں... ایک نئے رشتے کے ساتھ ہاتھ چھوڑ کر اپنے ساتھیوں کو لیے چلا گیا... شائے نے بھرائی آنکھوں سے اپنی کلائیوں کو دیکھا.. پھر لاریب اور پریشہ کو... جو حیران اور سوالیہ نگاہوں سے اسے دیکھ رہی تھیں... پھر اس نے غصے سے ایک طرف موجود بڑے سے پتھر پر اپنے کلائیوں کو مارا... چھن سے چوڑیاں ٹوٹیں.. کچھ اس کی کلائی کو زخمی کر گئیں... جو چوڑیاں باقی بچی تھیں انہیں شائے نے زور زور سے کھینچ کر توڑ دیا... اور آنسو صاف کرتی تیزی سے وہاں سے بھاگتی ہوئی نکل گئی... پرہستہ

اور لاریب بھی اس کے پیچھے بھاگی تھیں... ابھی کچھ دیر پہلے وہ کتنی خوش تھی اور اب... اب وہ رو رہی تھی... کی لاریب نے "... شائے... شائے رکوپلیز" ... لوگوں نے اسے یوں روتے ہوئے دیکھا لیکن وجہ کسی کو معلوم نہ تھی کیا ہوا ہے " ... اسے بازو سے پکڑ کر روکا... جس کی کلائیوں سے ابھی بھی خون بہہ رہا تھا.. اور آنکھوں سے آنسو پریشے... ویٹ یار... " ... پریشے نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا " ... یار... کون تھا یہ.. کیا کو اس کر رہا تھا لاریب نے اس کے " ... شائے ادھر دیکھو میری طرف... چپ.. بالکل چپ... رونا نہیں... خاموش ہو جاؤ یار... پلیز... چپ ہو جاؤ... ایسے " ... رخساروں پر بہتے شفاف موتیوں کو صاف کیا... اس کا وجود لرز رہا تھا لاریب دوبارہ اس سے مخاطب ہوئی... پریشے " ... رونے سے کیا ہوگا... ہمیں بتاؤ... کیا پرالم ہے... کون تھا وہ وہ... وہ میر بختاؤ رکایٹا ہے... ساتھ والے گاؤں سے... ہماری " ... بھی پریشان صورت لیے اسے تک رہی تھی خود کو سنبھالتے ہوئے شائے نے انہیں بتانا " ... اور ان کے خاندان کی دشمنی چل رہی ہے... پچھلے کی سالوں سے اس نے مجھے دیکھا تھا " ... شروع کیا... وہ سب جو کسی اور کو نہ بتایا تھا... وہ سب جو اپنے دل میں چھپائے بیٹھی تھی کہیں... پتا نہیں کہاں... تب سے پیچھے پڑا ہے... جب سے گاؤں آئی ہوں تین چار بار یونہی میرے رستے میں آیا... تو تم " ... شائے نے اپنی زخمی کلائی کو دیکھا " ... مجھے دھمکاتا ہے... کہ مجھے حاصل کر کے رہے گا... وغیرہ وغیرہ پریشے نے ہاتھ میں موجود ڈٹشو سے اس کی کلائیوں سے خون " ... نے گھر میں سے کسی کو نہیں بتایا اس کی حرکتوں کا کیا کہتی میں گھر والوں سے... کیا بتاتی انہیں... تم نہیں جانتی ہماری دشمنی کس نوعیت " ... صاف کرتے ہوئے پوچھا کی ہے... دونوں خاندان ایک دوسرے کے خون کے پیاسے ہیں... موقع ڈھونڈتے رہتے ہیں لڑائی کا... اس لیے کسی سے ذکر نہیں کیا... بابا اور بھائی کو پتا چلا تو وہ اسے جان سے مار دیں گے... اور اس کے بعد پنچائت کے فیصلے... میں نہیں چاہتی میری وجہ سے میرے گھر والے کسی مصیبت میں مبتلا ہوں... میں نہیں چاہتی کہ میری وجہ سے کوئی خون خرابا ہو... اس لیے نہیں بتایا... سوچا مجھے تو جلدی ہی واپس چلے جانا ہے... تو یہ معاملہ یہیں ختم ہو جائے گا... آنسو پھر ابلنے لگے تھے... وہ دونوں بھی پریشان ہوا ٹھیں " ... لیکن اس کی بد تمیزیاں بڑھتی ہی جا رہی ہیں پریشے نے اسے " ... اچھا بس... ٹینشن نہیں لو... سب ٹھیک ہو جائے گا... اب رونا نہیں ہے... بس... چپ " ...

اپنے ساتھ لگایا تھا... شکر کہ وہاں کوئی تھا نہیں... سب لوگ اس وقت میلے میں تھے تو یہ گلی سنسان تھی... کچھ دیر تین دن رہ گئے ہیں... پھر مجھے ہاسٹل چلے جانا ہے... تم دونوں وعدہ کرو اس "..." بعد شائے کی حالت سنبھلی واقعہ کا ذکر کسی سے نہیں کرو گی... میرے گھر والوں کے بھنک بھی نہیں پڑنی چاہیے اس سب کی... میں انہیں اچھا ٹھیک ہے... نہیں "..." وہ مضبوط لہجے میں کہتے ہوئے ان سے وعدہ لے رہی تھی "..." تکلیف نہیں دینا چاہتی لاریب "..." بتائیں گے کسی کو... تم بھی سنبھالو خود کو... تمہاری یہ حالت دیکھ کر گھر والے مشکوک ہو جائیں گے نے اس کے بکھرے بال سنوارے... پریشے کے ہاتھ میں پانی کی بوتل تھی... جو اس نے شائے کی جانب بڑھائی... شائے نے منہ پر پانی کے چھینٹے مارے... پھر دوپٹے کے ایک کونے سے چہرہ خشک کیا... دوپٹا اچھی طرح سر پر اوڑھا... اور وہ تینوں حویلی کی جانب بڑھ گئیں

حویلی کے پچھلے لان میں شائے نے واشنگ مشین لگا رکھی تھی... صبح سے لگی تھی وہ... پہلے حویلی کے سب کام کیے... اس کے بعد سب کے جمع شدہ کپڑے لانڈری کرنے کے لیے پچھلے لان میں آگئی... دوپہر ایک بجے کا وقت تھا... شدید گرمی اور کڑی دھوپ میں باہر ایک منٹ کھڑے ہونا بھی محال تھا... حویلی کے افراد اس وقت اپنے اپنے کمروں میں محو استراحت تھے اور وہ... وہ اس وقت بھی کام میں مصروف تھی... پسینے میں شرابور... گرمی سے بے بحال ہوتی... نازک سی لڑکی... اور نہ جانے کتنے امتحان باقی تھے... کتنی سزائیں جھیلنی تھیں اسے... دھیرے دھیرے وہ بے حس ہوتی جا رہی تھی... جسے اب اپنی ذرہ بھر پر واندہ تھی... وہ لڑکی جو ہر وقت نک سسکی تیار رہتی... اب دوسروں کی اترن پہنے جسم جلاتی گرمی میں بھی کام میں لگی رہتی... اب تو اسے خود بھی اپنے آپ پر ترس نہ آتا تھا... ہونٹ کا کنارہ سو جا ہوا تھا... کل دیوار سے ٹکرانے کے باعث ماتھے پر بنا زخم بھی واضح تھا... اور اس کا ہاتھ... جو جاتے جاتے میر بختا اور اپنے پاؤں تلے کچل گئے تھے اس کی انگلیاں چھلی ہوئی تھیں... لیکن وہ اب بھی بے حس بنی سب کام سرانجام دے رہی تھی... کون جان سکتا تھا کہ یہ وہی لڑکی ہے جسے اس کے ماں باپ اور

بھائیوں نے ہتھیلی کا چھالا بنا کر رکھا تھا... جسے کبھی ایک کانٹا تک نہ چھپنے دیا گیا تھا... اب وہ قسمت کے کیسے کیسے ستم
... جھیل رہی تھی

کپڑے سوکھنے کو ڈالے تھے اس نے... اور ہاتھ دھوتی ہوئی حویلی کے اندرونی حصے کی جانب بڑھی... تاکہ لہجہ کی
تیار کر سکے... حویلی کے پچھلی جانب کوئی دروازہ نہ تھا... اس لیے پیچھے سے گھوم کر سامنے کے داخلی دروازے
سے اندر جانا پڑتا تھا... اس نے دروازے کے ہینڈل پر ہاتھ رکھا ہی تھا جب بلا ارادہ نظر حویلی کے مین گیٹ پر پڑی...
اور وہ وہیں منجمد ہو گئی... قدم جم سے گئے... اسے اپنی آنکھوں پر یقین کرنا مشکل ہونے لگا... گیٹ کی سلاخوں
کے درمیان سے باہر کا منظر نظر آ رہا تھا... جہاں صارم... ہاں صارم... اس کا جڑواں بھائی کھڑا تھا... گیٹ کیپر
سے کچھ کہتا ہوا... اس کی منت کرتا ہوا... وہ شائے سے ملنے آیا تھا... دل کے ہاتھوں مجبور ہو کر... ایک سال ہو چکا
تھا اپنی بہن کو دیکھے ہوئے... آج اسے قسمت اس حویلی کے سامنے لے آئی تھی جس کے قریب سے گزرنا بھی ان
کے خاندان کو گناہ لگتا... اور اگر اس حویلی کے مکین اس یہاں دیکھ لیتے تو شاید جان سے مار دیتے... لیکن وہ بغیر نتائج
کی پرواہ کیے... بغیر کسی کو بتائے یہاں آ گیا تھا... گیٹ کیپر بار بار اسے وہاں سے چلے جانے کو کہہ رہا تھا لیکن صارم
نے اس کے سامنے ہاتھ جوڑ دیے... اس کی منتیں کرنے لگا تھا... کہ اسے شائے سے ملو ادیں... اگر ملو نہیں سکتے تو
... کسی بہانے اسے سامنے لے آئیں... وہ ایک نظر اسے دیکھے گا اور خاموشی سے چلا جائے گا

شائے کا دل چاہا بھاگ کر اپنے بھائی کے پاس چلی جائے... اس کے کندھے پر سر رکھ کر روئے... زار و قطار... بے
حد و حساب... لیکن کس موڑ پر لے آئی تھی زندگی... کہ اپنے بھائی سے ملنا تو دور... دیکھنے تک کی اجازت نہ تھی
اسے... شائے کی آنکھیں بھیگنے لگی تھیں... اپنی بے بسی دیکھ کر... بھائی کی تڑپ دیکھ کر... تبھی صارم کی نگاہ بھی
اس پر پڑی تھی... اور وہ... جو یہ سمجھتا تھا کہ اپنی گڑیا کو ایک نظر دیکھ کر دل کی پیاس بجھ جائے گی... اس کا حال دیکھ
... کر تڑپ مزید بڑھی تھی... تشنگی میں مزید اضافہ ہوا تھا

شائے کے چہرے پر لگے زخم دیکھ کر وہ اذیت سے دہرا ہوتا چلا گیا... گیٹ کیپر نے اندر جا کر گیٹ بند کر دیا... صارم
وہ بے بسی سے چلاتے ہوئے رو پڑا... دونوں ہاتھوں سے سلاخوں کو تھامے "گڑیا" ... بھاگ کر گیٹ تک آیا تھا

وہ بھیگتی آنکھوں سے اسے دیکھتا وہ رو رہا تھا... شائے کے دل کو کچھ ہوا... بے بسی کی انتہا پر جا کر وہ رخ موڑ گئی تھی... کہ خود پر گزری ہر تکلیف برداشت کر سکتی تھی لیکن بھائی کو اس حال میں کیسے دیکھتی... رخ موڑے کانپتے... ہاتھوں سے دروازے کو تھام کر اس کا سہارا لیتے ہوئے وہ اندر جانے لگی تھی جب کسی کی گرجدار آواز پر تھم گئی... "تمہاری ہمت بھی کیسے ہوئی ہماری حویلی کے قریب آنے کی... کس کی اجازت سے یہاں تک آئے ہو تم" سیف نہ جانے کس وقت وہاں آیا تھا... شائے مڑی تو سامنے کا منظر دیکھ کر کرب سے آنکھیں میچ لیں... سیف صارم کا گریبان پکڑے خو خوار انداز میں اسے گھور رہا تھا... جبکہ صارم... وہ تو اس کی طرف متوجہ ہی نہ تھا... اس دفع ہو جاؤ یہاں سے... اگر آئندہ اس حویلی کے آس... کی نظریں تو اپنی لاڈلی بہن کے ذخمی چہرے پر ہی جمی تھیں نفرت سے اسے دھکا دیا تھا سیف نے... صارم منہ کے "پاس بھی پھٹکے تو اپنی ٹانگوں پر واپس نہیں جاسکو گے تم بل گرا تھا... کپڑے مٹی میں لتھڑ گئے تھے... لیکن وہ پھر بھی شائے کو ہی دیکھ رہا تھا جو بھائی کے گرنے پر تڑپ کر آگے بڑھی لیکن سیف کو دیکھ کر پھر رک گئی کیونکہ سیف اب اسے ہی گھور رہا تھا... پھر دروازہ کھول کر وہ تیز تیز... قدموں سے اس کی طرف بڑھنے لگا... گیٹ کیپر نے صارم کو اٹھایا اور دھکے دے کر اسے گیٹ سے دور لے گیا کیا لینے آئی ہو تم یہاں... جانتی ہونا وہی کے "سیف نے شائے کے قریب آتے ہی طیش سے اسے بالوں سے پکڑا شائے نے روتے ہوئے اس کے ہاتھ سے اپنے بال چھڑانے "اصول... پھر کیوں آئی تھی اس کے سامنے بتاؤ... تم نے بلایا تھا اسے یہاں... کتنی بار آچکا ہے وہ تم سے ملنے... کب سے چل رہا ہے یہ سب... "چاہے اس نے اٹے ہاتھ کا تھپڑ رسید کیا تھا... اسے... اور اس کا بازو پکڑ کر "ہماری آنکھوں میں دھول جھونک رہی ہو تم مروڑا... شائے کے منہ سے چیخ نکلی تھی... تبھی یوسف حویلی کے گیٹ سے اندر داخل ہوا... ایک پل کو سامنے کا اگر "منظر دیکھ کر چکر کر رہ گیا تھا وہ... لب سختی سے بھنچے... بمشکل خود کو کنٹرول کرتا وہ ان کی طرف بڑھنے لگا ایک ہاتھ سے اس کا بازو مروڑ رکھا تھا اور "دوبارہ ایسا کچھ دیکھانا... تو زندہ زمین میں گاڑ دوں گا تمہیں... سمجھی دوسرے ہاتھ سے اس کی تھوڑی دبوچی... شائے نے ضبط کرتے ہوئے آنکھیں سختی سے میچیں... یوں لگ رہا تھا قریب سے کوئی آواز ابھری تھی... شائے نے آنکھیں "سیف... چھوڑو اسے" جیسے بازو ٹوٹ جائے گا

کھولیں... یوسف کھڑا تھا... ان سے کچھ فاصلے پر... شائے کی طرف ایک نظر ڈالے بغیر وہ سیف سے مخاطب تھا... اس نے کچھ کہنا چاہا تھا... لیکن یوسف کے چہرے پر ".. یوسف... یہ لڑکی..." سیف حیران ہوا اس کی بات پر بے تاثر لہجے میں کہا تھا اس نے... " سیف... کہانا... چھوڑ دو اسے"... ابھرتے سخت تاثرات دیکھ کر رک گیا چھوڑ دیا... شائے لڑکھرائی انداز دو ٹوک تھا... سیف نے لب بھینچتے ہوئے شائے کو زور سے دھکا دیتے ہوئے تھی... یوسف سے ٹکرا کر زمین بوس ہونے والی تھی جب یوسف نے اس کا ہاتھ تھام کر اسے گرنے سے بچایا... سیف نے سلگتی نظروں سے یہ منظر دیکھا... وہ سنبھل گئی اور حیران نظروں سے یوسف کو دیکھنے لگی... یوسف نے نظر جھکا کر اپنے ہاتھ میں موجود اس کے ہاتھ کو دیکھا... باباجان کے بھاری جوتوں تلے کچلا گیا زخمی ہاتھ... چھلی ہوئی انگلیاں... اس کی آنکھیں میں مرچیں سی بھرنے لگیں... خود پر ضبط کرتے ہوئے اگلے ہی پل یوسف نے اس کا ہاتھ چھوڑ دیا... شائے یک ٹک اس کے چہرے کو دیکھ رہی تھی... سفید کرتا شلوار میں ملبوس... ہیزل گرین آنکھیں... پیشانی پر بکھرے بال... چہرے پر ہلکی ہلکی داڑھی... جو اس کی سفید رنگت پر بہت چرچہ ہی تھی... لیکن... کچھ تو تھا... جو عجیب تھا... بہت عجیب... شادی کے اس ایک سال میں آج پہلی بار شائے نے اسے اپنے قریب اتنے غور سے دیکھا تھا... اور اسے لگا جیسے اس نے پہلے بھی یہ چہرہ دیکھ رکھا ہے... لیکن کہاں... وہ الجھی... باوجود کوشش کے اسے یاد نہ آیا... یوسف نے اسے خود کو بغور دیکھتے پایا تو رخ موڑ گیا... پھر لمبے لمبے ڈگ بھرتا اندر چلا گیا... جبکہ... سیف... وہ شائے کو شعلہ بارنگا ہوں سے تکتا غصے سے پھر حویلی سے چلا گیا

□ □ □ □ □ □

گرمیوں کی چھٹیاں ختم ہونے والی تھیں... تین دن بعد شائے کو واپس شہر چلے جانا تھا... وہ اداس تھی ابھی سے... نہ جانے اور کتنا عرصہ اسے گھر والوں سے دور رہنا تھا... پڑھائی کا شوق تو تھا لیکن اپنی فیملی کے بنا وہاں تنہا ہنا کسی عذاب سے کم نہ تھا... گھر والے بخالص طور پر بھابھی اور صارم اسے طاہر کے نام سے چھیڑتے رہتے... اور وہ... وہ بھی اس کے حوالے سے خواب سجانے لگی تھی... اس کا دل بھی دھڑک اٹھتا طاہر کے نام سے ہی... جب ایک لڑکی کسی کے نام سے منسوب ہو جائے تو آنکھیں خود بخود اس کے خواب سجانے لگتی ہیں... وہ بھی تو نازک پری تھی...

خوبصورت دل کی مالک... جس میں کچھ امنگیں بھری تھیں.. چاہے جانے کی خواہش بھری تھی... اپنے ہمسفر کے خواب سچے تھے... اور رشتہ طے ہونے اور منگنی ہو جانے کے بعد اس نے طاہر کو ہی اپنی زندگی کے ساتھی کے طور پر... سوچا تھا... بے خبر تھی... نہیں جانتی تھی کہ زندگی اس کے لیے کیا فیصلہ کیے بیٹھی ہے

آج ان کے گاؤں کا میلہ تھا... اور اس نے خاص طور پر اس میلے کے لیے اپنے گروپ کی دونوں دوستوں پریشہ اور لاریب کو انوائٹ کیا تھا... ایک روز پہلے ہی پریشہ اور لاریب آچکی تھیں ان کی حویلی... اور حویلی کے مکینوں کے اخلاق اور رہن سہن سے بہت متاثر ہوئی تھیں... خاص طور پر شائے کے لیے سب کی محبت... سب کا جنون دیکھ کر... انہیں رشک آ رہا تھا شائے کی قسمت پر... جو اتنی محبتوں کی بلا شرکت غیرے مالک تھی

باباجان اور بھائیں سے وہ پہلے ہی اجازت لے چکی تھی میلے میں جانے کی... اکیلے تو شاید اسے اجازت نہ ملتی... لیکن اب اس کی دونوں فرینڈز کے آنے کی وجہ سے مشکل سے ہی سہی لیکن اسے میلے میں جانے کی اجازت مل چکی تھی... وہ اس وقت گرین اور اورنج امتزاج کا خوبصورت لان کا سوٹ زیب تن کیے... ہمرنگ دوپٹا سر پر اوڑھے پریشہ اور لاریب کے ہمراہ اس جگہ جا رہی تھی جہاں میلہ سجا تھا... ان کے گاؤں سے باہر نکل کر ایک بہت بڑا میدان تھا جہاں ہر سال بہت بڑا میلہ ہوتا... شائے کو بہت اشتیاق تھا میلا دیکھنے کا... لیکن اجازت نہ ملتی کہ وہاں مرد بہت زیادہ ہوتے تھے... اور اس کے باپ بھائیوں کی غیرت گوارا نہ کرتی تھی کہ کوئی مرد غلط نگاہ سے ان کی گڑیا کو دیکھے... لیکن آج انہیں اجازت دینی ہی پڑی تھی... ساتھ ہی سنبھل کر جانے اور جلد واپس آنے کی تاکید بھی کی گئی تھی... شائے بہت خوش تھی... بالآخر آج اجازت مل ہی گئی... بہت پر جوش تھی وہ وہاں جانے کو... یونہی خوش گپیوں میں مصروف وی تینوں میلے میں پہنچ گئیں... شائے بچوں کے سے اشتیاق سے سب کچھ دیکھ رہی تھی... لاریب اور پریشہ کا بھی حال کچھ مختلف نہ تھا... شہر کی زندگی سے اکتا گئیں تھیں وہ... پہلی بار کسی گاؤں میں جا کر میلہ دیکھنے کا اتفاق ہوا تھا اس لیے وہ دونوں بھی خوش تھیں... انہوں نے جھولے بھی لیے... لاریب بہت ڈرپوک تھی... جھولے میں بیٹھتے ہوئے وہ چیخ رہی تھی لیکن شائے اور پریشہ نے اسے کھینچ کر اپنے ساتھ ہی بٹھایا... اور پھر وہ تھی اور اس کی چیخیں... پریشہ اور شائے اس کی حالت پر ہنس ہنس کر بے حال ہو رہی تھیں... بالآخر اس پر ترس کھا کر انہوں نے

جھولار کوایا... اور نیچے اتر گئیں... لاریب کو چکر آرہے تھے... اسے ایک جانب بٹھا کر شانہ ایک طرف لگے ٹھیلے سے شربت کے گلا لے کر آئی اور انہیں دیے... کچھ دیر بعد لاریب کی طبیعت سنبھلی تو وہ لوگ پھر آگے بڑھ گئیں... ایک طرف گول گپوں کا ٹھیلہ دیکھ کر شانہ بے قابو ہوتی انہیں کھینچ کر اس طرف لے گئی... وہ دونوں جانتی تھیں کہ شانہ پاگل ہے گول گپوں کے لیے... اور اب وہ تینوں ایک دوسرے کے ساتھ شرارتیں کرتیں ہنستی مسکراتیں گول گپے کھا رہی تھیں... اس بات سے بے خبر کہ دور کسی کی نظریں ان پر ہی جمی تھیں... جو مسلسل ان کا پیچھا کر رہی تھیں جب سے وہ تینوں میلے کی جگہ پر داخل ہوئیں تب سے... گول گپے کھانے کے بعد وہاں رقم ادا کی اور شانہ انہیں لیے آگے بڑھ گئی... اب جب آنے کا موقع مل ہی گیا تھا تو وہ جلدی واپس کیوں جاتی... اچھی طرح اس موقع کا فائدہ تو اٹھانا تھا اسے... ہنستی کھلکھلاتی زندگی سے لطف اٹھاتی وہ جا رہی تھی جب ایک جگہ رک گئی... لاریب اور پریشے جو اس کے ساتھ چل رہی تھیں اسے رکتے دیکھ کر رک گئیں اور اس کی نظروں کے تعاقب میں دیکھا جہاں چوڑیوں کا اسٹال لگا تھا... شانہ بے خود سی ہوتی اسٹال کی جانب بڑھی... وہ دونوں بھی اس کے ساتھ ہی چلی آئیں... وہ کانچ کی تمہیں پتا ہے ".... چوڑیاں تھیں... مختلف رنگوں کی... شانہ نے سامنے لٹکے چوڑیوں کے گچھوں پر ہاتھ پھیرا وہ کھوئے کھوئے سے لہجے میں بول رہی تھی... پریشے اور ".... پریشے... مجھے کانچ کی چوڑیاں بہت اچھی لگتی ہیں ".... پوچھو کیوں ".... لاریب نے اس کے چہرے پر ابھرتے خوبصورت رنگوں کو دیکھا جو اسی مزید حسین بنا رہے تھے پریشے کی بجائے لاریب نے پوچھا... دونوں مسکراتی ہوئی اس کی طرف دیکھ "نہ نہ... کیوں ".... وہ کہہ رہی تھی میں نے بہت سی جگہوں پر یہ سین دیکھا... فلموں، ڈراموں میں... جہاں ہیر واپنے ہاتھوں سے ".... رہی تھیں ہیر وائین کو چوڑیاں پہناتا ہے... کانچ کی چوڑیاں... میں سوچتی ہوں... کتنے خوبصورت لمحات ہوں گے نا وہ... وہ ".... جب میرا ہمسفر... خود اپنے ہاتھوں سے میری کلائیوں میں چوڑیاں پہنائے گا... میری کلائیوں کو سجائے گا آہم آہم... میڈم ".... کسی اور ہی دیس میں پہنچی ہوئی تھی.. جبکہ اسٹال کا مالک سوالیہ نظروں سے انہیں دیکھ رہا تھا ہوش میں آئیے... آپ اس وقت اپنے ہمسفر کے ساتھ نہیں ہمارے ساتھ کھڑی ہیں... میلے میں... لوگوں کے پریشے نے اس کی آنکھوں کے سامنے چٹکی بجائی... شانہ چونکی.... پھر ہوش میں آتے ہوئے جھینپ ".... رش میں

اس نے سرخ اور سبز رنگ کی کانچ کی چوڑیوں پر ہاتھ رکھ کر پوچھا... پھر "...بھیانہ چوڑیاں کتنے کی ہیں" سی گئی بیت "...دوکاندار نے پیشکش کی تھی "...میں پہنا دوں" ... وہ چوڑیاں خرید کر وہیں کھڑے کھڑے پہننے لگی شائے نے اسے گھوری سے نوازا... تلخ لہجے میں کہتے ہوئے وہ پھر اپنے "...شکریہ... میرے اپنے ہاتھ سلامت ہیں کام میں مصروف ہو گئی... چوڑیوں کو ہاتھ میں پہنے وہ زور لگا رہی تھی انہیں کلائی تک لے جانے کے لیے... تبھی ہاتھ کو کیوں اتنی تکلیف دے رہے ہو "... دوسری جانب سے کوئی ایک دم اس کے سامنے آیا اور اس کی کلائی تھام لی خباثت بھری آواز ابھری تھی... شائے نے جھٹکے سے سراٹھایا... "...سوئیو... لاؤ... ہم پہنا دیتے ہیں چوڑیاں سامنے موجود شخص کو دیکھ کر غصے سے اس کا چہرہ سرخ ہوا تھا... جبکہ اس شخص کے چہرے پر مسکراہٹ تھی... شیطانی مسکراہٹ... آنکھوں میں عجیب سی چمک لیے وہ اس کے چہرے کو ہی دیکھ رہا تھا... شائے کا ہاتھ ابھی تک اس کے ہاتھ میں تھا... شائے نے اپنا ہاتھ کھینچ کر اس کی گرفت سے چھڑانا چاہا... لیکن ناکام رہا... وہ اب اس کا ہاتھ غصے سے شائے کی آواز کانپنے لگی... جبکہ پریشی اور لاریب حیران "...ہاتھ چھوڑو میرا" ... تھامے چوڑیاں پہنا رہا تھا پریشان سچویشن سمجھنے کی کوشش کر رہی تھیں... یہاں اتنا رش نہ تھا اس لیے کوئی ان کی جانب متوجہ نہ تھا... دوکاندار نے ایک بار انہیں دیکھا ضرور تھا لیکن ان کے ہاتھوں میں بند و قیں دیکھ کر نظریں چرا کر اپنے کام میں مصروف ہو گیا چھوڑنے کے لیے تو نہیں پکڑا... آخر حق بنتا ہے ہمارا... یہ ہاتھ پکڑنے کا... بہت جلد... جیسے کچھ دیکھا ہی نہ ہو کہتے ہوئے اس نے شائے کی دوسری کلائی تھامی اور سرخ "...یہ ہاتھ ہمیشہ کے لیے ہمارے ہاتھ میں آجائے گا چوڑیاں زبردستی اس کی کلائی میں پہنانے لگا... جبکہ وہ مسلسل زور آزمائی کر رہی تھی ہاتھ چھڑانے کے لیے... اپنی یہ بھول ہے تمہاری... تم کہا سمجھتے ہو... اس طرح کی گھٹیا حرکتیں کر..." بے بسی پر آنکھوں میں آنسو آئے تھے شائے "...کے... اپنے ان پالتو کتوں کو بند وقوں کے ساتھ میرے سامنے لا کر مجھے ڈرا لو گے.. بھول ہے یہ تمہاری تنفر سے گویا ہوئی... وہ اس کی دونوں کلائیوں میں چوڑیاں پہنا چکا تھا... لیکن ہاتھ ابھی بھی نہ چھوڑا تھا... بہت غور بھول ہماری نہیں تمہاری ہے شائے "... اس سے اس کی گوری کلائیوں میں سبزی اور سرخ چوڑیاں دیکھ رہا تھا عبدالرحمان... کہ تم میرا طاہر کی دلہن بن سکو گی جس کے خواب آج کل تمہاری ان آنکھوں کی سچ رہے ہیں... ان

خوابوں کو نوچ کر پھینک دو... یہی بہتر ہو گا تمہارے لیے... ورنہ ہم تمہاری یہ آنکھیں نوچ لیں گے... تم جانتی نہیں ہو ہمیں... میر سیف بختاؤر ہیں ہم... جو چیز ہمیں پسند آجائے اس پر ہمارا حق ہوتا ہے... صرف ہمارا... اور تم... چھاگی ہو اس دل پہ... پاگل ہو چکے ہیں ہم تمہارے لیے... اور اب ہمیں کوئی نہیں روک سکتا تمہیں اپنا بنانے سے... دلہن تو تم ہماری ہی بنو گی... اپنی خوشی سے... یاز بردستی... مرضی تمہاری ہے... تمہیں پانے کے لیے سخت لہجے میں کہتے ہوئے اس نے ایک ہاتھ کی دو انگلیوں سے شائے " ... ہر حد سے گزر جائیں گے ہم... یہ یاد رکھنا کے رخسار کو چھو اور پھر وہی دو انگلیاں اپنے لبوں سے لگائیں... شائے کو گھن آئی اس کے گھٹیا پن سے... نفرت بہت جلد ملیں " سے منہ موڑ لیا تھا اس نے... میر سیف بختاؤر نے استہزائیہ مسکراہٹ لیے اس کے چہرے کو دیکھا کہتے ہوئے اس نے آنکھ دبائی..... پھر اس کا " ... گے... ایک نئے روپ میں... ایک نئے رشتے کے ساتھ ہاتھ چھوڑ کر اپنے ساتھیوں کو لیے چلا گیا... شائے نے بھرائی آنکھوں سے اپنی کلائیوں کو دیکھا.. پھر لاریب اور پریشے کو... جو حیران اور سوالیہ نگاہوں سے اسے دیکھ رہی تھیں... پھر اس نے غصے سے ایک طرف موجود بڑے سے پتھر پر اپنے کلائیوں کو مارا... چھن سے چوڑیاں ٹوٹیں.. کچھ اس کی کلائی کو زخمی کر گئیں... جو چوڑیاں باقی بچی تھیں انہیں شائے نے زور زور سے کھینچ کر توڑ دیا... اور آنسو صاف کرتی تیزی سے وہاں سے بھاگتی ہوئی نکل گئی... پریشے اور لاریب بھی اس کے پیچھے بھاگی تھیں... ابھی کچھ دیر پہلے وہ کتنی خوش تھی اور اب... اب وہ رو رہی تھی... کی لاریب نے " ... شائے... شائے رکوپلیز " ... لوگوں نے اسے یوں روتے ہوئے دیکھا لیکن وجہ کسی کو معلوم نہ تھی کیا ہوا ہے " ... اسے بازو سے پکڑ کر روکا... جس کی کلائیوں سے ابھی بھی خون بہہ رہا تھا.. اور آنکھوں سے آنسو پریشے... ویٹ یار... " ... پریشے نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا " ... یار... کون تھا یہ.. کیا کو اس کر رہا تھا لاریب نے اس کے " ... شائے ادھر دیکھو میری طرف... چپ.. بالکل چپ... رونا نہیں... خاموش ہو جاؤ یار... پلیز... چپ ہو جاؤ... ایسے " ... رخساروں پر بہتے شفاف موتیوں کو صاف کیا... اس کا وجود لرز رہا تھا لاریب دوبارہ اس سے مخاطب ہوئی... پریشے " ... رونے سے کیا ہو گا... ہمیں بتاؤ... کیا پرالیم ہے... کون تھا وہ وہ... وہ میر بختاؤر کا بیٹا ہے... ساتھ والے گاؤں سے... ہماری " ... بھی پریشان صورت لیے اسے تک رہی تھی

خود کو سنبھالتے ہوئے شائے نے انہیں بتانا " ... اور ان کے خاندان کی دشمنی چل رہی ہے ... پچھلے کی سالوں سے اس نے مجھے دیکھا تھا " ... شروع کیا ... وہ سب جو کسی اور کو نہ بتایا تھا ... وہ سب جو اپنے دل میں چھپائے بیٹھی تھی کہیں ... پتا نہیں کہاں ... تب سے پیچھے پڑا ہے ... جب سے گاؤں آئی ہوں تین چار بار یونہی میرے رستے میں آیا ... تو تم " ... شائے نے اپنی زخمی کلائی کو دیکھا " ... مجھے دھمکتا ہے ... کہ مجھے حاصل کر کے رہے گا ... وغیرہ وغیرہ پریشے نے ہاتھ میں موجود ٹشو سے اس کی کلائیوں سے خون " ... نے گھر میں سے کسی کو نہیں بتایا اس کی حرکتوں کا کیا کہتی میں گھر والوں سے ... کیا بتاتی انہیں ... تم نہیں جانتی ہماری دشمنی کس نوعیت " ... صاف کرتے ہوئے پوچھا کی ہے ... دونوں خاندان ایک دوسرے کے خون کے پیاسے ہیں ... موقع ڈھونڈتے رہتے ہیں لڑائی کا ... اس لیے کسی سے ذکر نہیں کیا ... بابا اور بھائی کو پتا چلا تو وہ اسے جان سے مار دیں گے ... اور اس کے بعد پنچائت کے فیصلے ... میں نہیں چاہتی میری وجہ سے میرے گھر والے کسی مصیبت میں مبتلا ہوں ... میں نہیں چاہتی کہ میری وجہ سے کوئی خون خرابا ہو ... اس لیے نہیں بتایا ... سوچا مجھے تو جلدی ہی واپس چلے جانا ہے ... تو یہ معاملہ یہیں ختم ہو جائے گا ... آنسو پھر ابلنے لگے تھے ... وہ دونوں بھی پریشان ہوا ٹھیں " ... لیکن اس کی بد تمیزیاں بڑھتی ہی جا رہی ہیں پریشے نے اسے " ... اچھا بس ... ٹینشن نہیں لو ... سب ٹھیک ہو جائے گا ... اب رونا نہیں ہے ... بس ... چپ " اپنے ساتھ لگایا تھا ... شکر کہ وہاں کوئی تھا نہیں ... سب لوگ اس وقت میلے میں تھے تو یہ گلی سنسان تھی ... کچھ دیر تین دن رہ گئے ہیں ... پھر مجھے ہاسٹل چلے جانا ہے ... تم دونوں وعدہ کرو اس " ... بعد شائے کی حالت سنبھلی واقعہ کا ذکر کسی سے نہیں کرو گی ... میرے گھر والوں کے بھنک بھی نہیں پڑنی چاہیے اس سب کی ... میں انہیں اچھا ٹھیک ہے ... نہیں " ... وہ مضبوط لہجے میں کہتے ہوئے ان سے وعدہ لے رہی تھی " ... تکلیف نہیں دینا چاہتی لاریب " ... بتائیں گے کسی کو ... تم بھی سنبھالو خود کو ... تمہاری یہ حالت دیکھ کر گھر والے مشکوک ہو جائیں گے نے اس کے بکھرے بال سنوارے ... پریشے کے ہاتھ میں پانی کی بوتل تھی ... جو اس نے شائے کی جانب بڑھائی ... شائے نے منہ پر پانی کے چھینٹے مارے ... پھر دوپٹے کے ایک کونے سے چہرہ خشک کیا ... دوپٹا اچھی طرح سر پر اوڑھا ... اور وہ تینوں حویلی کی جانب بڑھ گئیں

وہ شہر واپس آچکی تھی... تمام اسکول کا لجز، یونیورسٹیزری اوپن ہو چکے تھے اور پھر سے وہی لگی بندھی روٹین چل نکلی تھی... جب سے شائے پر لڑگروپ کا حصہ بنی تھی لکی ان کے گروپ سے نکل گیا تھا... خاص طور پر تب سے... جب سے اس نے شائے کو کھیتوں میں دیکھا تھا اور اسے معلوم ہوا تھا کہ شائے میر عبد الرحمان کی بیٹی ہے... وہ سب سے دور رہنے لگا تھا... ارمان سے اس کی زیادہ دوستی تھی اور وہ ارمان سے بھی تب ہی ملتا جب وہ گروپ سے الگ ہوتا... ارمان اس کے دل کی حالت جانتا تھا... اس کی دھڑکن جس لے پر دھڑکنے لگی تھی ارمان اس سے باخبر تھا... کیونکہ لکی کا چھپ چھپ کر شائے کو دیکھنا اس سے چھپا نہیں رہ سکا تھا... لکی خود کو ہشاش بشاش رکھنے کی کوشش کرتا تھا... لیکن بہترین دوست تو اندر تک کا حال پڑھ لیتے ہیں... ارمان بھی اس کی اداسی بھانپ گیا تھا... وہ خوبصورت جذبہ جوا بھی پنپنے ہی لگا تھا... وہ دنیا کا حسین ترین احساس جو اس خوبصورت نوجوان کے سینے میں سر اٹھانے لگا تھا... وہ وہیں کہیں مر جھاسا گیا تھا... اس کے لب ابھی تو مسکرانا سیکھ ہی رہے تھے لیکن یہ حقیقت اسے پھر سے سنجیدگی کے خول میں قید کر گئی... وہ شائے سے کترانے لگا... اس کے سامنے آنے سے جھجھکنے لگا... نہ جانے کیوں... بزدل نہیں تھا وہ... ڈرتا نہیں تھا کسی سے... لیکن وہ خود کو اور شائے کو اس آزمائش میں ڈالنے کا متحمل نہ تھا... اپنے علاقے کی روایات کو اچھی طرح جانتا تھا... محبت کے انجام سے بے خبر نہ تھا... ویسے بھی اگر وہاں یہ روایات نہ بھی ہوتیں تب بھی ان دونوں خاندانوں کے درمیان جو دشمنی چل رہی تھی تو شائے اور لکی کا ملنا ناممکن تھا... قطعی ناممکن... ان دونوں کے گھر والے انہیں زندہ دفن تو کر دیں گے لیکن کبھی اس رشتے کے لیے راضی نہ ہوں گے... اسی لیے اس نے اظہار نہیں کیا شائے سے... اسے اپنے جذبات نہیں بتائے... کہ خود تو اسے محبت کی آگ میں جلنا ہی تھا... محبت کا جو جرم اس کے دل سے سرزد ہوا اس کی سزا تو اسے ملنی ہی تھی لیکن اس معصوم لڑکی کو کیوں وہ بلا وجہ اس جہنم میں دھکیلتا... اور پھر... کچھ عرصہ پہلے اس کی منگنی بھی تو ہو چکی تھی اس کے تایا زاد سے.. اور ظاہر سی بات ہے اس نے کچھ خواب سچائے ہوں گے اس لڑکے کے لیے... جب بھی اپنے ہمسفر کا خیال ذہن کے پردے پر رستک دیتا ہو گا تو خود بخود اس لڑکے چہرہ آنکھوں میں عکس بن کر ابھرتا ہو گا... تو وہ کیسے اپنی خوشی کے لیے

اس کے خواب توڑ دے... اس کی خوشیاں چھین لے... اس راہ میں تو اذیت ہی اذیت تھی... اس لیے اس نے فیصلہ کیا تھا... وہ اس کے لیے اذیت کا باعث نہیں بنے گا... کبھی اس سے اپنے دل کی بات نہیں کہے گا... اس کی محبت یکطرفہ ہے اور یکطرفہ ہی رہے گی... شاید یہی نصیب کا لکھا ہے... لیکن اس بات سے بے خبر تھا وہ... کہ وہ جو اوپر بیٹھا ہے نہ سب کا مالک... سب کا پروردگار... اس کے لیے کچھ ناممکن نہیں... ممکن یا ناممکن کے جھیلے صرف کہنا ہے اور پلک جھپکتے ہی ناممکن "کن" انسانوں کے لیے ہیں... جن میں وہ الجھتا ہے... اس پاک ذات کو تو صرف... بھی ممکن میں تبدیل ہو جاتا ہے... بے شک وہ جو چاہے کرنے پر قادر ہے



آج اس کا برتھ ڈے تھا... لیکن نہ جانے کیوں آج کسلمندی سی تھی... یونی جانے کو دل نہیں چاہ رہا تھا... پہلے ہر برتھ ڈے حویلی میں گزرتا اس کا... اور اپنوں کے ساتھ گزرا ہر جنم دن اس کے لیے یادگار ہوتا... اس دن اس کی ہر خواہش پوری کی جاتی... تینوں بھائی، ماں جی، باباجان اس دن اس کے ساتھ ہی رہتے... اور وہ ان سے گفتگو کے نام پر خوب گفتگو بھرتی... حویلی میں اس کا کمرہ بھر اڑتا تھا ان گفتگو سے... لیکن اس بار... وہ حویلی نہیں جاسکی منہ بسورتی بڑبڑاتی ہوئی وہ بستر "کاش برتھ ڈے اتوار کو ہوتا" تھی... کیونکہ اس کا برتھ ڈے بدھ کو تھا اس بار... سے اٹھی... کھلے بالوں کو جوڑے میں لپیٹا... سلیر زپہنے ڈھیلے قدموں سے واشروم کی جانب بڑھی وائٹ ٹراؤزر میں گھٹنوں تک تپریل قمیض کے ساتھ وائٹ دوپٹہ سلیقے سے کندھوں پر جمائے وہ یونی میں داخل ہوئی... اور گراؤنڈ کی طرف بڑھی تاکہ اپنے گروپ تک جاسکے جب ایک دم ٹھٹھک کر رکی... اچھنبے سے اس کی آنکھیں سکڑیں... سامنے یونی کی بلڈنگ کے ساتھ ایک بورڈ رکھا گیا تھا... جو سائز میں کافی بڑا تھا اور اس پر شائے کا چہرہ پینٹ کیا گیا تھا... اور اتنے خوبصورت طریقے سے پینٹ ہوا تھا کہ کسی تصویر کا گمان ہوتا... اس کے ساتھ خوبصورت رنگوں کے امتزاج سے

“HâPPy BîRthDāy”

لکھا گیا تھا... شائے مسحور سی چلتی ہوئی اس بورڈ تک آئی... خلاف معمول آج یونی ہے گراؤنڈ میں کوئی بھی نظر نہ آ رہا تھا... سناٹا یوں تھا جیسے کوئی یہاں موجود ہی نہیں... شائے بے خود سی اس پینٹنگ کو دیکھ رہی تھی تبھی اسے احساس ہی نہیں ہوا کہ یونی کت اسٹوڈنٹس اس کی پشت پر کچھ فاصلے پر آکھڑے ہوئے... سب سے آگے ان کا اپنا پرلز گروپ تھا... وہ چونکی تب جب سب مل کر ایک آواز ہو کر پیپی برتھ ڈے گنگنانے لگے... ساتھ ہی ہلکی ہلکی کلپنگ بھی جاری تھی... شائے نے مڑ کر دیکھا اور پھر اس کا چہرہ کسی قوس قزح کی مانند مختلف رنگوں سے سج گیا.. خوشی, حیرت, کیا ہوا... " ... بے یقینی... کی کچھ نہیں تھا اس کے انداز میں... منہ پر ہاتھ رکھے ابھی بھی وہ بے یقینی سی کھڑی تھی مجھے یقین " ... پریشے اور لاریب ہنستی ہوئیں اس کے قریب آئیں اور اسے گلے ملیں " ... ایسے ہکا بکا کیوں کھڑی ہو خوشی اور ایکسائٹمنٹ کی وجہ " ... نہیں آرہا... یہ... اتنا سب کچھ میرے لیے... یہ... یہ پینٹنگ.. اس امیزنگ لاریب نے آنکھ " ... ابھی تو اور بہت کچھ باقی ہے میری جان... ویٹ اینڈ وائچ " سے اس سے بولنا محال ہونے لگا چلو برتھ ڈے " ... دبائی... تبھی ارمان پیچھے سے ایک ٹرائی گھسیٹا ہوا لایا.... جس پر خوبصورت سا ایک سجا تھا ارمان نے چھری اسے تھمائی... شائے اس کی بات پر مسکرائی اور " ... گرل... کیک کاٹو... جلدی... شاباش چھری تھام لی... ایک نظر اپنے ارد گرد موجود جم غفیر پر ڈالی... بلاشبہ یونی میں اس انداز میں کبھی کسی کا برتھ ڈے نہ منایا گیا تھا... لیکن شائے کو یہ اعزاز حاصل ہوا تھا کہ اس کے جنم دن پر ساری یونی کے اسٹوڈنٹس موجود تھے... جس کی ایک وجہ شائے کا اچھا اخلاق تھا تو دوسری وجہ ایک ایسا شخص تھا پوری یونی جس کی فین تھی... لڑکے ہوں یا لڑکیاں سب اس پر مرتے, اس کا احترام کرتے لیکن وہ صرف ایک وجود سے محبت کرتا تھا... ایک ہی لڑکی تھی جو اس کے دل پر دسترس حاصل کرنے میں کامیاب ہوئی تھی اور اس کا برتھ ڈے وہ یادگار بنانا چاہتا تھا... لیکن افسوس وہ لڑکی اس.... بات سے بے خبر تھی کہ وہ کسی کی بے پناہ چاہتوں کی اکلوتی وارث ہے

ارمان نے اپنی دائیں جانب بہت سے اسٹوڈنٹس کے پیچھے کھڑے لکی پر نظر ڈالی... اور اسے اشارے سے اپنے قریب آنے کا کہا... لیکن لکی نے سرنفی میں ہلاتے انکار کر دیا... وہ آج بھی اس کے سامنے نہیں آنا چاہتا تھا کہ اس کے قریب جانے پر کہیں اس کا دل اس سے بغاوت نہ کر بیٹھے... کہیں وہ خود سے کیا وعدہ نہ توڑ بیٹھے... اس لیے دور سے

ہی شائے کے چہرے پر ابھرتے مختلف رنگوں کو دیکھتا رہا... البتہ اس نے اپنا کیمرا ارمان کے حوالے کر دیا تھا کہ ارمان اس میں شائے کی کچھ تصویریں لے سکے... وہ نہیں مل سکتی تھی تو کیا ہوا.. م وہ اسے تصویروں میں تو دیکھ پائے گا نا....

وہ

... کی عملی تصویر تھا "ہم نے تمہیں چاہا مگر تمہیں پانے کی چاہت نہ کی"

کیک کاٹنے کے بعد سب اپنی اپنی لاسز میں چلے گئے... پر لز گروپ کے باقی سب ممبرز شائے سے سینئر تھے... اس لیے شائے اپنی کلاس میں اکیلی ہوتی... پروفیسر ابھی کلاس میں نہیں آئے تھے... اکاڈمک اسٹوڈنٹس موجود تھے... شائے مسکراتی ہوئی اپنی سیٹ پر آئی... بلاشبہ یہ سر پر انزاسے بہت پسند آیا تھا... صبح وہ جتنی ادا اس تھی اب موڈ اتنا ہی خوشگوار ہو چکا تھا... اتنی محبتیں پانے پر سرشار تھی وہ... اس نے ٹیبل پر بیگ رکھا ہی تھا کہ ایک دم رکی... اس کی سیٹ پر سرخ گلاب اور للی سے سجائے پڑا تھا... وہ ذرا حیران سی آگے بڑھی اور بکے اٹھایا... پر لز گروپ اسے گفٹس دے چکا تھا... پھر بھلا یہ کس کی طرف سے ہے... اس نے سوچتے ہوئے بکے الٹ پلٹ کر دیکھا... کوئی چٹ, کوئی کارڈ کچھ بھی تو نہ تھا اس میں... شائے الجھی... تبھی اس کا موبائل وا بیریٹ ہوا... شائے نے ایک ہاتھ میں بکے تھامے دوسرے ہاتھ سے ٹیبل پر موجود سیل فون پکڑا... اسکرین روشن کی... کسی انجان نمبر سے میسج تھا... شائے نے میسج اوپن کیا

... پھول سی نازک لڑکی کے لیے اس کے جنم دن پر پھولوں کا تحفہ "

اس شخص کی طرف سے جس کے دل کی وہ مالک بن بیٹھی ہے... اور اپنی ہی ملکیت سے بے خبر ہے... شاید یہ.... تمہارے لیے میری طرف سے پہلا اور آخری گفٹ ہوگا... ایک حقیر سا نذرانہ

... ہو سکے تو قبولیت کا شرف بخش دینا اسے

... سامنے نہیں آنا چاہتا... ڈرتا ہوں

... اظہار محبت نہیں کرنا چاہتا... خوفزدہ ہوں

...تمہارے انکار سے بھی

...تمہارے اقرار سے بھی

...کہ تمہارا انکار میں برداشت نہ کر پاؤں گا

...اور تمہارا اقرار زمانہ برداشت نہ کر سکے گا

....اسی لیے..اب یہی قصد کیا ہے

...خاموشی سے تمہیں میں چاہوں گا

...اس چاہت میں مر جاؤں گا

...پر سامنے میں نہ آؤں گا

...نہ پیار کبھی جتناؤں گا

تیری عزت دل میں یوں ہے، نہ

...بدنام تجھے کر پاؤں گا

...چپ چاپ یونہی رہ جاؤں گا

...قسمت سے مات میں کھاؤں گا

From

“Y”

...مسیح ختم ہو چکا تھا لیکن شائے ابھی سی، کسی سوچ میں ڈوبی ابھی تک موبائل ہاتھ میں تھامے کھڑی تھی

میر بخت آور نے یوسف کو بڑے کمرے میں طلب کیا تھا۔۔۔ یوسف فوراً ان کے حکم کی بجا آوری کیلئے ان کی خدمت میں حاضر ہوا۔۔۔ دروازے پر دستک دے کر جب وہ کمرے میں داخل ہوا تو سامنے بڑے صوفے پر میر بخت آور کروفر سے براجمان تھے۔۔۔ منہ میں سگار دبائے۔۔۔ ان سے کچھ فاصلے پر دوسرے صوفے پر سیف بخت آور بیٹھا تھا۔۔۔ لبوں پر استہزائیہ مسکراہٹ لیے۔۔۔

یوسف نے مشترکہ سلام کیا اور سیف پر دوسری نگاہ ڈالے بغیر دھیمے قدموں سے چلتا ہوا نشست پر "اسلام علیکم" بیٹھ گیا۔۔۔ میر بخت آور نے سر کے اشارے سے سلام کا جواب دیا اور تیکھی نظروں سے اسے گھورا۔۔۔ البتہ کچھ کہنے سے گریز کیا۔۔۔ کیونکہ وہ چاہتے تھے یوسف خود بات کا آغاز کرے۔۔۔ یوسف نے چند لمحے ان کے بولنے کا انتظار کیا۔۔۔ دھیمالہجہ ادب "باباجان.. آپ نے بلایا تھا؟" کیا۔۔۔ لیکن جب بدستور خاموشی چھائی رہی تو اس نے گلا کھنکارا میر بخت آور نے ہنکارا بھرا۔۔۔ سگار کا لمبا سا کش لیتے "ہوں" و احترام لیے ہوئے تھا۔۔۔ نگاہیں جھکی ہوئیں۔۔۔ ہوئے منہ سے دھواں خارج کیا اور سگار بجھا دیا۔۔۔ پھر بغور یوسف کا چہرہ دیکھنے لگے۔۔۔

ان کا لہجہ بے تاثر "ہم نے سنا ہے کہ تمہیں آجکل اس ونی میں آئی لڑکی سے ہمدردی کا بہت شوق چڑھ گیا ہے۔۔۔" تھا۔ اور انداز میں شائے کیلئے حقارت تھی۔۔۔ یوسف کا چہرہ سرخ ہوا۔۔۔ سلگتی نظروں سے قریب بیٹھے سیف کو گھورا۔۔۔ یقیناً اس نے ہی کل کے واقعے کی شکایت لگائی تھی باباجان کو۔۔۔ سیف بھی چمکتی پراسرار نظروں سے اسے ہی دیکھ رہا تھا۔۔۔ لبوں کی تراش میں مسکراہٹ تھی۔۔۔ فاتحانہ مسکراہٹ۔۔۔

میر بخت آور کے لہجے میں "اسے کیا گھور رہے ہو؟ ہم نے تم سے کچھ پوچھا ہے۔۔۔ ہمیں جواب چاہیے یوسف۔۔۔" بے پناہ سختی تھی۔۔۔ یوسف کی آنکھوں میں سرخی چھانے لگی۔۔۔

دھیمے لہجے میں وہ فقط اتنا ہی کہہ پایا۔۔۔ سرا بھی بھی جھکا ہوا تھا کہ ان بھائیوں میں کسی کی " ایسا کچھ نہیں ہے باباجان " جرات نہ تھی میر بخت آور کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات کرنے کی۔۔۔ میر بخت آور نے تلخ نظروں سے سے اپنے خو برو بیٹے کی سفید رنگت میں گھلی سرخیاں دیکھیں۔۔۔

ایسا کچھ ہونا بھی نہیں چاہئے۔۔۔ ہم جانتے ہیں تم بہت رحم دل ہو۔۔۔ لیکن وہ لڑکی رحم کے قابل نہیں " ہے۔۔۔ اس کے لیے اپنے دل میں رحم اور ہمدردی کے جذبات پیدا کرنے سے پہلے یہ سوچ لینا۔۔۔ کہ وہ تمہارے چچا زاد میر انس کے قاتل کی بہن ہے۔۔۔ وہ میر انس جو ہمارے لیے بیٹوں سے بڑھ کر تھا۔۔۔ اور تم لوگوں کیلئے بھائی سے بڑھ کر۔۔۔ وہ اس خاندان کی بیٹی ہے جس سے ہماری برسوں پرانی دشمنی ہے۔۔۔ اس لڑکی کے ساتھ اس حویلی میں جو کچھ ہو رہا ہے۔۔۔ وہ اس سے بھی زیادہ بدتر سلوک کی حق دار ہے۔۔۔ اور تم جانتے ہو ہم کسی کا قصور معاف میر بخت آور نے سردو " نہیں کرتے۔۔۔ جو گناہ اس کے بھائی نے کیا اس کا بھگتان اس لڑکی کو ساری عمر بھگتنا ہو گا۔۔۔ سپاٹ لہجے میں کہتے ہوئے یوسف کو بہت کچھ باور کروایا تھا۔۔۔

یوسف نے تڑپ کر سر اٹھایا۔۔۔

"... باباجان شانہ بے قصور"

وہ بہت کچھ کہنا چاہتا تھا۔۔۔ شانہ کی حمایت میں بولنا چاہتا تھا۔۔۔ لیکن میر بخت آور نے اسے چپ کر وادیا۔۔۔

آج کے بعد اس لڑکی کا نام بھی تمہاری زبان پر نہیں آنا چاہئے میر " وہ دھاڑے۔۔۔ " بس۔۔۔ خاموش۔۔۔ "

یوسف بخت آور۔۔۔ تم ہمارے سب سے چھوٹے اور لاڈلے بیٹے ہو۔۔۔ ہمیں بہت عزیز ہو۔۔۔ لیکن یاد رکھنا۔۔۔

اگر آج کے بعد تمہارے منہ سے اس لڑکی کی حمایت میں ایک بھی لفظ نکلا۔۔۔ تو ہم بھول جائیں گے کہ ہمارے

تمہارے درمیاں کیا رشتہ ہے۔۔۔ ہم باپ ہیں تمہارے۔۔۔ تم سے بہتر جانتے ہیں۔۔۔ کون قصور وار ہے اور کون

نہیں۔۔۔ ہمیں سمجھانے کی کوشش مت کرو۔۔۔ میر بخت آور کے بیٹے ہو تم۔۔۔ مرد بنو۔۔۔ میر بخت آور کا خون اتنا

کمزور اور زن مرید نہیں ہے کہ دو ٹکے کہ لڑکی کے لیے پگھل جائے۔۔۔ ایک عورت کی حمایت میں بولے۔۔۔ اور

ایک عورت کیلئے اپنے باپ سے زبان درازی کرے۔۔۔ آئندہ اس معاملے میں تم نے ہمارے سامنے بولنے کی جرات میر بخت آور کا لہجہ کڑواہٹ لیے ہوئے تھا۔۔۔ "کی تو ہم تمہاری زبان کھینچ لیں گے۔۔۔ جاسکتے ہو تم اب۔۔۔"

یوسف نے ضبط سے مٹھیاں بھینچ لیں۔۔۔ اس نے جتنا سوچا تھا معاملہ اس سے کہیں زیادہ گھمبیر تھا۔۔۔ وہ چاہ کر بھی اس معصوم لڑکی کی مدد نہیں کر سکتا تھا۔۔۔ جو بلا وجہ سزا کاٹ رہی تھی۔۔۔ کیونکہ وہ میر بخت آور کے خلاف جانے کی جرات نہیں کر سکتا تھا۔۔۔ کس گرداب میں پھنس گیا تھا وہ۔۔۔ سرخ چہرہ لیے وہ خاموشی سے کمرے سے نکل گیا۔۔۔

□ □ □ □ □ □

تجھے کیا خبر میرے ہمسفر، میں بکھر گیا ہوں کدھر کدھر۔۔۔
جو ہو سکے مجھے پھر بنا، میری ساری راکھ سمیٹ کر۔۔۔

وہ شدید ڈپریشن کا شکار ہو چکا تھا۔۔۔ کبھی کبھی دل چاہتا ہے نہ کہ انسان دور کہیں چلا جائے۔۔۔ کسی ایسی جگہ جہاں رشتوں کے یہ بھنور نہ ہوں۔۔۔ انسان اکیلا ہو، بالکل تنہا۔۔۔ جہاں کوئی اسے جانتا نہ ہو۔۔۔ پہچانتا نہ ہو۔۔۔ جہاں رشتوں کو سنبھالنے کی فکریں نہ ہوں۔۔۔ انسان اپنے ہر عمل میں آزاد اور خود مختار ہو۔۔۔ جہاں اپنی ہی زندگی کا فیصلہ لینے کیلئے اسے یوں کشمکش کا شکار نہ ہونا پڑے۔۔۔ وہ بھی اسی کیفیت سے گزر رہا تھا آجکل۔۔۔ دل چاہتا ہر چیز کو تہس نہس کر کے رکھ دے۔۔۔ یا خود کو ختم کر دے۔۔۔ اسے خود سے ہی وحشت ہونے لگی تھی۔۔۔ اور اسی وحشت سے گھبراتے ہوئے وہ ماں کے کمرے میں چلا آیا۔۔۔ وہاں جس کی گود میں دنیا جہاں کا سکون پوشیدہ تھا۔۔۔ دستک دیتا ہوا کمرے میں داخل ہوا تو زریںہ بیگم اسے کھڑکی کے سامنے وہیل چیئر پر بیٹھیں نظر آئیں۔۔۔ ہاتھ میں اون کی سلاٹیاں تھیں۔۔۔ وہ کچھ بن رہی تھیں۔۔۔ اس حویلی پر کبھی ان کی اجارہ داری تھی۔۔۔ لیکن وقت بہت جلد بدل جاتا ہے۔۔۔ ایک حادثے میں جہاں ان کے دیور میر دلا اور انکی شریک حیات اپنی جان گنوا بیٹھے تھے۔۔۔ وہیں وہ اپنی چلنے پھرنے کی صلاحیت سے محروم ہو گئی تھیں۔۔۔ اور اس معذوری کے بعد گھر والوں نے انہیں کسی بوجھ کی طرح ہی

سمجھا اور وہ ایک کمرے میں مقید ہو گئیں۔۔۔ تین وقت کا کھانا انکے کمرے میں پہنچا دیا جاتا تھا ملازمہ کے ہاتھ۔۔۔
حویلی سے بس ان کا اتنا سا تعلق رہ گیا تھا۔۔۔

شوہر اور بیٹوں کی شکلیں دیکھے انہیں مہینوں گزر جاتے۔۔۔ بیٹیوں کی مرضی ہوتی تو چند منٹ آکر ان کے پاس بیٹھ
جاتیں۔۔۔ وگرنہ وہ اکیلی اپنے کمرے میں ہوتیں۔۔۔

تنہا شب و روز بسر کرتیں۔۔۔ ایک یوسف تھا جو کبھی شہر سے گاؤں آتا تو ان کے ساتھ وقت گزارتا۔۔۔ انکے دل کی
باتیں سنتا۔۔۔ اپنی باتیں شیر کرتا۔۔۔ انہیں ہنساتا۔۔۔

لیکن آج اس کی چال سے ہی وہ جان گئیں تھیں کہ ان کا بیٹا پریشان ہے۔۔۔

بلیک کرتا شلواری میں اس کا وجود مضحک سا لگ رہا تھا۔۔۔ وہ دھیرے دھیرے قدم اٹھاتا ان تک آیا۔۔۔

ان کے قدموں کے قریب بیٹھ کر بنا ایک بھی لفظ کہے خاموشی سے سر ان کی گود میں رکھ لیا۔۔۔ زربینہ بیگم نے اپنے

خوبرو بیٹے کو دیکھا۔۔۔ مضبوط قد و قامت کا مالک آج جانے کیوں ٹوٹا ہوا سا لگ رہا تھا۔۔۔ انہوں نے اون کی سلامیاں

ایک طرف رکھیں۔۔۔ اور نرمی سے یوسف کے بالوں میں ہاتھ چلانے لگیں۔۔۔ یوسف نے آنکھیں بند کیں اور ماں

کی انگلیوں کے لمس سے اپنے رگ و پے میں سکون اترتا محسوس کیا۔۔۔ یوں لگ رہا تھا ساری تشنگی، ساری بے چینی ختم

ہوتی جا رہی ہے۔۔۔ وہ جو کی راتوں سے سو نہیں سکا تھا۔۔۔ جس کے دن اضطراب کے عالم میں گزرتے تھے۔۔۔ وہ

ایک دم پر سکون ہو گیا تھا۔۔۔

چیز کی بھی خواہش کی وہ حاصل کر لی۔۔۔ کبھی کوئی کمی کوئی، کوئی زندگی میں میں نے جو چاہا وہ پایا ہے ماں۔۔۔ جس "

تشنگی محسوس نہیں ہوئی۔۔۔ لیکن آپ کا یہ بیٹا اپنی زندگی کی سب سے بڑی بازی ہار گیا۔۔۔ وہ لڑکا جسے سب قسمت کا

سکندر کہتے ہیں کوئی نہیں جانتا کہ وہ کتنا بد قسمت ہے۔۔۔ وہ سب کچھ ہوتے ہوئے بھی تہی داماں ہے۔۔۔ نامرادی اس

بھرائی آواز میں وہ کہہ رہا تھا۔۔۔ کہ ایک ماں ہی تھی جس کے سامنے وہ اپنے دل کی حالت " کا مقدر ٹھہری ماں۔۔۔

بیان کر سکتا تھا۔۔۔ ان سے اپنے جذبات کہہ سکتا تھا۔۔۔

زندگی میں بہت سی لڑکیاں آئیں۔۔۔ خوبصورت سے خوبصورت ترین۔۔۔ لیکن کوئی اس دل کو نہیں بھائی۔۔۔ مجھے " لگتا تھا کہ کسی لڑکی میں اتنی قابلیت نہیں تھی کہ وہ مجھ جیسے انسان کو تسخیر کر سکے۔۔۔ لیکن پھر وہ آئی۔۔۔ میری زندگی میں۔۔۔ وہ جو پہلی نظر میں ہی بے دھڑک، بنا اجازت لیے میرے دل کی مسند پر براجمان ہو گئی۔۔۔ وہ دن... اسکا یونیورسٹی میں پہلا دن۔۔۔ میں کبھی نہیں بھول سکتا۔۔۔ مجھے نہیں خبر کب، کیسے میں اس کی محبت میں مبتلا ہوا۔۔۔ لیکن جو اسکے لیے محسوس کیا وہ کسی اور کیلئے کبھی نہیں کیا۔۔۔ اسے دیکھتے ہی مجھے اس سے عشق ہو چلا تھا۔۔۔ اور میں سرشار تھا۔۔۔ بہت خوش۔۔۔ وہی تو تھی جس نے میری زندگی میں رنگ بھر دیے۔۔۔ اس نے مجھے زندگی کے مطلب سمجھائے۔۔۔ زندگی ایک دم بے تحاشا خوبصورت لگنے لگی تھی۔۔۔ اس کے حوالے سے ابھی تو خواب سجانے شروع کیے تھے میں نے۔۔۔ ابھی تو میں خوش ہونا سیکھ رہا تھا۔۔۔ لیکن میرے خوابوں کی، میری خواہشوں کی عمر بہت کم نکلی ماں۔۔۔ مجھے اس حقیقت نے توڑ کر رکھ دیا۔۔۔ کہ وہ ساری دنیا میں ایک واحد لڑکی۔۔۔ جسے پانے کی تمنا میرے دل نے کی۔۔۔ وہ میرا عبدالرحمن کی بیٹی ہے۔۔۔ اس خاندان کی عزت ہے۔۔۔ جن کے خون کے پیاسے ہیں میرے گھر والے۔۔۔ جن سے برسوں پرانی دشمنی ہے ہماری۔۔۔ اور اس دشمنی کی بنیاد بھی محبت ہی تھی۔۔۔

برسوں پہلے جن لوگوں نے دو جانوں کو محبت کرنے کے جرم میں پھانسی پر لٹکا دیا۔۔۔ وہ آج میری محبت کو کیسے قبول کرتے۔۔۔ اور پھر باباجان، میرا بھتیجا اور جن کے لیے ان کا شملہ ہر چیز سے بڑھ کر ہے۔۔۔ اپنی اولاد سے بھی بڑھ کر۔۔۔ وہ کبھی اس خاندان کے سامنے اپنے بیٹے کی خوشیوں کی خاطر ہاتھ نہ پھیلاتے۔۔۔ چاہے سوال ان کے بیٹے کہ زندگی اور موت کا ہی کیوں نہ ہو۔۔۔ اگر میں ان سے اپنے دل کی بات، اپنے جذبات بیان کرتا تو انہیں ایک اور موقع مل جاتا میرا عبدالرحمان کے خاندان کو ذلیل و رسوا کرنے کا۔۔۔ باباجان اس مسئلے کو بھی پنچائت میں گھسیٹتے۔۔۔ جہاں میرا عبدالرحمان اور اس معصوم لڑکی کی عزت کی دھیمیاں اڑائی جاتیں۔۔۔ اسے بدنام کیا جاتا۔۔۔ اور میں یہ سب نہیں چاہتا تھا۔۔۔ مجھے اپنی محبت سے زیادہ اس کی عزت عزیز تھی۔۔۔ میں کیسے یہ برداشت کرتا کہ وہ لڑکی جو اتنی پاکیزہ ہے کہ اسے نظر بھر کر دیکھنا بھی گناہ لگتا ہے۔۔۔ اس پر، اس کی پاکبازی پر، اس کے کردار پر انگلیاں اٹھائی جاتیں۔۔۔ میں بزدل نہیں تھا ماں۔۔۔ لیکن اس کی خاطر، اس کی عزت کی خاطر کمزور پڑ گیا۔۔۔ اس کی تو کوئی غلطی نہ تھی۔۔۔ محبت تو

مجھے ہوئی تھی اس سے۔۔۔ ایک طرفہ محبت۔۔۔ اسے کیوں سزا ملتی۔۔۔ وہ تو شاید ابھی تک اس بات سے بے خبر ہے کہ کوئی اس کی خاطر کرب اور اذیت کی انتہاؤں کو چھو آیا ہے۔۔۔ اس کا اور میرا ملنا ناممکن تھا۔۔۔ قطعی ناممکن۔۔۔ اسی لیے میں نے اسے پانے کی تمنا چھوڑ دی۔۔۔ اسے حاصل کرنے کے تمنادل سے ختم کر دی۔۔۔ اپنے سینے میں کھلنے والی محبت کی نوخیز کلی کو جڑ سے اکھاڑ پھینکا۔۔۔ خود اپنے ہی ہاتھوں اپنی آنکھوں سے سب خوابوں کو نوچ ڈالا۔۔۔ اس کے سامنے آنا چھوڑ دیا کہ کہیں میری آنکھوں سے میرے جذبات اس پر آشکار نہ ہو جائیں۔۔۔ اس کے لیے میں ہمیشہ اجنبی بن کر رہا۔۔۔ وہ جو میری روح تک میں شامل ہو چکی تھی۔۔۔ یہ طے کر لیا میں نے کہ اس سے محبت چھوڑ دینا میرے اختیار میں نہیں۔۔۔ لیکن اسے پانے کی خواہش کبھی اپنے دل میں ابھرنے نہیں دوں گا۔۔۔ میری محبت کی منزل لا حاصل تھی تو کیا ہوا۔۔۔ اس کے لیے میرے عشق کی شدت میں کبھی کوئی کمی نہیں آئے گی۔۔۔ اس کی خاطر میں نے اسے چھوڑ دیا۔۔۔ اپنے روتے، بلکتے، اذیت سے تڑپتے وجود کو بہت مشکل سے سمجھایا کہ وہ میرے لیے نہیں بنی۔۔۔ خود کو سنبھال لیا تھا یہ سوچ کر کہ ضروری نہیں جو چیز آپ کو اچھی لگے وہ آپ کے لیے ہی بنی ہو۔۔۔ اور پھر وہ تو کسی اور کی امانت تھی۔۔۔ کسی اور سے منسوب تھی۔۔۔ میں بے بس ہو گیا۔۔۔ ساری دنیا کو چھوڑ کر مجھے ایک اسی لڑکی سے محبت ہونی تھی کیا۔۔۔ کیا ضروری تھا کہ میں اس کی محبت میں اتنا پاگل ہو جاتا کہ اسے دیکھے بغیر سانس لینا بھی دشوار ہونے لگتا۔۔۔ کاش وہ میرا عبد الرحمان کی بیٹی نہ ہوتی۔۔۔ یا کاش وہ یوں ونی کے طور پر ہمارے گھر، میرے نکاح میں نہ آتی۔۔۔ قسمت نے کیسا عجیب کھیل کھیلا ہے میرے ساتھ۔۔۔ کہاں لاکھڑا کیا ہے مجھے کہ میرا شمار نہ زندوں وہ چند پل رکا۔۔۔ خبر ہی نہ ہوئی کہ کب آنسو اس کا چہرہ بھگونے لگے۔۔۔ وہ اونچا لمبا، " میں رہا نہ مردوں میں۔۔۔ مضبوط قد کا ٹھکا مالک نوجوان ماں کی گود میں سر رکھے سسک رہا تھا۔۔۔ اپنے دل میں موجود درد کو آنسوؤں کے ذریعے کیسا محسوس ہوتا ہے جب آپ کسی سے بے تحاشا محبت کریں۔۔۔ جس لیے آپ کے دل میں احترام " نکال رہا تھا۔۔۔ ہی احترام ہو۔۔۔ اسے وقت۔۔۔ یہ ظالم وقت ایک ایسے روپ میں، ایسی حالت میں لاکھڑا کرے جس کا آپ نے کبھی تصور بھی نہ کیا ہو۔۔۔ مجھے لگا کسی نے میرے سینے سے روح کھینچ لی ہے، میرا کلیجہ نوچ لیا ہے جب یہ خبر ہوئی کہ۔۔۔ کہ شائے کو میرے نکاح میں دیا جا رہا ہے۔۔۔ اور وہ بھی۔۔۔ ونی کے طور پر۔۔۔ یوں محسوس ہوا کسی نے میرے جسم کو

ہزاروں ٹکڑوں میں تبدیل کر دیا ہو۔۔۔ اس دن میں ٹوٹ کر کرچیوں میں بٹ گیا تھا۔۔۔ اور کوئی سمیٹنے والا نہ تھا۔۔۔ اگر میں نے اسے بھولنے کا فیصلہ کر ہی لیا تھا تو کیا ضروری تھا کہ قسمت اسے پھر میرے سامنے لا کھڑا کرتی۔۔۔ باباجان کے اس فیصلے نے مجھے جیتے جی مار دیا ماں۔۔۔ میں کہاں جاتا اپنا ٹوٹا وجود لے کر۔۔۔ کوئی کاندھا میسر نہ تھا جس پر سر رکھ کر رو لیتا۔۔۔ کوئی ایسا وجود نہ تھا جس سے میں دل کا حال بیان کر پاتا۔۔۔ خود ہی روتا اور خود ہی اپنے آنسو پونچھتا۔۔۔ مجھ سے زیادہ بھی کوئی بد نصیب ہو گا کیا۔۔۔ پنچائت کے سامنے مجھے باباجان نے یہ فیصلہ سنایا کہ کچھ دیر بعد مجھے شائے کو اپنے نکاح میں قبول کرنا ہے۔۔۔ تب مجھے محسوس ہوا کہ قدموں تلے سے زمین کیسے کھسکتی ہے۔۔۔ مجھے لگا کسی نے میرے جسم سے خون کی آخری بوند تک نچوڑ لی ہے۔۔۔ وئی کا مطلب اچھی طرح جانتا تھا میں۔۔۔ ظلم کی انتہا تھی اور اسے اس ظلم کا شکار ہوتے ہوئے دیکھ پانا میرے بس میں نہ تھا۔۔۔ لیکن وہاں ان حالات میں اس نکاح سے انکار کرنا بھی ناممکن تھا۔۔۔ مجھے اس سے نکاح کرنا ہی پڑا۔۔۔ میرا عبدالرحمان کے سامنے ہم ان سے ان کی لاڈلی کو چھین کر لے آئے۔۔۔ کیا گزری ہو گی ان پر۔۔۔ مجھے شائے کے چہرے کے وہ تاثرات نہیں بھولتے ماں۔۔۔ جب نکاح کے بعد لٹی پٹی حالت میں وہ میرے ساتھ اس حویلی میں آئی۔۔۔ یوں بھی رخصتی ہوتی ہے کیا بیٹیوں کی۔۔۔ وہ لمحات میرے ذہن سے محو نہیں ہوتے جب اس کا ہاتھ میرے ہاتھ میں تھا لیکن وہ پتھر ہوئی آنکھوں سے گردن موڑے اپنے باپ اور بھائی کو دیکھ رہی تھی۔۔۔ دل خون کے آنسو روایا تھا اس وقت۔۔۔ اس کی یہ حالت دیکھ کر۔۔۔ ایسا تو نہیں چاہا تھا میں نے۔۔۔ پھر رب نے میری قسمت میں یہ فیصلہ کیوں لکھا۔۔۔ اس سے بہتر تھا وہ مجھے نہ ملتی۔۔۔ دل کو صبر آ جاتا۔۔۔ لیکن اب یہ دل کیسے سنبھلے۔۔۔ اسے پا کر بھی میں اسے پا نہیں سکا۔۔۔ میری ہو کر بھی وہ میرے لیے لا وہ ہچکیوں سے رو رہا " حاصل رہی۔۔۔ جس پر میرا کوئی حق نہیں۔۔۔ میں نامراد ٹھہرا ماں۔۔۔ نامراد ٹھہرا میں۔۔۔ لوگ کہتے ہیں مرد کو " تھا۔۔۔ اور زرینہ بیگم۔۔۔ ماں تھیں وہ اس کی۔۔۔ تڑپ کر رہ گئیں وہ اس کی تکلیف پر۔۔۔ رونا زیب نہیں دیتا۔۔۔ کوئی یہ کیوں نہیں سوچتا کہ کہ مرد بھی آخر انسان ہوتا ہے۔۔۔ اس کے سینے میں بھی دل دھڑکتا ہے۔۔۔ اس کے بھی کچھ جذبات ہوتے ہیں۔۔۔ وہ کتنا ضبط کرے۔۔۔ کتنی برداشت کا مظاہرہ کرے۔۔۔ مجھے لگتا ہے میرا دل پھٹ جائے گا۔۔۔ اس کی حالت سے، اس پر ہونے والے مظالم سے نظریں چرا کر شہر جاتا ہوں تو

وہاں ایک پل سکون نہیں ملتا۔۔۔ بے چین اور مضطرب ہوتا واپس پلٹ آتا ہوں تو اس کا ذخی وجود۔۔۔ اس کے چہرے کے زخم۔۔۔ اس کا صبر مجھے سونے نہیں دیتا۔۔۔ میں کیا کروں۔۔۔ ماں۔۔۔ ایسا کیا کروں کہ اس کی تکلیف ختم ہو جائے۔۔۔ کیونکہ جب تک اسے اس اذیت سے رہائی نہیں ملتی تب تک میں بھی پر سکون نہیں ہو سکتا۔۔۔ کیوں بنائی گی ہیں ایسی رسمیں جو زندہ انسانوں کو کھا جاتی ہیں۔۔۔ جیتے جی مار دیتی ہیں۔۔۔ دعا کرو ماں کہ مجھے موت آجائے۔۔۔ اس کے لہجے میں اتنا کرب تھا کہ سننے " اسے یوں دیکھ کر روزِ روز مرنے سے بہتر ہے ایک ہی بار اذیت سہ لوں۔۔۔ والے کا کلیجہ چیر دیتا۔۔۔ زرینہ بیگم کانپ اٹھی تھیں اپنے لختِ جگر کی اذیت جان کر۔۔۔

بہت سے لمحے یوں ہی گزر گئے۔۔۔ چپکے سے۔۔۔ دبے پاؤں۔۔۔ رونے سے اس کے دل کا غبار کچھ کم ہوا تو وہ خود بخود پر سکون ہوتا چلا گیا۔۔۔ زرینہ بیگم نے اسے آج کھل کر رونے دیا۔ کہ اگر یہ بھڑاس دل میں رہتی تو وہ بے چین و مضطرب ہی رہتا۔۔۔ کبھی کبھی چپ چاپ برداشت کرتے رہنے سے رو لینا زیادہ بہتر ہوتا ہے کہ خاموشی سے سب سہ جانا اور اندر ہی اندر گھٹتے رہنا انسان کو ڈپریشن کر دیتا ہے اور وہ نفسیاتی مریض بن جاتا ہے۔۔۔ کچھ دیر بعد جب وہ رو کر اپنا غم ہلکا کر چکا تو زرینہ بیگم نے نرمی سے اپنی گود سے اس کا سر اٹھایا۔۔۔ محبت سے اس کے آنسو پونچھے۔۔۔ اور اس کے مردانہ وجاہت سے بھرپور چہرے کو اپنے کمزور ہاتھوں کے پیالے میں لیا۔۔۔ یوسف نے ہلکی نم آنکھوں سے ماں کے آج تمہیں ایک پتے کی بات بتاؤں یوسف۔۔۔ اگر تم " شفقت بھرے چہرے کو دیکھا جس پر جھریاں واضح تھیں۔۔۔ میری اس بات کو سمجھ گے تو یقین کرو۔۔۔ تم زندگی کے ہر میدان میں فتح پاؤ گے۔۔۔ ہمیشہ کامیابی اور فلاح تمہارا مقدر وہ نرم نگاہوں سے یوسف کو دیکھ رہی تھیں۔۔۔ یوسف نے ایک ٹرانس کی سی کیفیت میں اثبات " ٹھہرے گی۔۔۔ میں سر ہلایا۔۔۔

اپنے رب سے یہ شکوے، شکایتیں اور گلے کرنا بند کر دو۔۔۔ یہ یقین رکھو کہ اس دنیا میں اس مالک کی مرضی کے " خلاف ایک پتہ بھی نہیں ہل سکتا۔۔۔ زندگی تمہیں کتنی ہی مشکل راہ پر لا کھڑا کرے اپنے ذہن میں صرف ایک بات بٹھا لو کہ وہ رب جو تم سے ستر ماؤں سے زیادہ محبت کرتا ہے وہ تمہیں اس مشکل میں نہیں رہنے دے گا۔۔۔ ہر مشکل کے

بعد آسانی ہے۔۔۔ اور اگر اس نے مشکل میں مبتلا کیا ہے تو وہی تمہیں اس سے آزاد بھی کرے گا۔۔۔ اس کے ہر کام میں کوئی نہ کوئی مصلحت ہوتی ہے۔۔۔ ہم پر کوئی مصیبت آتی ہے تو اس میں بھی کہیں نہ کہیں ہماری بھلائی ہوتی ہے جو ان کا لہجہ اتنا پراثر تھا کہ یوسف یک ٹک انہیں دیکھے گیا۔۔۔ "ہم نہیں جانتے۔۔۔ لیکن اوپر والا جانتا ہے۔۔۔"

تم یہ سوچتے ہو کہ تم پر بہت بڑا ظلم ہوا۔۔۔ کہ جس لڑکی سے تم نے محبت کی وہ ونی کے طور پر تمہارے نکاح میں "آئی۔۔۔ تم نے صرف منفی رخ دیکھا۔۔۔ اگر اسی بات کو تم مثبت طریقے سے سوچو تو تمہیں معلوم ہو گا کہ جس لڑکی سے تم نے عشق کیا۔۔۔ سچی اور بے لوث محبت کی۔۔۔ اس ڈر سے اسے پانے کی چاہت دل سے نکال دی کہ وہ تمہاری نہیں ہو سکتی اسے ہی تمہارے رب نے تمہاری زندگی میں شامل کر دیا۔۔۔ اور ایک ایسی راہ نکالی جو تمہارے وہم و گمان میں بھی نہ تھی۔۔۔ تمہارے لیے شانہ کا حصول ناممکنات میں سے تھا۔۔۔ اس لیے تم ناامید ہو گے۔۔۔ ایک بار۔۔۔ صرف ایک بار یہ سوچ لیتے کہ یہ ممکن اور ناممکن کے کھیل صرف ہم انسانوں کے لیے ہیں۔۔۔ اس مالک دو جہاں کے لیے تو کچھ بھی ناممکن نہیں۔۔۔ وہ تو ہر ناممکن کو ممکن کر دکھانے کی صلاحیت رکھتا ہے۔۔۔ تو ایسے جذبات، ایسی مایوسی کبھی تمہارے دل میں نہ آتی۔۔۔ اس رب کو شاید تمہاری سچی، پر خلوص محبت ہی پسند آگئی تھی جو اس نے تمہیں تمہاری محبت سے نواز دیا۔۔۔ ورنہ پہلے تمہارے بابا کا ارادہ تھا شانہ کو ونی کے طور پر سیف کے نکاح میں دینا۔۔۔ کیونکہ وہ تم سے بڑا ہے۔۔۔ لیکن عین وقت پر زمینوں پر کچھ مسئلہ ہونے کی وجہ سے سیف کو جانا پڑا اور شانہ کا نکاح تم سے ہو کر زمینہ بیگم نے ہلکی "گیا۔۔۔ اس بات پر تمہیں شکر ادا کرنا چاہیے اپنے رب کا۔۔۔ نہ کہ یوں گلے شکوے۔۔۔ مسکراہٹ لیے اس کے خوب روچہرے کو دیکھا اور ایک ہاتھ سے اس کے بال سنوارے۔۔۔ یوسف تو جیسے کسی اور ہی جہاں میں پہنچا ہوا تھا۔۔۔ پچھلے کچھ عرصہ میں جہاں اس نے ناامیدی کو اپنے دل میں جگہ دی تھی وہیں اسے اللہ سے بہت سی شکایات رہنے لگی تھیں۔۔۔ اس نے اللہ پاک سے دعا مانگنا چھوڑ دیا تھا۔۔۔ اب بھی وہ پانچ وقت اس رب کی پکار پر لبیک کہتا تھا۔۔۔ لیکن نماز کی ادائیگی کے بعد بغیر دعا مانگے ہی اٹھ جاتا۔۔۔ کہ جب دل ہی خالی ہو چکا تھا ہر چیز سے تو کیا مانگتا دعا میں۔۔۔ لیکن آج اسے خبر ہوئی تھی کہ اس کے رب نے تو بن مانگے ہی اس کی سب سے بڑی خوشی کو اس کا نصیب کر دیا تھا۔۔۔ اور وہ۔۔۔ وہ ناشکری کرتا رہا۔۔۔ اب تک خود کو، اپنی قسمت کو کوست رہا۔۔۔ لیکن آج ماں نے کی

باتوں نے احساس دلایا کہ دنیا میں اس سے بڑھ کر کوئی خوش نصیب نہیں۔۔۔ بے شک ہم یاس کے عالم میں اس رب کو بھول جاتے ہیں۔۔۔ لیکن وہ ہماری طرف سے ایک پل کو بھی غافل نہیں ہوتا۔۔۔ اس دنیا کی بھیڑ میں بھی ہر وقت، ہر قدم پر ہمارے ساتھ ہوتا ہے۔۔۔ وہ ایک دم شر مندہ ہوا۔۔۔ دل میں پچھتاوے سراٹھانے لگے۔۔۔

اپنے رب کا شکر ادا کیا کرو یوسف۔۔۔ کہ وہ ہمیں ہمارے اعمال دیکھ کر عطا نہیں کرتا۔۔۔ اپنی رحمت، اپنی محبت دیکھ کر نوازتا ہے۔۔۔ اگر ہمیں ہمارے اعمال دیکھ کر دیا جاتا تو سوچو آج ہمارے پاس کچھ بھی نہ ہوتا۔۔۔ کچھ بھی نہیں۔۔۔ کہتے ہیں نہ ماں سب سے بڑی استاد ہوتی ہے۔۔۔ وہ باتیں جو ڈگری ہولڈر " ہر حال میں اس کا شکر ادا کرنا سیکھو۔۔۔ استاد نہیں سکھا سکتے کبھی کبھی وہ سب باتیں ایک ان پڑھا ماں سکھا دیتی ہے۔۔۔ کیونکہ ماں کے لہجے کی تاثیر ہی الگ لیکن ماں۔۔۔ مجھے سمجھ نہیں آتی کہ میں کیا کروں۔۔۔ کیا " ہے۔۔۔ وہ بھی آج اپنی ماں سے سب سیکھ رہا تھا۔۔۔ کرنا چاہیے مجھے ان حالات میں۔۔۔ مجھے لگتا ہے جیسے میری سوچنے سمجھنے کی صلاحیت مفلوج ہو کر رہ گئی ہے۔۔۔ مجھے وہ بے قصور لگتی ہے ماں۔۔۔ جس کا قصور ہے اسے سزا ملنی چاہیے نا۔۔۔ میرا ہاشم نے قتل کیا ہے تو پھر اس سے بدلہ " لیتے۔۔۔ دوسروں کو کیوں اذیت دی جاتی ہے۔۔۔ میں ایسا کیا کروں کہ اسے نجات مل جائے اس سب سے۔۔۔ وہ الجھن زدہ سا تھا۔۔۔ آج اپنی ماں کے سامنے تمام گریہیں پیش کرتا جا رہا تھا کہ ماں ان گریہوں کو سلجھانے میں اس کی میں جانتی ہوں بیٹا۔۔۔ بے گناہ ہے۔۔۔ اس کے تو چہرے " مدد کرے۔۔۔ زرینہ بیگم مسکرا دیں اس کے انداز پر۔۔۔ سے ہی اس کی معصومیت جھلکتی ہے۔۔۔ وہ اس ایک سال میں تین بار آئی ہے میرے کمرے میں۔۔۔ کھانا دینے۔۔۔ اور تین بار میں ہی میں جان گئی ہوں کہ وہ بہت معصوم ہے۔۔۔ بنا کسی قصور کے سزا کاٹ رہی ہے۔۔۔ مجھے کبھی کبھی خوف محسوس ہوتا ہے اس کے اس صبر سے۔۔۔ اور سچ کہوں تو مجھے لگتا ہے کہ اس کا بھائی، میرا ہاشم بھی بے قصور ہے۔۔۔ کیونکہ میرا عبد الرحمان کے خاندان کو میں اچھی طرح جانتی ہوں۔۔۔ وہ بہت سلجھے ہوئے شریف لوگ ہیں۔۔۔ کچھ تو ایسا ہے جو ابھی تک ہماری نظروں سے اوجھل ہے۔۔۔ سچائی کیا ہے یہ تو رب ہی جانتا ہے۔۔۔ لیکن جتنا میرا عبد الرحمان اور ان کے بیٹوں کے بارے میں سنا ہے اس سے مجھے نہیں لگتا کہ میرا ہاشم سے یہ قتل ہوا ہے۔۔۔ اگر اس سے یہ سب ہوا ہوتا تو وہ اس بات کو قبول کر لیتا۔۔۔ لڑائی جھگڑے میں کبھی بھی ان کی طرف سے پہل نہیں

ہوئی۔۔۔ جب بھی کوئی جھگڑا ہوا ہمیشہ قصور تمہارے دادا کا اور تمہارے بابا کا ہی ہوتا۔۔۔ انہیں عادت ہو چلی ہے سب کو اپنے سامنے جھکا ہوا دیکھنے کی۔۔۔ زمینی خدا بنے بیٹھے ہیں یہ لوگ۔۔۔ چاہتے ہیں کہ سب ان سے دب کر رہیں۔۔۔ ارد گرد کے سب علاقوں پر ان کی دھاک ہو بس۔۔۔ لیکن میر عبد الرحمان کا خاندان کسی کے سامنے نہیں جھکتا۔۔۔ کسی سے ڈرتا نہیں۔۔۔ اور یہی بات ہمارے اس خاندان سے برداشت نہیں ہوتی۔۔۔ تبھی ان کی مخالفت کرتے ہیں۔۔۔ غرور و تکبر کوٹ کوٹ کر بھرا ہے ان میں۔۔۔ ان کی سرشت جانتی ہوں میں۔۔۔ لیکن کبھی ان کے خلاف بولنے کی جرات نہیں کر سکی کہ ایک عورت ہوں۔۔۔ اور عورت کو یہ لوگ پیر کی جوتی سمجھتے ہیں۔۔۔

یوسف خاموش تھا۔۔۔ بالکل خاموش۔۔۔ کہ آج اسے بولنے سے زیادہ سننا اچھا لگ رہا تھا۔۔۔

اور رہی بات شائہ کو اس افیت سے نجات دلانے کی۔۔۔ دیکھو میرے بچے۔۔۔ زندگی کوئی پکی پکائی کھیر نہیں ہے " جو پلیٹ میں سجا کر آپ کے سامنے پیش کر دی جائے۔۔۔ زندگی میں مصائب اور تکالیف کا سامنا کرنے کے لیے ہمت لازمی ہے۔۔۔ اللہ نے اسے تمہیں سو نپا۔۔۔ تمہارے نکاح میں دیا۔۔۔ نکاح کا مطلب جانتے ہو۔۔۔ جب ایک مرد کسی عورت کو اپنی بیوی، اپنی شریک حیات کے طور پر قبول کرتا ہے تو درحقیقت وہ اللہ تعالیٰ سے یہ وعدہ کر رہا ہوتا ہے کہ چاہے جو حالات ہوں وہ اس کی حفاظت کرے گا۔۔۔ اس کی عزت، اس کی جان و مال کی۔۔۔ ہر چیز کی۔۔۔ عورت کمزور ہوتی ہے تبھی تو اللہ نے مرد کو اس کا محافظ بنا دیا۔۔۔ شادی کے بعد عورت کی تمام تر ذمہ داری اس کے شوہر پر آ جاتی ہے۔۔۔ تم نے نکاح میں اسے قبول تو کیا لیکن اپنی ذمہ داریوں سے صرف نظر کر گے۔۔۔ اللہ سے کیا گیا وعدہ پورا نہیں کیا تم نے۔۔۔ پھر کیسے سکون ملے تمہیں۔۔۔ ونی کی اس رسم کو شروع بھی مردوں نے کیا۔۔۔ اس پر عمل کرنے والے بھی مرد ہیں جو عورتوں کو اس کی بھینٹ چڑھاتے ہیں۔۔۔ اب اس کو ختم بھی مرد ہی کر سکتے ہیں۔۔۔ اور کیا ہی بہتر ہو کہ اسے ختم کرنے کے لیے پہلا قدم تم اٹھاؤ۔۔۔ دنیا کو یہ دکھاؤ کہ عورت کوئی بھیڑ بکری نہیں جس کی زندگی کو یوں ان گھٹیا رسموں پر قربان کر دیا جائے۔۔۔ اگر تمہارے بابا اپنے غلط فیصلوں پر یوں ڈٹ سکتے ہیں تو تم بھی تو ان کا خون ہو۔۔۔ ان کی طرح ایک مرد ہو۔۔۔ طاقت ور ہو۔۔۔ تم بھی ایک صحیح فیصلہ لو اور اس پر ڈٹ جاؤ۔۔۔ اور پھر پیچھے مت ہٹو۔۔۔ برائی کو اسی طرح ختم کیا جاسکتا ہے۔۔۔ اگر آج تم نے یہ قدم نہ اٹھایا تو نہ جانے اور کتنی ہی ماں باپ

کی لاڈلیاں اسی ظلم کا شکار ہو کر اپنی جان دیتی رہیں گی۔۔۔ ظلم کا خاتمہ ایک نہ ایک دن تو ہونا ہی ہے۔۔۔ تو پھر آج اور ابھی سے کیوں نہیں۔۔۔

جاؤ۔۔۔ اور شائے کو اپنے اعتماد میں لو۔۔۔ اسے ہمیشہ اپنے ساتھ ہونے کا احساس دلاؤ۔۔۔ وہ لڑکی مر جھاسی گی ہے۔۔۔ زندگی سے ناامید ہو گی ہے۔۔۔ اسے دوبارہ زندگی کی طرف لاؤ۔۔۔ تمہارے بابا جتنے بھی سخت سہی۔۔۔ لیکن وہ جانتے ہیں کہ تم بھی ان کا ہی خون ہو۔۔۔ تمہارے خون میں بھی ویسی ہی ضد ہے جیسی ان میں۔۔۔ اور اپنی زرینہ "اولاد کا وہ کچھ نہیں بگاڑ سکیں گے۔۔۔ اللہ پر بھروسہ رکھنا۔۔۔ کہ وہ اس معاملے میں تمہارا مددگار ہو۔۔۔ بیگم نے بات ختم کی اور بغور اس کی طرف دیکھا۔۔۔ اس کے چہرے پر سوچ کی پرچھائیاں تھیں۔۔۔ ماں کی باتوں نے "شکریہ ماں۔۔۔" آج اسے ایک فی راہ دکھائی تھی۔۔۔ فرط جذبات سے اس نے ماں کے ہاتھ پر بوسہ دیا۔۔۔ اور کہتے ہوئے اٹھ کر دروازے کی جانب بڑھ گیا۔۔۔ متوازن چال چلتا وہ کمرے سے باہر نکل گیا۔۔۔ جب وہ یہاں آیا تھا تو پریشان تھا لیکن اب یہاں سے جا رہا تھا تو چہرے پر دنیا جہان کا سکون تھا۔۔۔

□ □ □ □ □ □

زندگی ہاتھوں سے جا رہی ہے۔۔۔

شام سے پہلے رات آرہی ہے۔۔۔

صاحب عالم کہاں رکے ہو۔۔۔

کلی تمہاری مر جھارہی ہے۔۔۔

جنوری کا آغاز تھا۔۔۔ سردیوں کی ٹھٹھرتی خاموش راتیں۔۔۔ ایسی ہی ایک رات تھی وہ۔۔۔ جب ساری دنیا اپنے اپنے کمرے میں رضائیاں اور کمبل اوڑھے پرسکون نیندوں اور حسین خوابوں میں کھوئی گھروں میں۔۔۔ اپنے تھی۔۔۔ ایسے میں آخری تار یخوں کے اس چاند نے اتنے فاصلے سے بھی ایک وجود کو ہمیشہ کی طرح اس اسٹور نما کمرے کی چوکھٹ میں موجود پایا تھا۔۔۔ چاند۔۔۔ جو ساری رات سفر میں رہتا۔۔۔ اس نازک لڑکی کی ہر افیت، ہر درد سے

آگاہ تھا۔۔۔۔۔ اس کی تکلیفوں میں ڈوبی راتوں کا، اور ان راتوں میں بہتے اس کے آنسوؤں کا واحد گواہ تھا۔۔۔ وہ جو کبھی اپنے کمرے کی کھڑکی سے بہت اشتیاق سے چاند کو تکا کرتی تھی اور اسے دیکھتے دیکھتے اپنے خیالوں میں کھو جایا کرتی تھی۔۔۔ اب جب زندگی کی تلخ حقیقتوں سے واسطہ پڑا تو اس نے چاند کی طرف دیکھنا ہی چھوڑ دیا کہ یہ چاند بھی اسے اس کا ماضی یاد دلاتا تھا۔۔۔ اس کے دفن ہو جانے والے، کبھی پورے نہ ہونے والے خواب یاد دلاتا تھا۔۔۔

شدید سردی کے باعث یوں لگ رہا تھا جیسے خون جسم میں جم سا گیا ہے۔۔۔ لیکن اس وقت اس سردی میں بھی وہ باہر بیٹھی تھی۔۔۔ سر پر صرف ایک شال لیے۔۔۔ اس کے لیے تو گویا ہر احساس ہی مر سا گیا تھا۔۔۔ اب اسے سردی گرم محسوس ہی نہ ہوتی۔۔۔ کسی بے جان وجود کی طرح سارا دن کام کرتی۔۔۔ اور اکثر ساری ساری رات ہو نہی جاگتے ہوئے گزار دیتی۔۔۔ اس کی سردیوں کی راتیں یوں نہی گزرتیں۔۔۔ کانپتے ہوئے۔۔۔ ایک عنایت کی گئی تھی اس پر کہ اسے ایک عدد استعمال شدہ کمبل دے دیا گیا تھا۔۔۔ شاید اس لیے کہ کہیں سردی سے وہ مر ہی نہ جائے۔۔۔ اگر وہ مر گئی تو حویلی والے اپنا انتقام کس سے لیں گے۔۔۔

وہ کچھ دیر پہلے تھکن سے چور چور ہوئے بدن کے ساتھ چارپائی پر لیٹی تو چند پل کے لیے آنکھ لگی تھی۔۔۔ لیکن پھر لائٹ چلی گئی۔۔۔ کمرے میں اس چھوٹے سے بلب کی جو تھوڑی بہت روشنی تھی وہ بھی گل ہو گئی۔۔۔ اس نے کوشش کی سونے کی۔۔۔ لیکن اس سرد خاموش رات میں ڈر کے مارے نیند نہ آرہی تھی۔۔۔ بالآخر تنگ آکر وہ دروازے میں ہی آ بیٹھی۔۔۔ اب تو رونا بھی نہیں آتا تھا۔۔۔ آنکھیں تھک گئی تھیں آنسو بہاتے بہاتے۔۔۔ وہ بے حس سی ہو گئی تھی۔۔۔ رات میں جب کچھ فرصت کے لمحات ملتے تو خالی خالی نظروں سے اپنے ہاتھوں کو تکتی جاتی۔۔۔ نہ جانے کیا تلاش کرتی تھی وہ ان ہاتھوں میں۔۔۔ شاید موت کی لکیر۔۔۔ کاش کوئی اسے بتا دیتا کہ اس کی زندگی اور کتنی باقی ہے۔۔۔ کب موت آئے اور زندگی کی یہ تکلیفیں ختم ہوں۔۔۔ اگر خود کشی حرام نہ ہوتی تو وہ کب سے موت کو گلے لگا چکی ہوتی۔۔۔ کہ ایسی زندگی سے موت کہیں زیادہ بہتر ہے۔۔۔ تھک کر اس نے وہیں دیوار سے ٹیک لگا کر آنکھیں موند لیں۔۔۔ نیند آنکھوں سے کوسوں دور تھی لیکن یہ طویل رات کسی نہ کسی طرح تو گزارنی ہی تھی نا۔۔۔

کافی دیر بعد جب لائٹ آئی تو وہ اندر آکر چارپائی پر لیٹ گئی۔۔۔ دروازہ کھلا ہی رہنے دیا۔۔۔ کہ بند کمرے میں اس کا دم گھٹتا تھا۔۔۔

وہ ہلکی ہلکی نیند کی آغوش میں گی ہی تھی کہ اسے کسی کا وجود اپنے آس پاس محسوس ہوا۔۔۔ وہ ایک دم ڈر گئی۔۔۔ جھٹکے سے آنکھیں کھولیں۔۔۔ سامنے چارپائی پر اپنے نزدیک بیٹھے وجود کو دیکھ کر اس کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔۔۔ بے ساختہ منہ سے چیخ نکلتے والی تھی جب مقابل نے اس کے لبوں پر ہاتھ رکھ کر اس کی چیخ کا گلا گھونٹا۔۔۔ اور پھر۔۔۔ اس کے حسین چہرے پر نظریں جمائے اس کی جانب جھک گیا۔۔۔ بہت قریب۔۔۔ شائے کی سانس تھمنے لگی۔۔۔

شائے کا سانس تھمنے لگا۔۔۔ اس نے دونوں ہاتھوں سے اپنے منہ پر موجود اس مردانہ ہاتھ کو ہٹانے کی کوشش کی۔۔۔ لیکن بے سود۔۔۔ سامنے بیٹھا وجود اس کے لبوں پر ہاتھ رکھے اس کی طرف جھکا۔۔۔ قریب۔۔۔ بہت قریب۔۔۔ اس بہت اکڑ ہے نا تم میں۔۔۔ لو آج بچ کر دکھاؤ مجھ سے۔۔۔ آج تو تمہارے وہ نام " کے کان میں پھنکار سی سنائی دی۔۔۔ وہ استہزائیہ ہنسا۔۔۔ شائے تڑپ اٹھی " نہاد شوہر بھی گھر نہیں۔۔۔ کون آئے گا آج یہاں۔۔۔ تمہاری مدد کو۔۔۔ اس کی بات پر، اس کے لہجے کی خباثت پر۔۔۔ خود کو چھڑانے کی کوشش ناکام ہوئی تھی۔۔۔ اپنی بے بسی پر دو آنسو پلکوں سے ٹوٹ کر اس کے بالوں میں جذب ہوئے۔۔۔ اس مردانہ وجود نے طنزیہ نگاہوں سے اس کے سرخ ہوتے چہرے پر ابھرتی تکلیف کے آثار دیکھے تو دھیرے سے اس کے لبوں سے ہاتھ ہٹایا۔۔۔ ہاتھ ہٹتے ہی اس کا سانس بحال ہوا تو وہ کھانسنے لگی۔۔۔ تیزی سے چارپائی سے اٹھی تھی جب اس کا دوپٹہ چارپائی کے کنارے نکلے وجود کے ہاتھ میں آیا تھا۔۔۔ دوپٹہ شائے کے گلے میں تھا۔۔۔ کھینچنے کے باعث اس کے گلے پر خراشیں ڈال گیا۔۔۔ وہ لڑکھڑا کر پھر چارپائی پر گری۔۔۔ اس کی جان نکلنے لگی آنے والے وقت کو سوچ کر۔۔۔ اس نے ہمت کی اور دوبارہ اٹھنے لگی لیکن اس وجود نے سس۔۔۔ سیف۔۔۔ پپ۔۔۔ " اپنے ہاتھ اس کے دونوں اطراف چارپائی پر جما کر اس کی کوشش کو ناکام بنا دیا۔۔۔ نہ میری جان۔۔۔ روتے نہیں۔۔۔ تمہارے رونے سے یہ دل اور " روتے ہوئے وہ اتنا ہی کہہ سکی۔۔۔ " پلیز۔۔۔ سیف نے کہتے ہوئے اس کے آنسو صاف کیے۔۔۔ شائے ٹھٹھر سی گی اس کے " زیادہ بے ایمان ہونے لگتا ہے۔۔۔

لمس سے۔۔۔ بے اختیار اس کا ہاتھ جھٹکا۔۔۔ سیف ہنسا اس کے انداز پر۔۔۔ اس کے منہ سے شراب کی بدبو آرہی تھی۔۔۔ شانہ نے منہ پھیر لیا اس کی جانب سے۔۔۔ سیف طیش میں آیا تھا اس کے منہ پھرنے پر۔۔۔ وحشیانہ انداز میں اس کے چہرے کو ٹھوڑی سے پکڑ کر انچ جانب کیا۔۔۔ اور تھپڑ رسید کیا۔۔۔ شانہ کراہی تھی ایک دم۔۔۔ ہچکیوں کے درمیان اس نے کہا اور زور لگا کر اس کے حصار سے "چھوڑو مجھے۔۔۔" آنسوؤں میں روانی آنے لگی۔۔۔ نہیں جان من۔۔۔ آج نہیں۔۔۔ "نکلنا چاہا سیف نے اس کے بازو سختی سے تھام کر چار پائی کے ساتھ لگائے۔۔۔ "بہت عرصہ سے اس موقع کی تلاش میں تھا۔۔۔ آج بالآخر موقع مل ہی گیا۔۔۔ ایسے کیسے جانے دوں تمہیں۔۔۔ گھٹیا انداز میں کہتا وہ شیطان کا دوسرا روپ لگ رہا تھا۔۔۔ سیف نے اس کے چہرے پر آئی بالوں کی لٹ کو انگلی سے ہٹایا تم جانتی ہو۔۔۔ بہت خوبصورت ہو تم۔۔۔ بہت "اور شہادت کی انگلی اس کے رخسار پر پھیرنے لگا۔۔۔ خوبصورت۔۔۔ اپنی اس خوبصورتی کا ہمیں بھی تو کچھ فائدہ دونا۔۔۔ تمہیں جب پہلی بار دیکھا تب ہی میرا دل بے ایمان ہوا تھا۔۔۔ خوبصورت لڑکیاں میری کمزوری ہیں۔۔۔ ایک رات کی ہی تو بات تھی۔۔۔ کپڑے مائز کر لیتی میرے ساتھ۔۔۔ عیش کرتی تم۔۔۔ لیکن نہیں۔۔۔ پارسا بننے کا بہت شوق ہے نا تمہیں۔۔۔ جب گھی سیدھی انگلی سے نہیں نکلتا تو انگلی ٹیڑھی کرنی ہی پڑتی ہے۔۔۔ بہت محنت سے ایک پلان بنایا تھا۔۔۔ اور جیسا سوچا ویسا ہی ہوا سب کچھ۔۔۔ پر ہائے رے قسمت۔۔۔ عین وقت پر مجھے جانا پڑ گیا۔۔۔ اور تمہیں یوسف کے نام کر دیا گیا۔۔۔ جس دن سے تمہارا اس سے نکاح ہوا ہے نا۔۔۔ تب سے جل رہا ہوں میں۔۔۔ لا حاصل کی آگ میں۔۔۔ اپنی ہار پر۔۔۔ لیکن آج۔۔۔ آج اس دل کو سمون ملے گا۔۔۔ بہت سکون۔۔۔ جب تمہارا دامن داغدار ہو گا۔۔۔ میرا بدلہ پورا ہو جائے گا۔۔۔ سیدھی طرح مان جاؤ میری بات۔۔۔ یوسف سے تو تمہیں کچھ نہیں ملے گا۔۔۔ کیونکہ وہ تمہیں کبھی اپنائے گا نہیں۔۔۔ اس لیے وہ "مجھ سے سمجھوتا کر لو۔۔۔ حویلی میں تمہاری زندگی پر سکون ہو جائے گی۔۔۔ تم بھی خوش میں بھی خوش۔۔۔ بہت آرام سے، بہت پر سکون انداز میں اسے سمجھا رہا تھا۔۔۔ گویا دودوست باتیں کر رہے ہوں ایک دوسرے سے۔۔۔ شانہ کو لگا کسی نے اس کے کانوں میں پگھلا سیسہ انڈیل دیا ہے۔۔۔ کرب سے آنکھیں موندتے ہوئے وہ اپنے یا اللہ۔۔۔ آپ دیکھ رہے ہیں نا" رب کے سامنے فریاد کناں ہوئی تھی۔۔۔ اپنے رب سے شکوہ کیا تھا ان مظالم کا۔۔۔

مجھ پر آپ کی ہی مخلوق کے کیے جانے والے ظلم۔۔۔ آپ گواہ ہیں نامیری تکلیفوں کے۔۔۔ میرے صبر کے۔۔۔ اور بے بسی سے روتی وہ دل میں اپنے رب سے مخاطب تھی۔۔۔ تب ہی اس کے ذہن " کتنا صبر اللہ۔۔۔ اور کتنا صبر۔۔۔ میں ایک آواز گونجی تھی۔۔۔

"ان اللہ مع اصابرین۔۔۔"

" بے شک اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔۔۔"

کوئی تسلی سی تھی گویا۔۔۔ کوئی دلاسا۔۔۔ مدد کی امید۔۔۔ جو اس میں ایک نئی روح پھونک گئی تھی۔۔۔

سیف اس کے چہرے پر جھکا تھا۔۔۔ تب ہی نہ جانے کہاں سے اس میں اتنی ہمت آگئی۔۔۔ اس نے دونوں ہاتھ سیف کے سینے پر رکھے۔۔۔ پورے زور سے اسے خود سے دور دھکیلا۔۔۔ سیف جو یہ سمجھ رہا تھا کہ وہ اپنی سی کوشش کر چکی ہے اور خود کو بے بس سمجھ کر اب کوئی مزاحمت نہیں کرے گی۔۔۔ ایک لمحے کو کچھ سمجھ ہی نہ سکا۔۔۔ وہ اس جھٹکے کے لیے تیار نہیں تھا تبھی چار پائی سے گرتے گرتے بچا۔۔۔ اور یہ ایک پل ہی کافی تھا شانہ کے لیے۔۔۔ خود کو بچانے کے لیے۔۔۔ وہ تیزی سے اٹھ کر دروازے کے جانب بڑھی۔۔۔ اس بار دوپٹا پکڑنے کا بھی ہوش نہ تھا۔۔۔ اسے بس خود کو بچانا تھا کسی طرح۔۔۔ وہ دروازے تک پہنچنے ہی والی تھی لیکن سیف اس سے زیادہ تیزی سے اس تک آیا۔۔۔ اس سے پہلے کہ وہ دروازے سے باہر جا کر شور مچا دیتی اس کا بازو سیف می گرفت میں آچکا تھا۔۔۔ وہ ماہی بے آب کی مانند تڑپتی سیف کے ہاتھ پر دانتوں سے کاٹا بھی۔۔۔ سیف بلبلا اٹھا لیکن اس کا ہاتھ نہیں چھوڑا۔۔۔ بازو سے کھینچ کر اسے

دروازے سے اندر کھینچا اور دیوار سے لگا دیا۔۔۔ کھینچنے کے باعث کندھے سے تھوڑا نیچے سے شانہ کا بازو پھٹ گیا۔۔۔ سالی۔۔۔ مجھ سے " سیف نے وحشت کے عالم میں اسے بالوں سے پکڑا اور ایک ہاتھ سے اس کی گردن دبائے لگا۔۔۔ مقابلہ کرنے چلی ہے۔۔۔ تو جانتی نہیں ہے میری طاقت کو۔۔۔ اپنا مقصد تو

میں حاصل کر کے رہوں گا۔۔۔ لیکن اب تجھے زندہ بھی نہیں چھوڑوں گا۔۔۔ بڑی آگ ہے نا تیرے اندر۔۔۔ بڑی کہتے ہوئے وہ شانہ " تڑپ ہے نا۔۔۔ آج ساری تڑپ ختم ہو جائے گی۔۔۔ آج تیری زندگی کا باب کلوز ہی سمجھ۔۔۔

کے چہرے پر جھکا۔۔۔ اس کے لبوں نے عت شائنے کر رخسار کو چھوا تھا۔۔۔ شاگنہ کے حواس کام کرنا چھوڑ گئے۔۔۔ مزاحمت کرنا بھی چھوڑ دیا۔۔۔ سختی سے آنکھیں میچے اسڈ کی نگاہوں کے سامنے اپنے ماں باپ اور بھائیوں دل میں کہتے ہوئے اس نے اپنے مر جانے کی دعا "خدا یا۔۔۔ کبھی کسی کو بیٹی عطا کرنا۔۔۔" کے چہرے گھومے۔۔۔ مانگی۔۔۔

افیت کی ہر حد پار کر گئی۔۔۔

دیکھو نا بابا۔۔۔

تمہاری کانچ کی گڑیا۔۔۔

آج مر گئی۔۔۔

شائنے کی روح فنا ہونے لگی۔۔۔ آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا رہا تھا۔۔۔ اتنی ہمت بھی نہ رہی تھی اب کہ وہ اس شیطان کو روک سکے۔۔۔ روتے ہوئے اس نے رب کو پکارا تھا۔۔۔ اور دکھی دل سے نکلی آواز تو عرش ہلا دیتی ہے۔۔۔ جب اس رب نے وعدہ کیا ہے کہ وہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے تو اب کیوں نہ اس کی مدد کرتا۔۔۔ کیوں نہ اسے اس کے صبر کا پھل عطا کرتا۔۔۔ دروازے پر کھٹکسا ہوا تھا۔۔۔ جیسے کوئی تیزی سے اندر داخل ہوا ہو۔۔۔ سیف آہٹ پر پلٹا تھا اور پھر ششدر رہ گیا۔۔۔ شائنے کے کندھے پر دھرا اس کا ہاتھ فوراً ہٹا۔۔۔ شائنے نے جھٹکے سے آنکھیں کھولیں۔۔۔ سامنے کھڑے وجود کو دیکھ کر اس کی جان میں جان آئی۔۔۔ سامنے میر یوسف بختاؤر کھڑا تھا۔۔۔ ہکا بکا۔۔۔ حیران پریشان۔۔۔ فقط چند لمحے لگے تھے اسے۔۔۔ صورتحال کو سمجھنے میں۔۔۔ اور پھر۔۔۔

تمہاری ہمت کیسے " اس کی آنکھوں میں خون اترتا تھا۔۔۔ شدید طیش کے عالم میں اس نے سیف کا گریبان پکڑا۔۔۔ وہ دھاڑا۔۔۔ ساتھ ہی پہ در پہ اس کے منہ پر گھونسنے مارے۔۔۔ سیف اس " ہوئی میری بیوی کو ہاتھ لگانے کی۔۔۔ سب کے لیے تیار نہیں تھا۔۔۔ لڑکھڑاتا ہوا پیچھے کو ہوا۔۔۔ شائنے دیوار سے لگی منہ پر ہاتھ رکھے آنسوؤں سے بھیگے

سیف "یوسف میری بات۔۔۔" چہرے کے ساتھ سن سی یوسف کو دیکھ رہی تھی جو غصے میں پاگل ہوا جا رہا تھا۔۔۔ غصے سے "بس۔۔۔ بند کرو اپنی بکواس۔۔۔" نے کچھ کہنا چاہا جب یوسف نے زوردار مکا اس کے منہ پر رسید کیا۔۔۔ کہتا وہ سیف کو گھسیٹتا ہوا باہر لے کر آیا۔۔۔ اسے دھکا دیا تو وہ نیچے جا گرا۔۔۔ یوسف اسے پیٹ رہا تھا۔۔۔ گھونسنے، لائیں، رسید کرتا۔۔۔ یہ دیکھے بغیر کہ اسے کہاں کہاں لگ رہی تھی۔۔۔ شائے بے جان ہوتے قدموں سے باہر آئی۔۔۔ اور یوسف کا بازو تھام کر اسے روکا۔۔۔ یوسف جو پھر سے سیف کو مارنے کو لپکا تھا اپنے بازو پر کسی کی گرفت محسوس کر کے رکا۔۔۔ گردن موڑ کر دیکھا تو سامنے وہ کھڑی تھی۔۔۔ بے حال۔۔۔ بکھرے بال۔۔۔ پھٹا لباس۔۔۔ ہونٹ کے کنارے سے بہتا خون۔۔۔ چہرے پر چھپے انگلیوں کے نشان۔۔۔ پھٹے ہوئے بازو پر ناخنوں سے پڑی ہوئی خراشیں۔۔۔ اس کا وجود اس کے اوپر بیتے پر ظلم کی کہانی سن رہا تھا۔۔۔ بھرائی آنکھوں سے یوسف کو دیکھتے ہوئے اس نے نفی میں سر ہلایا۔۔۔ گویا اسے روکنا چاہا۔۔۔ یوسف کا دل چاہا یا تو خود مر جائے یا سامنے نیچے پڑے وجود کو ختم کر ڈالے جس نے اس کی محبت، اس کی عزت کا یہ حال کر دیا تھا۔۔۔ ضبط کرتے ہوئے اس نے بالوں میں ہاتھ چلا کر خود کو نارمل کرنا چاہا۔۔۔

پھر ایک نظر شائے کے وجود پر ڈالی۔۔۔ اپنی لیدر کی جیکٹ اتار کر اس کے کندھوں پر ڈالی۔۔۔ پھر اندر کمرے کی جانب بڑھا۔۔۔ وہاں سے اس کا دوپٹہ لا کر اس کے سر پر اوڑھایا۔۔۔ تب تک گھر کے سبھی افراد بھی شور کی آواز سن کر وہاں جمع ہو چکے تھے۔۔۔ سیف بھی سنبھل چکا تھا۔۔۔ ایک ہاتھ سے منہ اور ناک سے بہتا خون صاف کرتا وہ لڑکھڑاتا ہوا اٹھ کر میر بختاور کے ساتھ جا کھڑا ہوا۔۔۔ جو حیران سے یہ سب دیکھ رہے تھے۔۔۔ یوسف نے ان کی سوالیہ کو خود پر جما محسوس کیا تا سر جھٹکا۔۔۔ گھر والوں سے تو کوئی بات کرنا ہی بے کار تھا۔۔۔ سیف کو خنخوار نگاہوں نگاہوں سے گھورتا خاموشی سے وہ سب کو نظر انداز کرتا شائے کا ہاتھ تھامے حویلی کے اندرونی حصہ کی جانب بڑھا۔۔۔ شائے اس کے ساتھ کھینچی چلی گئی۔۔۔

ان دونوں نے چند قدم کا ہی فاصلہ طے کیا تھا جب میر بختاور کی آواز پر یوسف کے قدم تھمے۔۔۔ وہ رکا "رکو۔۔۔" میر بختاور چبھتی ہوئی نگاہوں سے اس کی "ضرورت تھا لیکن مڑا نہیں۔۔۔ شائے کے ہاتھ پر گرفت اور مضبوط ہوئی۔۔۔

اسے بیوی کی حیثیت دینے چلے تھے۔۔۔ کہو تو ابھی کے ابھی تمہارا نکاح پڑھوا سکتے ہیں جس سے تم کہو۔۔۔ لیکن ونی میں میر بختاؤر غرائے تھے۔۔۔ یوسف کی مٹھیاں "آئی یہ لڑکی اس گھر کی بہو کبھی نہیں بنے گی۔۔۔ یہ بات یاد رکھنا۔۔۔ پھینچ گئیں۔۔۔ آج اس کے اپنے ہی بھائی نے اس کے کردار کی دھجیاں اڑا کر سب گھروالوں کی نظروں میں گرا دیا آپ بھول رہے ہیں بابا۔۔۔ کہ ونی میں آئی اس لڑکی کا نکاح ہوا ہے مجھ سے۔۔۔ اور ایک سال قبل خود اپنی " تھا۔۔۔ مرضی سے اس کا مجھ سے نکاح کروا کر اسے اپنی بہو بنا چکے ہیں آپ۔۔۔ اور رہی بات بیوی کی ضرورت کی۔۔۔ تو یہ لڑکی ہے میری بیوی۔۔۔ اور مجھے کسی اور کی ضرورت نہیں ہے۔۔۔ نکاح کیا ہے اس سے میں نے۔۔۔ آپ سب کی مرضی سے۔۔۔ بھگا کر نہیں لایا۔۔۔ اور اسے بیوی کا درجہ دینے کے لیے مجھے آپ لوگوں کی اجازت کی ضرورت نہیں یوسف آج پہلی بار شائے کے حق میں یوں نڈر ہو کر میر بختاؤر کے سامنے بولا تھا اور بہت کچھ جتا گیا تھا۔۔۔ " ہے۔۔۔ میر بختاؤر کی زبان کو گویا تالا لگ گیا تھا یوسف کا یہ روپ دیکھ کر۔۔۔ ان کے چہرے کے بدلتے رنگوں کو ایک نظر دیکھ کر یوسف نے نفرت سے بھری نگاہ سیف پر ڈالی۔۔۔ مڑ کر دوبارہ شائے کا ہاتھ تھا اور اسے لیے ہوئے اپنے کمرے میں آگیا۔۔۔

یوسف اس کا ہاتھ تھامے اسے اپنے کمرے میں لے آیا۔۔۔ اور شائے۔۔۔ وہ تو یوں تھی گویا سوچنے سمجھنے کی صلاحیت سے ہی محروم ہو گئی ہو۔۔۔ وہ یقین نہیں کر پارہی تھی کہ اس حویلی کے ہی کسی فرد نے آج اس کے حق کے لیے آواز اٹھائی تھی۔۔۔ اس کے درد کو سمجھا تھا۔۔۔ اور وہ تھا کون۔۔۔ اس کا شوہر۔۔۔ جس سے اسے اس سب کی امید ہی نہ تھی۔۔۔

یوسف اس کا ہاتھ چھوڑ کر خود اٹیچڈ باتھ کی جانب بڑھ گیا۔۔۔ منہ پر پانی کے چھینٹے مارتے ہوئے اس نے اپنے اندر کی گھٹن اور غصے کو کم کرنے کی کوشش کی۔۔۔ گہری سانسیں بھرتے ہوئے وہ کافی حد تک خود کو نارمل کرنے میں کامیاب ہوا تھا۔۔۔ ورنہ دل میں تو جیسے کوئی آگ جل رہی تھی جو اس کے وجود کو دھڑادھڑا کر رہی تھی۔۔۔

چند لمحوں بعد وہ باہر آیا تو نظر شانہ پر پڑی۔۔۔ وہ جس جگہ اسے چھوڑ کر گیا تھا وہ ابھی تک وہیں کھڑی تھی۔۔۔ اسی انداز میں۔۔۔ یوں جیسے وہاں سے ایک انچ ہلنا بھی گناہ ہو۔۔۔ یوسف نے بغور شانہ کا چہرہ دیکھا۔۔۔ کشمکش میں مبتلا نگاہیں جھکائے وہ لب کاٹ رہی تھی۔۔۔ یوسف اس کی حالت، اس کے جذبات سمجھ سکتا تھا۔۔۔ اس کے حلیے پر نگاہ یوسف نے لہجے کو حتی المقدور نرم رکھا لیکن نہ "تمہارے ڈریسز کہاں ہیں۔۔۔ گرم کپڑے۔۔۔؟؟؟" ڈالی۔۔۔ جانے کیوں وہ پھر بھی ڈرسی گئی تھی۔۔۔ اتنے عرصہ سے سب کی نفرتیں برداشت کرتے کرتے اب وہ ہر شخص کو اسی ترازو میں تولنے لگی تھی شاید۔۔۔

ہکلاتے ہوئے وہ فقط اتنا ہی کہہ پائی تھی۔۔۔ یوسف نے اس کے سرخ ہوتے چہرے "نن۔۔۔ نہیں ہیں۔۔۔" کو دیکھا۔۔۔ اسے یاد آیا جو ڈریس شانہ نے پہن رکھا تھا وہ پہلے عمارہ کے استعمال میں تھا۔۔۔ وہ لب بھیج گیا۔۔۔ پھر کچھ سوچتے ہوئے وہ مڑا اور دیوار گیر الماری کی جانب بڑھا۔۔۔ بہت سے کپڑوں کی الٹ پلٹ کرنے کے بعد بالآخر مطلوبہ چیز ڈھونڈنے میں کامیاب ہو گیا۔۔۔ وہ مڑا تو اس کے ہاتھ میں ٹراؤزر اور ٹی شرٹ تھی۔۔۔ دھیمے قدموں سے یہ لو۔۔۔ فریش ہو جاؤ۔۔۔ فی الحال اسی "وہ شانہ کے قریب چلا آیا۔۔۔ ٹراؤزر ٹی شرٹ اس کی جانب بڑھائے۔۔۔ اس کی بات پر شانہ جھجک سی "سے گزارا کرنا ہوگا تمہیں۔۔۔ صبح تمہارے کپڑوں کا بھی انتظام ہو جائے گا۔۔۔ گی۔۔۔ ایک نظر اس کے بڑھے ہاتھ کو دیکھا۔۔۔ پھر کپڑے تھام کر باتھ روم کی جانب بڑھ گئی۔۔۔ اس کے جاتے ہی یوسف نے ہیٹر آن کیا اور بیڈ پر بیٹھ گیا۔۔۔

وہ نہا کر باہر نکلی تو یوسف بیڈ پر بیٹھا اسی کا انتظار کر رہا تھا۔۔۔ ہیٹر آن ہونے کے باعث سردی کی شدت کافی حد تک کم ہو چکی تھی۔۔۔ یوسف کے ڈھیلے ڈھالے ٹراؤزر اور ٹی شرٹ میں وہ عجیب لگ رہی تھی۔۔۔ بے ساختہ یوسف کے چہرے پر مسکراہٹ پھیلی۔۔۔ چہرہ جھکا کر وہ اس سے اپنی مسکراہٹ چھپا گیا تھا۔۔۔ یوسف نے ایک جانب پڑاٹاول اسے تھمایا۔۔۔ اور خود بیڈ پر بیٹھا سیل فون پر مصروف ہو گیا۔۔۔ کہ اس کو اپنی جانب متوجہ دیکھ کر شانہ کنفیوز ہو رہی جب وہ بال سلجھا کر فارغ ہوئی تو یوسف نے اسے اپنے پاس بلایا۔۔۔ وہ انگلیاں مروڑتی "ادھر آؤ۔۔۔" تھی۔۔۔

اضطرابی کیفیت میں اس تک آئی۔۔۔ یوسف نے ہاتھ کے اشارے سے اسے اپنے سامنے بیٹھنے کو کہا۔۔۔ وہ چپ چاپ اس سے کچھ فاصلے پر بیٹھ گئی۔۔۔

یوسف نے ایک نظر اس کے چہرے کی جانب دیکھا۔۔۔ بھگیا صاف شفاف اور بے ریا چہرہ، کھلے نم بال۔۔۔ وہ لڑکی اس کے دل میں ہلچل مچا گئی تھی۔۔۔ اور خود اس کے دل کی حالت سے بے نیاز نظریں جھکائے بیٹھی تھی۔۔۔ بے اختیار یوسف نے اپنا ہاتھ اس کے چہرے کی جانب بڑھایا تاکہ چہرے پر جمی گیلی لٹوں کو ہٹا سکے۔۔۔ شائے بے اختیار ڈر کر پیچھے ہوئی۔۔۔ سہمی نگاہوں سے یوسف کو دیکھنے لگی۔۔۔ یوسف بے بس سا اسے دیکھے گیا۔۔۔ پھر گہری سانس لیتا ہاتھ پیچھے کہتے "ریلیکس ہو جاؤ۔۔۔ جو محافظ ہوتے ہیں۔۔۔ وہ کبھی اپنے ہی گھر میں نقب زنی نہیں کرتے۔۔۔" کر گیا۔۔۔ ہوئے یوسف نے سائنڈ ٹیبل کے دراز سے کچھ نکالا۔۔۔

وہ زخموں پر لگانے والا آئمنٹ تھا۔۔۔ جسے یوسف اب اس کے ہونٹ کے کنارے بنے زخم پر لگا رہا تھا۔۔۔ یوسف کا ہاتھ زخم پر لگا تو شائے کے لبوں سے سسکاری سی نکلی۔۔۔ آنکھیں میچ گئی تھی وہ۔۔۔ یوسف نے اس کے چہرے پر پھیلے تکلیف کے آثار دیکھے۔۔۔ آنکھوں میں کچھ چھپنے لگا تھا اس کی تکلیف دیکھ کر۔۔۔ ہونٹ کے کنارے پر مرہم لگا کر یوسف نے اس کا بازو تھاما تھا۔۔۔ شرٹ کی آستین اوپر کر کے بازو پر لگے زخم کو بغور دیکھا۔۔۔ ہاتھ پائی میں سیف کے ناخن لگنے سے شائے کا بازو جھل سا گیا تھا۔۔۔ یوسف نے اس کے بازو پر بھی مرہم لگایا۔۔۔ پھر بیڈ سے اٹھ گیا۔۔۔ نرمی سے کہتے ہوئے اس کی آنکھوں میں جھانکا جہاں ابھی بھی خوف بسیرا کیے ہوئے تھا۔۔۔ "سو جاؤ اب تم۔۔۔" یوسف کے نرم لہجے پر اور اتنا خیال کرنے پر شائے کی آنکھیں بھیگیں۔۔۔ نہ جانے کتنے عرصے بعد کسی نے اتنی نرمی سے اسے مخاطب کیا تھا ورنہ سب کے لہجے میں اس کے لیے تحقیر ہی ہوتی۔۔۔ یوسف نے اس کی آنکھوں میں پھیلتی نمی دیکھی تھی۔۔۔ دل چاہا ایک پل میں سارے فاصلے مٹا کر اس کے آنسو پونچھ ڈالے۔۔۔ اس لڑکی کے ہونٹوں پر مسکراہٹیں سجادے۔۔۔ لیکن۔۔۔ ابھی اس کے لیے کچھ وقت درکار تھا۔۔۔ وہ اس کے نزدیک نیچے بیٹھا۔۔۔ اس کی ڈرنے کی ضرورت نہیں ہے۔۔۔ میں ہوں ناب "گو د میں دھرے ہاتھ کو اپنے ہاتھوں میں تھام کر سہلایا۔۔۔ تمہارے ساتھ۔۔۔ بہت دکھ ملے تمہیں زندگی میں۔۔۔ جو کچھ تمہارے ساتھ ہوا کہیں نہ کہیں اس سب کا قصور وار

میں بھی ہوں۔۔۔ لیکن ایک موقع۔۔۔ صرف ایک موقع دو مجھے شائے۔۔۔ تمہیں واپس زندگی کی طرف لے آؤں گا۔۔۔ تمہاری راہ سے سب کانٹے چن لوں گا۔۔۔ ماضی بدلنے کا اختیار نہیں رکھتا لیکن اگر تم مجھ پر بھروسہ کر سکو تو ہمارا آنکھوں میں امید "مستقبل خوشیوں سے بھرپور ہو گا۔۔۔ یہ وعدہ ہے میرا تم سے۔۔۔ کرو گی نا بھروسہ مجھ پر۔۔۔ لیے وہ اسے ہی دیکھ رہا تھا۔۔۔ شائے کی پلکوں سے آنسو ٹوٹ ٹوٹ کر گرنے لگے۔۔۔ روتے ہوئے اس نے سر اثبات میں ہلایا۔۔۔ ایک سال پہلے بھی اس کی زندگی کا فیصلہ چند لمحوں میں کیا گیا تھا جس کے بعد زندگی اذیتوں کی آماجگاہ بن گئی تھی۔۔۔ اور آج بھی اس کی زندگی نے اچانک یہ نیا موڑ لیا تھا کہ تمام اذیتوں اور تکلیفوں کا مداوا ہو گیا تھا۔۔۔ بالآخر وہ اپنے رب کی بارگاہ میں سرخرو ہوئی تھی۔۔۔ قدرت کی اس آزمائش کو صبر سے برداشت کیا اور آزمائش میں پوری اتری۔۔۔ خوف تھا تو صرف اس بات کا کہ اب نہ جانے گھر والوں کا کیا رد عمل ہو گا۔۔۔ میر بختاوریوں چپ بیٹھنے والوں میں سے نہ تھے۔۔۔ پہلے تو صرف شائے ان کے عتاب کا شکار رہی تھی اب یوسف بھی ان کی نفرت کا مستحق سو جاؤ۔۔۔ بے فکر ہو کر۔۔۔ زندگی کے سبھی "ٹھہرے گا۔۔۔ یوسف نے نرمی سے اس کے آنسو پونچھے۔۔۔ اس کا گال سہلاتے ہوئے یوسف نے تکیہ ٹھیک کیا "اندھیرے چھٹنے والے ہیں۔۔۔ اب روشنی ہی روشنی ہو گی۔۔۔ اور اس کے لیٹنے پر کمبل اوڑھادیا۔۔۔ شائے آنکھیں موند گئی۔۔۔ چند پل اسے دیکھتے رہنے کے بعد یوسف وہاں سے ہٹ کر کھڑکی میں جا کھڑا ہوا۔۔۔ اس کی آنکھوں سے نیبید کب کی اڑ چکی تھی۔۔۔ لائٹ اس کی آنکھوں میں چھ رہی تھی لیکن پھر بھی اس نے لائٹ آف نہیں کی۔۔۔ جانتا تھا کہ شائے اندھیرے سے ڈرتی ہے۔۔۔ اسے اپنی زندگی کے کچھ اہم فیصلے لینے تھے اور وہ انہی سوچوں میں ڈوبا کھڑکی کے پار دیکھ رہا تھا۔۔۔

□ □ □ □ □ □

یوسف نہ جانے کتنی ہی دیر وہاں کھڑا رہا۔۔۔ اپنے خیالوں میں ڈوبا ہوا۔۔۔ وقت گزرنے کا پتا ہی نہ چلا۔۔۔ وہ چونکا تھا جب دور کہیں کسی مسجد سے فجر کی اذان کی آواز سنائی دینے لگی۔۔۔ اذان کا جواب دے کر وہ مڑا۔۔۔ ایک نظر شائے پر ڈالی جو چہرے پر دنیا جہان کی معصومیت سمیٹے گہری نیند میں تھی۔۔۔ نہ جانے کتنے عرصے بعد پر سکون ہو کر سوئی تھی وہ۔۔۔ ہلکی سی مسکراہٹ نے یوسف کے چہرے کا احاطہ کیا۔۔۔ وہ واشروم کی جانب بڑھا۔۔۔ وضو کر کے باہر نکلا۔۔۔

شائے پر کمبل درست کیا۔۔۔ چہرے پر آئی بالوں کی شریر لٹوں کو نرمی سے ہٹایا اور اس کی پیشانی پر بوسہ دیتا ہوا کمرے سے باہر نکل آیا۔۔۔ ایک عرصے کے بعد آج اس کا دل پر سکون تھا۔۔۔ وہ درود پاک کا ورد کرتا ہوا مسجد میں داخل ہو گیا۔۔۔

نماز ادا کر کے جب وہ گھر لوٹ رہا تھا تو ہلکی ہلکی روشنی پھیل رہی تھی۔۔۔ ملگجاسا اندھیرا تھا۔۔۔ گھر میں بالکل خاموشی چھائی ہوئی تھی۔۔۔ کچن میں جا کر اس نے پانی پیا اور کمرے میں واپس آ گیا۔۔۔

آنکھوں نیند سے بوجھل ہو رہی تھیں۔۔۔ وہ صوفہ پر دراز ہو کر آنکھیں موند گیا۔۔۔ کچھ ہی وقت گزرا تھا جب کسی کھٹکے سے اس کی آنکھ کھلی۔۔۔ اس نے سامنے دیکھا شائے اٹھ چکی تھی۔۔۔ پیروں میں چپل اڑ سے وہ واشر و م گئی۔۔۔ کہاں جا رہی "فریش ہو کر باہر نکلی۔۔۔ یوسف کی جانب دیکھے بنا کمبل تہہ کیا اور دروازے کی جانب بڑھی۔۔۔ وہ۔۔۔ اظہر اور اظہر بھائی کوز مینوں پر جانا "یوسف نے اسے باہر جاتے دیکھا تو بے اختیار پوچھ بیٹھا۔۔۔ "ہو۔۔۔ وہ ہچکچاتے ہوئے جواب دے رہی تھی۔۔۔ یوسف کے ماتھے "ہے۔۔۔ تو انہیں جلدی ناشتہ بنا کر دینا ہوتا ہے۔۔۔ کوئی ضرورت نہیں ہے تمہیں ان لوگوں کی خدمتیں کرنے کی۔۔۔ ان کی بیویاں کس لیے "پر بل پڑے۔۔۔ اس کے لہجے میں تھوڑی "ہیں۔۔۔ وہ خود خیال رکھ سکتی ہیں ان کا۔۔۔ تم نیچے نہیں جاؤ گی۔۔۔ جا کر بستر پر بیٹھو۔۔۔ سختی تھی۔۔۔ شائے لب کاٹتی آہستہ سے بیڈ پر بیٹھ گئی۔۔۔ اب اسے سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ کیا کرے۔۔۔ یوسف کی خود پر جی نظروں سے بھی وہ کنفیوز ہو رہی تھی۔۔۔ چند پل اسے دیکھتے رہنے کے بعد یوسف اٹھا۔۔۔ سائڈ ٹیبل سے کچھ وہ ابھی کہہ ہی رہا تھا کہ "یہ فارم فل کرو۔۔۔ یہ تمہارا۔۔۔" پیپرز نکالے اور اس سے کچھ فاصلے پر بیٹھ گیا۔۔۔ دروازے پر دستک ہوئی۔۔۔ اس کی بات ادھوری رہ گئی۔۔۔ شائے نے بھی دروازے کی جانب دیکھا۔۔۔ پھر اٹھنے لگی کہتے ہوئے وہ دروازے تک آیا۔۔۔ "تم بیٹھو۔۔۔ میں دیکھتا ہوں۔۔۔" تھی جب یوسف نے اسے روک دیا۔۔۔ دروازہ کھلا تو سامنے فارہ کھڑی تھی۔۔۔ ان کی چھوٹی بہن۔۔۔ یوسف نے سوالیہ نگاہوں سے اس کی جانب دیکھا۔۔۔ اگر ان محترمہ کے ڈرامے ختم ہو گئے ہوں تو ان سے کہیے آکر ناشتہ بنائے۔۔۔ اظہر اور اظہر لالہ کوز مینوں پر جانا "فارہ نے تلخ لہجے میں کہتے ہوئے یوسف کے پیچھے اندر نگاہ "ہے۔۔۔ وہ کب سے ناشتے کا انتظار کر رہے ہیں۔۔۔

یوسف کے ٹراؤز شرٹ میں ملبوس۔۔۔ فارہ کے تن بدن میں آگ سی لگی دوڑائی جہاں شائے بیٹھی تھی۔۔۔
 بھابھیاں " یوسف نے لہجے کو نارمل رکھنے کی کوشش کی۔۔۔ "تو۔۔۔ جاکر بڑی بھابیوں کو جگاؤ۔۔۔ " تھی۔۔۔
 فارہ تڑخ کر بولی تھی۔۔۔ یوسف کو غصہ تو بہت " لیٹ اٹھتی ہیں۔۔۔ سب کو ناشتہ بنا کر دینا اس کی ذمہ داری ہے۔۔۔
 پہلے ناشتہ شائے بناتی تھی۔۔۔ بلکہ گھر کے سب کام اس کے ذمے " آیا اس کے انداز پر۔۔۔ لیکن ضبط کر گیا۔۔۔
 تھے۔۔۔ لیکن اب نہیں۔۔۔ جاکر بھابیوں کو جگاؤ۔۔۔ ان کے شوہروں کی ذمہ داری ان پر ہے۔۔۔ شائے پر نہیں۔۔۔
 یوسف کا لہجہ " شائے آج سے کوئی کام نہیں کرے گی۔۔۔ اس کے ذمہ صرف اس کے شوہر کے کام ہوں گے۔۔۔
 " تو۔۔۔ گھر کے کام کون کرے گا۔۔۔ " اٹل تھا۔۔۔ فارہ نے نفرت بھری نگاہ پیچھے نظر آتی شائے پر ڈالی۔۔۔
 تیکھی نگاہوں سے وہ یوسف کو دیکھتی ہوئی بحث کر رہی تھی۔۔۔ اس سے برداشت نہیں ہو رہا تھا یوسف کا یوں شائے کی
 جیسے شائے کے آنے سے پہلے کام ہوتے تھے ویسے اب بھی ہوں گے۔۔۔ اتنے ملازمین کس لیے " حمایت کرنا۔۔۔
 رکھے گے ہیں۔۔۔ شائے بھی بہو ہے اس گھر کی۔۔۔ اور جیسے دوسری دونوں بھابھیاں عیش کر رہی ہیں۔۔۔ ویسے اسے
 آپ شاید یہ بھول رہے ہیں " اب کے یوسف کا لہجہ سخت تھا۔۔۔ " بھی حق ہے اپنی زندگی آزادی سے جینے کا۔۔۔
 فارہ چیخنی تھی۔۔۔ " کہ وہ ونی میں آئی ہوئی لڑکی ہے۔۔۔ اور ونی کی لڑکیوں کو یوں سر پر نہیں بٹھایا جاتا۔۔۔
 بس۔۔۔ تم بھی شاید یہ بھول رہی ہو کہ اس کا نکاح ہوا ہے مجھ سے۔۔۔ بیوی ہے وہ میری۔۔۔ اور اپنی بیوی کو عزت " کیسے
 دلوانی ہے یہ میں بہت اچھی طرح جانتا ہوں۔۔۔ شائے اب یہاں کوئی کام نہیں کرے گی۔۔۔ سمجھی۔۔۔ جاسکتی
 یوسف نے تلخ لہجے میں کہا تھا۔۔۔ اسے دکھ ہوا تھا کہ آج اپنی بہن کے ساتھ اسے اس لہجے میں بات " ہو اب تم۔۔۔
 کرنی پڑی۔۔۔ لیکن اس کے علاوہ اس کے پاس اور کوئی راستہ نہ تھا۔۔۔ اگر وہ اب بھی نہ بولتا تو گھر والے شائے پر ظلم کر
 کے شاید اسے مار ہی ڈالتے۔۔۔ اسے اس ظلم کو اب روکنا تھا۔۔۔ ہر حال میں۔۔۔ فارہ اس کی باتوں پر غصے مڑی اور
 ٹھک ٹھک کرتی وہاں سے چلی گئی۔۔۔

یوسف دروازہ بند کر کے واپس بیڈ پر آ بیٹھا۔۔۔ شائے کے چہرے پر شرمندگی پھیلی تھی کہ اس کی وجہ سے سب گھر
 والے یوسف کے خلاف ہو گئے تھے۔۔۔ اور یوسف اس کی خاطر حویلی کے مکینوں کے سامنے ڈٹ کر کھڑا ہو گیا تھا۔۔۔

یہ تمہارا ایڈمیشن فارم ہے۔۔۔ سیکنڈ لاسٹ سمسٹر کے تم ایگزامز نہیں دے پای " یوسف نے پیپر ز تھامے۔۔۔
 تھی اس لیے دوبارہ سے تمہارا ایڈمیشن کروا رہا ہوں میں۔۔۔ اور یہ سب ڈاکو منٹس ہیں تمہارے۔۔۔ سر ٹیفیکیشن
 وغیرہ۔۔۔ پریشے کے ذریعے منگوائے ہیں تمہارے ہاسٹل کے روم سے۔۔۔ آج فارم سبمٹ کر اوانے کی لاسٹ ڈیٹ
 ہے۔۔۔ اسی لیے مجھے رات کو ہی سفر کر کے گھر آنا پڑا کہ خاموشی سے تم سے فارم فل کروا کر، ایڈمیشن ہونے کے بعد
 وہ کہتے کہتے ایک دم " تمہیں یہاں سے لے جاؤں گا۔۔۔ کوئی بحث اور لڑائی جھگڑا نہیں چاہتا لیکن یہاں آیا تو۔۔۔
 اپنی ویز۔۔۔ جو ہوا سو ہوا۔۔۔ تمہیں ڈرنے کی ضرورت نہیں ہے۔۔۔ میں ہینڈل کر لوں گا " خاموش ہوا۔۔۔
 سب۔۔۔ فارم فل کر دو۔۔۔ آج سبمٹ کر وادوں گا میں۔۔۔ ساتھ ہی ہاسٹل میں بھی بات کر لوں گا۔۔۔ تم اپنی
 پڑھائی پوری کرو گی۔۔۔ جب تک میں شہر میں گھر کا انتظام نہیں کر لیتا تب تک تم ہاسٹل میں رہو گی۔۔۔ ابھی اس سب
 میں کچھ دن لگیں گے اس لیے فی الحال یہ چند دن تمہیں یہیں رہنا ہو گا۔۔۔ میں سب انتظام کر کے تمہیں لے جاؤں
 یوسف " گا۔۔۔ اور ہاں۔۔۔ لسٹ بنا دو۔۔۔ جس جس چیز کی تمہیں ضرورت ہے۔۔۔ واپسی پر وہ بھی لیتا آؤں گا۔۔۔
 نے اپنا طے کردہ سارا لائحہ عمل اسے بتایا۔۔۔ وہ سوچ چکا تھا کہ جتنی جلدی ہو سکے شائے کو یہاں سے نکال لے جائے
 گا۔۔۔ پھر چاہے ساری دنیا کی مخالفت مول لینی پڑے۔۔۔ شائے کو یہ سب کوئی خواب سا لگا تھا کہ جاگے گی تو یہ خواب
 ٹوٹ جائے گا۔۔۔ اس نے تو یہ سوچ لیا تھا کہ اسے اب ساری زندگی حویلی کی اس کال کو ٹھڑی میں ہی گزارنی ہے۔۔۔
 کب یہ سوچا تھا کہ وہ خواب جو شروع سے وہ دیکھتی آئی تھی یوں اس طرح بھی پورے ہوں گے۔۔۔ یوسف نے چٹکی بجا
 " اتنا مت سوچو باربی ڈول۔۔۔ یہ سب حقیقت ہے۔۔۔ کوئی خواب نہیں۔۔۔ " کر اسے سوچوں سے نکالا۔۔۔
 یوسف کے لہجے میں ہلکا سا مزاح کا عنصر تھا۔۔۔ وہ بن کہے ہی شائے کے دل کی بات جان گیا تھا۔۔۔ شائے نے تمام
 سوچوں سے ذہن کو آزاد کیا اور گہری سانس بھرتی فارم پر جھک گئی۔۔۔ نہ جانے اب زندگی کو نسا موڑ لینے والی تھی۔۔۔

□ □ □ □ □ □

یوسف نے اس کی مدد کی تھی فارم فل کرنے میں۔۔۔ سارا کام ختم کرنے کے بعد وہ اسے لیے نیچے آیا۔۔۔ ڈائننگ
 ٹیبل پر سب بیٹھے ناشتہ کر رہے تھے۔۔۔ یوسف ان سب کو نظر انداز کرتا شائے کا ہاتھ مضبوطی سے تھامے کچن کی

جانب چلا آیا۔۔۔ شائے کی نظر سربراہی کر سی پر براجمان میر بختاؤر کے چہرے پر پڑی جو شرر بار نگاہوں سے ان دونوں کو گھور رہے تھے۔۔۔ ان کے تاثرات دیکھ کر شائے کا جسم لرز سا گیا۔۔۔ یوسف نے اپنے ہاتھ میں موجود اس کے ہاتھ کی لرزش واضح محسوس کی تھی تبھی گرفت اور مضبوط کر دی۔۔۔ کچن میں داخل ہوئے تو وہاں ایک طرف چھوٹی میز اور دو کرسیاں پڑی تھیں۔۔۔ یوسف نے کر سی کھینچ کر شائے کو بیٹھنے کا اشارہ کیا۔۔۔ بوایوسف کی طرف بڑھی تاکہ سپاٹ سے لہجے میں کہہ کر " بوا۔۔۔ آپ جایئے۔۔۔ میں خود بنالوں گاناشتہ۔۔۔ " ناشتہ کا پوچھ سکے اس سے۔۔۔ اس نے بریڈ کا پیک نکالا۔۔۔ بواخاموشی سے وہاں سے چلی گئیں۔۔۔ یوسف نے آملیٹ بنانے کے لیے چیزیں دھیمے لہجے میں کہا تھا۔۔۔ اسے " مم۔۔۔ میں بنادیتی ہوں ناشتہ۔۔۔ " نکالیں۔۔۔ شائے اس کے پاس چلی آئی۔۔۔ آج میرے ہاتھ کا " اچھا نہیں لگا تھا یوسف کا یوں کام کرنا۔۔۔ یوسف نے ایک بھر پور نگاہ اس کے چہرے پر ڈالی۔۔۔ بناناشتہ کر لو۔۔۔ یقین کرو۔۔۔ اتنا برا بھی نہیں بناؤں گاناشتہ۔۔۔ تم بیٹھو۔۔۔ چند منٹ لگیں گے بس ناشتہ بنانے چائے ابھی " ہلکی سی شرارت سے کہتا وہ تیز تیز ہاتھ چلا رہا تھا۔۔۔ شائے شرمندہ سی جا کر بیٹھ گئی۔۔۔ " میں۔۔۔ میں چائے نہیں " یوسف نے ناشتہ بناتے ہوئے شائے سے پوچھا۔۔۔ " ناشتہ کے ساتھ پیو گی۔۔۔ یا بعد میں۔۔۔ ہلکی آواز میں بتایا گیا۔۔۔ یوسف نے اثبات میں سر ہلایا۔۔۔ اور پھر کچھ ہی دیر بعد یوسف آملیٹ اور سینکے " پتی۔۔۔ گے تو سپاٹ میں رکھے اس کے سامنے والی کر سی پر آ بیٹھا۔۔۔ ساتھ پانی کا جگ اور گلاس بھی تھا۔۔۔ یوسف نے سپاٹ اس کی جانب بڑھائی۔۔۔ شائے نے پہلا نوالہ لیا اس کے بعد یوسف نے ناشتہ " شروع کرو۔۔۔ " شروع کیا تھا۔۔۔ چند نوالے لے کر شائے نے ہاتھ کھینچ لیا۔۔۔ یوسف نے سوالیہ نگاہوں سے اس کی جانب دیکھا۔۔۔ ہوں۔۔۔ " اس کی نظروں کا مطلب سمجھتے ہوئے جواب دے کر وہ سر جھکا گئی۔۔۔ " مزید بھوک نہیں ہے۔۔۔ " یوسف نے اسے " ایسا کرو۔۔۔ میرے ناشتہ کرنے تک ایک کپ چائے بنا دو۔۔۔ پھر مجھے شہر کے لیے نکلنا ہے۔۔۔ مصروف کرنے کے لیے کہا۔۔۔ جانتا تھا فارغ رہے گی تو پھر سوچیں اسے پریشان کریں گی۔۔۔ سر ہلاتی وہ اٹھی اور چائے بنانے لگی۔۔۔ یوسف نے ناشتہ کیا تو شائے نے چائے اس کے سامنے رکھی۔۔۔ جب تک یوسف نے چائے پی تب تک شائے استعمال شدہ برتن دھو چکی تھی۔۔۔ عمارہ ایک بار کسی کام سے کچن میں آئی تھی۔۔۔ ان دونوں کو ایک

ساتھ ناشتہ کرتے دیکھ کر سلگتی ہوئی وہ واک آؤٹ کر گئی۔۔۔ ناشتہ کرنے کے بعد یوسف شائنے کے ساتھ اپنے کمرے کی جانب بڑھا۔۔۔ اب اسے تیاری کر کے شہر جانا تھا۔۔۔ وہ سیڑھیوں پر پہنچے تھے جب میر بختاؤر کی سخت آواز سنائی اگر اس ایک رات میں "یوسف نے لب بھینچے۔۔۔ گردن موڑ کر ان کی جانب دیکھا۔۔۔ "رکو۔۔۔" دی۔۔۔ تمہارا دل بھر گیا ہو، ضرورت پوری ہوگی ہو اس لڑکی سے تو ہوش میں آ جاؤ۔۔۔ اور یاد کر لو کہ اس لڑکی کی کیا اوقات میر بختاؤر نے تنفر سے شائنے کو گھورا۔۔۔ "ہے اس گھر میں۔۔۔ بہتر ہے اسے اس کی اوقات میں ہی رہنے دو۔۔۔ سب کے سامنے اس ذلت اور اس قدر گھٹیا بات پر شائنے توہین سے سرخ ہوتے چہرے کے ساتھ سر جھکا گئی۔۔۔ شائنے۔۔۔ تم کمرے "یوسف کا بھی چہرہ سرخ ہوا تھا اپنے باپ کی اس بات پر۔۔۔ ضبط سے مٹھیاں بھینچ گئیں۔۔۔ کیوں۔۔۔ اسے بھی تو سننے دو۔۔۔ شرم "ہوئے اس سے کہا۔۔۔ اس نے شائنے کا ہاتھ چھوڑتے "میں جاؤ۔۔۔ آتی ہے اس کے سامنے بات کرتے ہوئے۔۔۔ ٹھیک ہی تو کہا ہے میں نے۔۔۔ اپنی رات رنگین کرنے کے لیے ہی تو میر بختاؤر نے "لے کر گئے تھے اسے اپنے کمرے میں۔۔۔ رات کا خمار ابھی تک نہیں اترتا ہے کیا صاحبزادے کا۔۔۔ طنزیہ لہجہ اختیار کیا۔۔۔ یوسف برداشت کی انتہا پر تھا۔۔۔ اپنے بھائیوں کے سامنے باپ کے منہ سے اپنی بیوی کے لیے بابا پلیز۔۔۔ شائنے سنا نہیں تم نے۔۔۔ میں نے کہا کمرے میں جاؤ۔۔۔ "ایسے ذلت آمیز جملے سنا آسان نہیں تھا۔۔۔ وہ غصے میں شائنے پر دھاڑا۔۔۔ شائنے آنسو بہاتی ڈر کر سیڑھیاں چڑھتی کمرے میں بند ہو گئی تو یوسف نیچے اترتا باپ "کے سامنے جا کھڑا ہوا۔۔۔

وہ میر عبد الرحمان کے بالکل سامنے آکھڑا ہوا۔۔۔ ان کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالے۔۔۔ میر بختاؤر ایک پل کو بالکل اب کہیے۔۔۔ کیا کہہ "چپ سے ہو گے اس کے چہرے کی سختی اور آنکھوں میں ابھرتے سرخ ڈورے دیکھ کر۔۔۔ مجھے فضول کی بحث میں نہیں پڑنا یوسف۔۔۔ اتنا بتا "یوسف چبا چبا کر نڈر انداز میں بولا۔۔۔ "رہے تھے آپ۔۔۔ دوں تمہیں کہ وہ لڑکی ونی کے طور پر آئی ہے یہاں۔۔۔ اور ونی کے جواصول ہیں ان اصولوں کے مطابق ہی یہاں رہے گی۔۔۔ تمہیں اگر وہ لڑکی پسند آئی ہے تو ٹھیک ہے۔۔۔ چند دن عیش کر لو اس کے ساتھ۔۔۔ لیکن اتنا یاد رکھنا

کہ اس حویلی کا وارث اس کی کوکھ سے جنم نہیں لے گا۔۔۔ وہ اسی کمرے میں رہے گی جہاں پہلے رہتی تھی۔۔۔ اسی انداز میں رہے گی جیسے پہلے رہتی تھی۔۔۔ ہاں البتہ تمہیں اتنی اجازت مل سکتی ہے کہ جب تم چاہو اپنی ضرورت کی میر بختاؤر کی باتیں، ان کی سوچ اتنی گھٹیا تھی کہ یوسف کے کان کی "خاطر اسے اپنے کمرے میں لے جاسکتے ہو۔۔۔ میں بھی کسی بحث میں نہس پڑنا چاہتا۔۔۔ اتنا سن لیں آپ کہ وہ بیوی ہے میری۔۔۔ اور "لوئیں تک سرخ ہوئیں۔۔۔ بیوی کی اصل جگہ اس کے شوہر کا کمرہ ہی ہوتا ہے۔۔۔ مجھ پر، میرے کمرے پر، میری زندگی پر، میری ہر شے پر مجھ سے زیادہ حق رکھتی ہے وہ۔۔۔ اور اس پر صرف میرا حق ہے۔۔۔ جیسے میں چاہوں گا وہ ویسے ہی رہے گی۔۔۔ اس کے تمام یوسف کا لمبی اتنا قطعی تھا کہ قریب موجود سیف، اطہر اور اظہر بھی دنگ رہ گئے اُس کی "فیصلے اب میں لوں گا۔۔۔ میر بختاؤر دھاڑے۔۔۔ "ہم اس لڑکی اس روپ میں کبھی قبول نہیں کریں گے یوسف۔۔۔" جرات پر۔۔۔ تو۔۔۔ آپ کو کس نے کہا اسے قبول کرنے کے لیے۔۔۔ میں اسے قبول کر چکا ہوں دل و جان سے۔۔۔ اور جس انداز "یہی" یوسف کو تو گویا اب پرواہ ہی نہ تھی کسی کی۔۔۔ "میں آپ اسے رکھنا چاہتے ہیں وہ انداز مجھے قبول نہیں۔۔۔ تربیت کی ہے ہم نے تمہاری۔۔۔ اس لیے اتنا پڑھایا لکھایا ہے کہ تم ہمارے ہی سامنے زبان درازی کرو۔۔۔ ہم سے چلائیے مت بابا۔۔۔ آپ کے چلانے "میر بختاؤر چلائے تھے۔۔۔" بد تمیزی کرو۔۔۔ ہمیں ہی باتیں سناؤ۔۔۔ سے میرا فیصلہ بدل نہیں جائے گا۔۔۔ اور جس تعلیم کی آپ بات کر رہے ہیں اسی تعلیم نے مجھے یہ شعور دیا ہے کہ صحیح اور غلط میں فرق کر سکوں۔۔۔ باطل کو جھٹلا کر سچ کا ساتھ دے سکوں۔۔۔ اور رہی بات بد تمیزی کی۔۔۔ تو بابا۔۔۔ آج تک آپ کی ہر بات بلاچوں چراں مانی ہے۔۔۔ لیکن کبھی کبھار ایسا ہوتا ہے کہ تجربہ کار ہونے کے باوجود بھی ماں باپ غلط فیصلے کر رہے ہوتے ہیں۔۔۔ ایسے میں اولاد اگر انہیں صحیح راستے کی طرف لانا چاہے تو یہ بد تمیزی نہیں ہے۔۔۔ آپ کا دل دکھا میری وجہ سے۔۔۔ اس کے لیے بہت معذرت۔۔۔ لیکن صرف اتنا سوچیے کہ ایک لڑکی کی زندگی پر اس کا بھی کچھ حق ہوتا ہے۔۔۔ اس کی بھی خواہش ہوتی ہے کہ اپنی زندگی کو اپنی مرضی کے مطابق گزارے۔۔۔ اونچی اڑان بھرے۔۔۔ اپنے سب خواب پورے کرے۔۔۔ کیونکہ اللہ نے اسے بھی ہم مردوں کی طرح آزاد پیدا کیا ہے۔۔۔ وہ اس لیے جنم نہیں لیتی کہ ہم باپ بھائیوں اور شوہروں کے لیے قربانیاں دیتی رہے۔۔۔ شائے اب مزید یہ

تکلیفیں نہیں سہے گی۔۔۔ میں اسے بہت جلد اپنے ساتھ شہر لے جا رہا ہوں۔۔۔ یہاں سے۔۔۔ آپ سب کی نظروں یوسف بے خوف " سے دور۔۔۔ بہت دور۔۔۔ جہاں وہ ایک آزاد زندگی جیے گی۔۔۔ اور یہ میرا اٹل فیصلہ ہے۔۔۔ بولتے ہوئے جانے کے لیے مڑا۔۔۔ میرا بخت اور کاچہرہ سرخ ہوا غصے کے باعث۔۔۔ وہ جتنی نرمی برت رہے تھے ایسا ہونے سے پہلے ہم اس لڑکی کو ہی ختم کر دیں گے۔۔۔ تم ہمیں جانتے نہیں " یوسف اتنا ہی بغاوت پر اتر رہا تھا۔۔۔ وہ بلند آواز میں اس سے مخاطب ہوئے۔۔۔ ان کی بات پر یوسف کے قدم تھم سے گئے۔۔۔ ایک " ہو یوسف۔۔۔ پل کو وہ بے یقین ہوا کہ یہ بات اس کے بابا نے کی ہے۔۔۔ میرا بخت اور نے۔۔۔ کیا وہ انتقام کی آگ میں اتنا گر سکتے ہیں کہ کسی کو بلا وجہ جان سے مارنے تک کی نوبت آجائے۔۔۔ چند پل کو وہ خاموش سا ہو گیا۔۔۔ پھر پلٹا۔۔۔ لب بھینچے میرا بخت اور کے کمرے کی جانب بڑھا۔۔۔ میرا بخت اور حیران سے اس کی پشت کو دیکھتے رہے۔۔۔ چند لمحوں بعد وہ واپس آیا تھا۔۔۔ ہاتھ میں پسٹل لیے۔۔۔ جا کر ان کے سامنے کھڑا ہو گیا۔۔۔ آنکھوں میں آنکھیں ڈالے۔۔۔ ہتھیلی ان کے اگر ایسا ہے تو اسے مارنے کے لیے آپ کو پہلے اپنے بیٹے کو مارنا ہو گا۔۔۔ " سامنے پھیلائے۔۔۔ جس پر پسٹل رکھا تھا۔۔۔ کیونکہ اس کی طرف جاتی ہر راہ پر اب آپ کو میرا یوسف کھڑا ملے گا۔۔۔ اگر آپ اس حد تک سفاک ہو چکے ہیں تو مجھے مارنا آپ کے لیے کوئی مشکل کام نہ ہو گا۔۔۔ لیجیے گن۔۔۔ اور مار دیجیے مجھے۔۔۔ اس کے بعد اسے ختم کرنے کا شوق بھی پورا کر لیجیے گا۔۔۔ شاید اس طرح ہی آپ کا انتقام پورا ہو جائے۔۔۔ کیونکہ انسانی جانوں کی آپ کے نزدیک تو کوئی اس کا لہجہ سرد تھا۔۔۔ بے تاثر۔۔۔ سپاٹ۔۔۔ میرا بخت اور کے چہرے کا رنگ بدلا۔۔۔ " اہمیت ہی نہیں ہے۔۔۔ انہوں نے ایک نظر اپنے سامنے بڑھی اس کی ہتھیلی پر رکھی گن کو دیکھا اور پھر اس کے چہرے کے پتھر لیے تاثرات کو۔۔۔ کیا یہ ان کا وہی بیٹا تھا جس نے کبھی نگاہ تک نہ اٹھائی تھی ان کے سامنے۔۔۔ اتنی بہادری، اتنا بے خوف انداز کہاں سے آیا آخر۔۔۔ یوسف نے چند پل انتظار کیا ان کے گن تھامنے کا۔۔۔ جب ان کا ہاتھ آگے نہ بڑھا تو یوسف نے نہیں ہے ناہمت۔۔۔ خود اپنے ہاتھوں سے اپنے بیٹے " ایک ہاتھ سے ان کا ہاتھ تھا اور گن ان کی ہتھیلی پر رکھ دی۔۔۔ کو مارنے کی۔۔۔ اپنے خون کے بارے میں ایسا سوچتے ہوئے بھی ڈر لگتا ہے۔۔۔ وہ بھی کسی کی اولاد، کسی کے بیٹے ہیں بابا جن کا خون آپ نے کروایا اب تک۔۔۔ چھوٹی چھوٹی وجوہات پر۔۔۔ ان کے والدین کا دل بھی ویسا ہی ہے جیسا آپ

کا۔۔۔ میری موت کا سن کر ہی آپ کا رنگ اڑ گیا۔۔۔ سوچیں انہوں نے تو اپنوں کی میتیں سامنے دیکھی ہیں۔۔۔ خون یوسف کا لہجہ اس بار اذیت لیے ہوئے تھا۔۔۔ انہیں ہکا بکا چھوڑ کر وہ " میں بھیگی ہوئیں۔۔۔ ان پر کیا گزری ہوگی۔۔۔ اپنے کمرے کی جانب بڑھ گیا۔۔۔

□ □ □ □ □ □

وہ کمرے میں آیا تو شائے کھڑکی میں کھڑی تھی۔۔۔ ساکت۔۔۔ خاموش۔۔۔ کسی مجسمے کی مانند۔۔۔ صرف آنکھوں سے بہتے آنسو اس بات کا ثبوت تھے کہ وہ انسان ہے۔۔۔ دروازے کی جانب اس کی پشت تھی۔۔۔ یوسف اس کے چہرے کو نہیں دیکھ پایا۔۔۔ وہ جانتا تھا کہ وہ اپ سیٹ ہے۔۔۔ لیکن اس وقت اسے کیا تسلی دیتا جب وہ خود پریشان تھا۔۔۔ وہ خاموشی سے دیوار گیر الماری کی جانب بڑھا۔۔۔ وہاں سے گرے کلر کا تھری پیڈس سوٹ نکالا اور واشروم کی جانب بڑھ گیا۔۔۔ کہ ایک شاہور ہی شاید اس کی فرسٹریشن کو ختم کر سکتا تھا۔۔۔

وہ شہر جانے کے لیے تیار ہو چکا تھا۔۔۔ بالوں میں برش کر رہا تھا جب " ہاشم لالہ نے میرا نس کا خون نہیں کیا۔۔۔ " شائے کی بھیگی آواز سنائی دی۔۔۔ ڈریسنگ کے سامنے کھڑے کھڑے یوسف نے گردن موڑ کر اس کی پشت دیکھی۔۔۔ گہری سانس لیتا برش رکھ کر وہ پلٹا۔۔۔ قدم قدم چلتا اس کے برابر آ رہا۔۔۔ غور سے اس کی جانب دیکھا۔۔۔ متورم آنکھیں۔۔۔ سرخ ہوتی ناک۔۔۔ ستا ہوا چہرہ۔۔۔ بھگے گال۔۔۔ اس نے بازو سے تھام کر شائے کا میں نے کہا تھا " رخ اپنی جانب کیا۔۔۔ پھر اپنی انگلیوں کی پوروں سے بہت نرمی سے اس کے آنسو صاف کیے۔۔۔ نا۔۔۔ کہ تمہارے رونے کے دن ختم ہو گئے ہیں۔۔۔ یہ آنسو بہت انمول ہیں۔۔۔ ان لوگوں کی وجہ سے انہیں مت یوسف اپنے اندر چاہے کشمکش کا طوفان سمیٹے بیٹھا ہو لیکن شائے سے بات " ضائع کرو جنہیں تمہاری قدر نہیں۔۔۔ اس رات ہاشم لالہ اور میرا نس کا جھگڑا ضرور ہوا تھا۔۔۔ " کرتے وقت لہجے میں خود بخود نرمی سے گھل جاتی تھی۔۔۔ لیکن یہ سب پلان لیا گیا تھا۔۔۔ وہ دونوں تو بس مہروں کے طور پر استعمال کیے گئے تھے۔۔۔ بساط کسی اور نے بچھائی اچھا۔۔۔ کیا گارنٹی ہے اس کی۔۔۔ " شائے کے لہجے میں اتنا یقین تھا کہ یوسف اسے دیکھ کر رہ گیا۔۔۔ " تھی۔۔۔ یوسف کی آواز دھیمی تھی۔۔۔ وہ اب تک صرف " کیا ثبوت ہے۔۔۔ تم اتنے یقین سے کیسے کہہ سکتی ہو یہ سب۔۔۔

شائے کے حق میں تھا کہ اگر قتل ہاشم سے ہوا ہے تو سزا سے ملے۔۔۔ شائے کو نہیں۔۔۔ یہ اس نے سوچا ہی نہیں تھا کہ اس نکاح سے پہلے جب میں گرمیوں میں گاؤں آئی تھی تب سیف " ہاشم کے علاوہ کوئی اور بھی قاتل ہو سکتا ہے۔۔۔ سے بہت دفعہ سامنا ہوا۔۔۔ وہ ہر بار مجھے دھمکیاں دیتا تھا کہ مجھے۔۔۔ کہ مجھے حاصل کر کے رہے گا۔۔۔ اور بھی بہت سی گھٹیا باتیں۔۔۔ میں انور کرتی رہی۔۔۔ گھر میں کبھی نہیں بتایا کہ پہلے ہی اتنے مسئلے ہیں دونوں خاندانوں میں۔۔۔ خواہ مخواہ بات بڑھ جائے گی۔۔۔ پھر شہر چلی گی۔۔۔ سوچا سب ٹھیک ہو جائے گا۔۔۔ وہیں ایک دن پتا چلا کہ ہاشم لالہ سے قتل ہو گیا ہے۔۔۔ تب صارم مجھے گاؤں لے آیا۔۔۔ ہاشم لالہ بار بار کہتے رہے کہ انہوں نے قتل نہیں کیا۔۔۔ کھیتوں کو پانی لگانے کی وجہ سے ہی کوئی جھگڑا ہوا تھا۔۔۔ انہوں نے گن ضرور نکالی تھی لیکن گولی ان کی گن سے نہیں چلی۔۔۔ کسی اور سمت سے فائر کیا گیا۔۔۔ ہاشم لالہ جھوٹ نہیں بولتے۔۔۔ اپنی غلطی ہمیشہ مانتے ہیں۔۔۔ اس کا مطلب یہی ہوا کہ اس وقت ان دونوں کے علاوہ بھی وہاں کوئی اور موجود تھا۔۔۔ جس نے موقع کا فائدہ اٹھایا۔۔۔ اور وہ۔۔۔ وہ شاید سیف تھا۔۔۔ آپ کا بھائی۔۔۔ کیونکہ کل رات اس نے مجھ سے کہا کہ اس نے پلان بہت اچھا بنایا تھا اور سب کچھ پلان کے مطابق ہو رہا تھا کہ عین وات پر اسے کھیتوں کے کسی کام کے باعث جانا پڑ گیا۔۔۔ اور یوں میرا یوسف سانس روکے سب سن رہا تھا۔۔۔ اسے یابن نہیں آ رہا تھا کہ یہ سب " نکاح اس کی بجائے آپ سے ہو گیا۔۔۔ اتنا گر سکتے ہیں۔۔۔ اور سیف۔۔۔ کیا صرف شائے کو حاصل کرنے کے لیے۔۔۔ ایک لڑکی کے لیے اس نے اپنے چچا زاد بھائی کو مروادیا۔۔۔ اف۔۔۔ گھٹیا پن کی انتہا تھی۔۔۔ وہ تو شہر میں ہی رہائش پذیر تھا۔۔۔ کبھی اندازہ ہی نہ ہو پایا تھا کہ گاؤں میں اس کے گھر والے ظلم کی انتہا پر جا پہنچے ہیں۔۔۔ وہ تو شہر سے تب آیا تھا جب اسے خبر ہوئی کہ انس کا قتل ہوا ہے۔۔۔ اور اس کے بعد تمام ثبوت میرا ہاشم کے خلاف ہی تھے۔۔۔ میرا ہاشم کا جرم ثابت بھی ہو گیا۔۔۔ اس نے کبھی سوچا بھی نہ تھا کہ اس سب کے پیچھے سیف کا بھی ہاتھ ہو سکتا ہے۔۔۔ اور اگر یہ سب سیف نے کیا تو کیا بابا بھی اس سب میں شامل تھے۔۔۔ یا پھر وہ بھی باقی سب کی طرح بے خبر تھے۔۔۔ اف۔۔۔ زندگی نہ جانے کیا رخ اختیار کرتی جا رہی تھی۔۔۔ کیا سچ تھا کیا جھوٹ یہ تو خدا ہی بہتر جانتا تھا۔۔۔ وہ پہلے ہی بہت پریشان تھا۔۔۔ اب ٹینشن اور بڑھ گی۔۔۔

دوں تمہیں کہ وہ لڑکی ونی کے طور پر آئی ہے یہاں۔۔۔ اور ونی کے جواصول ہیں ان اصولوں کے مطابق ہی یہاں رہے گی۔۔۔ تمہیں اگر وہ لڑکی پسند آئی گی ہے تو ٹھیک ہے۔۔۔ چند دن عیش کر لو اس کے ساتھ۔۔۔ لیکن اتنا یاد رکھنا کہ اس حویلی کا وارث اس کی کوکھ سے جنم نہیں لے گا۔۔۔ وہ اسی کمرے میں رہے گی جہاں پہلے رہتی تھی۔۔۔ اسی انداز میں رہے گی جیسے پہلے رہتی تھی۔۔۔ ہاں البتہ تمہیں اتنی اجازت مل سکتی ہے کہ جب تم چاہو اپنی ضرورت کی میر بختاؤر کی باتیں، ان کی سوچ اتنی گھٹیا تھی کہ یوسف کے کان کی "خاطر اسے اپنے کمرے میں لے جاسکتے ہو۔۔۔ میں بھی کسی بحث میں نہس پڑنا چاہتا۔۔۔ اتنا سن لیں آپ کہ وہ بیوی ہے میری۔۔۔ اور "لوئیں تک سرخ ہوں۔۔۔ بیوی کی اصل جگہ اس کے شوہر کا کمرہ ہی ہوتا ہے۔۔۔ مجھ پر، میرے کمرے پر، میری ذندگی پر، میری ہر شے پر مجھ سے زیادہ حق رکھتی ہے وہ۔۔۔ اور اس پر صرف میرا حق ہے۔۔۔ جیسے میں چاہوں گا وہ ویسے ہی رہے گی۔۔۔ اس کے تمام یوسف کا لہجی اتنا قطعی تھا کہ قریب موجود سیف، اطہر اور اظہر بھی دنگ رہ گئے اُس کی "فیصلے اب میں لوں گا۔۔۔ میر بختاؤر دھاڑے۔۔۔ "ہم اس لڑکی اس روپ میں کبھی قبول نہیں کریں گے یوسف۔۔۔ جرات پر۔۔۔ تو۔۔۔ آپ کو کس نے کہا اسے قبول کرنے کے لیے۔۔۔ میں اسے قبول کر چکا ہوں دل و جان سے۔۔۔ اور جس انداز "یہی" یوسف کو تو گویا اب پرواہ ہی نہ تھی کسی کی۔۔۔ "میں آپ اسے رکھنا چاہتے ہیں وہ انداز مجھے قبول نہیں۔۔۔ تربیت کی ہے ہم نے تمہاری۔۔۔ اس لیے اتنا پڑھایا لکھایا ہے کہ تم ہمارے ہی سامنے زبان درازی کرو۔۔۔ ہم سے چلائیے مت بابا۔۔۔ آپ کے چلانے "میر بختاؤر چلائے تھے۔۔۔ "بد تمیزی کرو۔۔۔ ہمیں ہی باتیں سناؤ۔۔۔ سے میرا فیصلہ بدل نہیں جائے گا۔۔۔ اور جس تعلیم کی آپ بات کر رہے ہیں اسی تعلیم نے مجھے یہ شعور دیا ہے کہ صحیح اور غلط میں فرق کر سکوں۔۔۔ باطل کو جھٹلا کر سچ کا ساتھ دے سکوں۔۔۔ اور رہی بات بد تمیزی کی۔۔۔ تو بابا۔۔۔ آج تک آپ کی ہر بات بلاچوں چراں مانی ہے۔۔۔ لیکن کبھی کبھار ایسا ہوتا ہے کہ تجربہ کار ہونے کے باوجود بھی ماں باپ غلط فیصلے کر رہے ہوتے ہیں۔۔۔ ایسے میں اولاد اگر انہیں صحیح راستے کی طرف لانا چاہے تو یہ بد تمیزی نہیں ہے۔۔۔ آپ کا دل دکھا میری وجہ سے۔۔۔ اس کے لیے بہت معذرت۔۔۔ لیکن صرف اتنا سوچئے کہ ایک لڑکی کی زندگی پر اس کا بھی کچھ حق ہوتا ہے۔۔۔ اس کی بھی خواہش ہوتی ہے کہ اپنی زندگی کو اپنی مرضی کے مطابق گزارے۔۔۔ اونچی

اڑان بھرے۔۔۔ اپنے سب خواب پورے کرے۔۔۔ کیونکہ اللہ نے اسے بھی ہم مردوں کی طرح آزاد پیدا کیا ہے۔۔۔ وہ اس لیے جنم نہیں لیتی کہ ہم باپ بھائیوں اور شوہروں کے لیے قربانیاں دیتی رہے۔۔۔ شائہ اب مزید یہ تکلیفیں نہیں سہے گی۔۔۔ میں اسے بہت جلد اپنے ساتھ شہر لے جا رہا ہوں۔۔۔ یہاں سے۔۔۔ آپ سب کی نظروں یوسف بے خوف " سے دور۔۔۔ بہت دور۔۔۔ جہاں وہ ایک آزاد زندگی جیے گی۔۔۔ اور یہ میرا اٹل فیصلہ ہے۔۔۔ بولتے ہوئے جانے کے لیے مڑا۔۔۔ میرا بخت اور کاچہرہ سرخ ہوا غصے کے باعث۔۔۔ وہ جتنی نرمی برت رہے تھے ایسا ہونے سے پہلے ہم اس لڑکی کو ہی ختم کر دیں گے۔۔۔ تم ہمیں جانتے نہیں " یوسف اتنا ہی بغاوت پر اتر رہا تھا۔۔۔ وہ بلند آواز میں اس سے مخاطب ہوئے۔۔۔ ان کی بات پر یوسف کے قدم تھم سے گئے۔۔۔ ایک " ہو یوسف۔۔۔ پل کو وہ بے یقین ہوا کہ یہ بات اس کے بابا نے کی ہے۔۔۔ میرا بخت اور نہ۔۔۔ کیا وہ انتقام کی آگ میں اتنا گر سکتے ہیں کہ کسی کو بلا وجہ جان سے مارنے تک کی نوبت آجائے۔۔۔ چند پل کو وہ خاموش سا ہو گیا۔۔۔ پھر پلٹا۔۔۔ لب بھینچے میرا بخت اور کے کمرے کی جانب بڑھا۔۔۔ میرا بخت اور حیران سے اس کی پشت کو دیکھتے رہے۔۔۔ چند لمحوں بعد وہ واپس آیا تھا۔۔۔ ہاتھ میں پستل لیے۔۔۔ جا کر ان کے سامنے کھڑا ہو گیا۔۔۔ آنکھوں میں آنکھیں ڈالے۔۔۔ ہتھیلی ان کے اگر ایسا ہے تو اسے مارنے کے لیے آپ کو پہلے اپنے بیٹے کو مارنا ہو گا۔۔۔ " سامنے پھیلائے۔۔۔ جس پر پستل رکھا تھا۔۔۔ کیونکہ اس کی طرف جاتی ہر راہ پر اب آپ کو میرا یوسف کھڑا ملے گا۔۔۔ اگر آپ اس حد تک سفاک ہو چکے ہیں تو مجھے مارنا آپ کے لیے کوئی مشکل کام نہ ہو گا۔۔۔ لیجیے گن۔۔۔ اور مار دیجیے مجھے۔۔۔ اس کے بعد اسے ختم کرنے کا شوق بھی پورا کر لیجیے گا۔۔۔ شاید اس طرح ہی آپ کا انتقام پورا ہو جائے۔۔۔ کیونکہ انسانی جانوں کی آپ کے نزدیک تو کوئی اس کا لہجہ سرد تھا۔۔۔ بے تاثر۔۔۔ سپاٹ۔۔۔ میرا بخت اور کے چہرے کا رنگ بدلا۔۔۔ " اہمیت ہی نہیں ہے۔۔۔ انہوں نے ایک نظر اپنے سامنے بڑھی اس کی ہتھیلی پر رکھی گن کو دیکھا اور پھر اس کے چہرے کے پتھر لیے تاثرات کو۔۔۔ کیا یہ ان کا وہی بیٹا تھا جس نے کبھی نگاہ تک نہ اٹھائی تھی ان کے سامنے۔۔۔ اتنی بہادری، اتنا بے خوف انداز کہاں سے آیا آخر۔۔۔ یوسف نے چند پل انتظار کیا ان کے گن تھامنے کا۔۔۔ جب ان کا ہاتھ آگے نہ بڑھا تو یوسف نے نہیں ہے ناہمت۔۔۔ خود اپنے ہاتھوں سے اپنے بیٹے " ایک ہاتھ سے ان کا ہاتھ تھا اور گن ان کی ہتھیلی پر رکھ دی۔۔۔

کو مارنے کی۔۔۔ اپنے خون کے بارے میں ایسا سوچتے ہوئے بھی ڈر لگتا ہے۔۔۔ وہ بھی کسی کی اولاد، کسی کے بیٹے ہیں بابا جن کا خون آپ نے کروایا اب تک۔۔۔ چھوٹی چھوٹی وجوہات پر۔۔۔ ان کے والدین کا دل بھی ویسا ہی ہے جیسا آپ کا۔۔۔ میری موت کا سن کر ہی آپ کا رنگ اڑ گیا۔۔۔ سوچیں انہوں نے تو اپنوں کی میتیں سامنے دیکھی ہیں۔۔۔ خون یوسف کا لہجہ اس بار اذیت لیے ہوئے تھا۔۔۔ انہیں ہکا بکا چھوڑ کر وہ " میں بھیگی ہوئیں۔۔۔ ان پر کیا گزری ہوگی۔۔۔ اپنے کمرے کی جانب بڑھ گیا۔۔۔

□ □ □ □ □ □

وہ کمرے میں آیا تو شانہ کھڑکی میں کھڑی تھی۔۔۔ ساکت۔۔۔ خاموش۔۔۔ کسی مجسمے کی مانند۔۔۔ صرف آنکھوں سے بہتے آنسو اس بات کا ثبوت تھے کہ وہ انسان ہے۔۔۔ دروازے کی جانب اس کی پشت تھی۔۔۔ یوسف اس کے چہرے کو نہیں دیکھ پایا۔۔۔ وہ جانتا تھا کہ وہ اپ سیٹ ہے۔۔۔ لیکن اس وقت اسے کیا تسلی دیتا جب وہ خود پریشان تھا۔۔۔ وہ خاموشی سے دیوار گیر الماری کی جانب بڑھا۔۔۔ وہاں سے گرے کلر کا تھری پیڈس سوٹ نکالا اور واشروم کی جانب بڑھ گیا۔۔۔ کہ ایک شاوہ ہی شاید اس کی فرسٹریشن کو ختم کر سکتا تھا۔۔۔

وہ شہر جانے کے لیے تیار ہو چکا تھا۔۔۔ بالوں میں برش کر رہا تھا جب " ہاشم لالہ نے میرا نس کا خون نہیں کیا۔۔۔ " شانہ کی بھیگی آواز سنائی دی۔۔۔ ڈریسنگ کے سامنے کھڑے کھڑے یوسف نے گردن موڑ کر اس کی پشت دیکھی۔۔۔ گہری سانس لیتا برش رکھ کر وہ پلٹا۔۔۔ قدم قدم چلتا اس کے برابر آرکا۔۔۔ غور سے اس کی جانب دیکھا۔۔۔ متورم آنکھیں۔۔۔ سرخ ہوتی ناک۔۔۔ ستا ہوا چہرہ۔۔۔ بھیگے گال۔۔۔ اس نے بازو سے تھام کر شانہ کا میں نے کہا تھا " رخ اپنی جانب کیا۔۔۔ پھر اپنی انگلیوں کی پوروں سے بہت نرمی سے اس کے آنسو صاف کیے۔۔۔ نا۔۔۔ کہ تمہارے رونے کے دن ختم ہو گئے ہیں۔۔۔ یہ آنسو بہت انمول ہیں۔۔۔ ان لوگوں کی وجہ سے انہیں مت یوسف اپنے اندر چاہے کشمکش کا طوفان سمیٹے بیٹھا ہو لیکن شانہ سے بات " ضائع کرو جنہیں تمہاری قدر نہیں۔۔۔ اس رات ہاشم لالہ اور میرا نس کا جھگڑا ضرور ہوا تھا۔۔۔ " کرتے وقت لہجے میں خود بخود نرمی سے گھل جاتی تھی۔۔۔ لیکن یہ سب پلان لیا گیا تھا۔۔۔ وہ دونوں تو بس مہروں کے طور پر استعمال کیے گئے تھے۔۔۔ بساط کسی اور نے بچھائی

اچھا۔۔ کیا گارنٹی ہے اس کی۔۔۔ " شائے کے لہجے میں اتنا یقین تھا کہ یوسف اسے دیکھ کر رہ گیا۔۔۔ " تھی۔۔۔۔۔

یوسف کی آواز دھیمی تھی۔۔۔ وہ اب تک صرف " کیا ثبوت ہے۔۔۔ تم اتنے یقین سے کیسے کہہ سکتی ہو یہ سب۔۔۔۔۔

شائے کے حق میں تھا کہ اگر قتل ہاشم سے ہوا ہے تو سزا اسے ملے۔۔۔ شائے کو نہیں۔۔۔ یہ اس نے سوچا ہی نہیں تھا کہ اس نکاح سے پہلے جب میں گرمیوں میں گاؤں آئی تھی تب سیف " ہاشم کے علاوہ کوئی اور بھی قاتل ہو سکتا ہے۔۔۔۔۔

سے بہت دفعہ سامنا ہوا۔۔۔ وہ ہر بار مجھے دھمکیاں دیتا تھا کہ مجھے۔۔۔ کہ مجھے حاصل کر کے رہے گا۔۔۔ اور بھی بہت سی گھٹیا باتیں۔۔۔ میں انکو رکتی رہی۔۔۔ گھر میں کبھی نہیں بتایا کہ پہلے ہی اتنے مسئلے ہیں دونوں خاندانوں میں۔۔۔۔۔

خواخواہ بات بڑھ جائے گی۔۔۔ پھر شہر چلی گئی۔۔۔ سوچا سب ٹھیک ہو جائے گا۔۔۔ وہیں ایک دن پتا چلا کہ ہاشم لالہ سے قتل ہو گیا ہے۔۔۔ تب صارم مجھے گاؤں لے آیا۔۔۔ ہاشم لالہ بار بار کہتے رہے کہ انہوں نے قتل نہیں کیا۔۔۔ کھیتوں کو پانی لگانے کی وجہ سے ہی کوئی جھگڑا ہوا تھا۔۔۔ انہوں نے گن ضرور نکالی تھی لیکن گولی ان کی گن سے نہیں چلی۔۔۔ کسی اور سمت سے فائر کیا گیا۔۔۔ ہاشم لالہ جھوٹ نہیں بولتے۔۔۔ اپنی غلطی ہمیشہ مانتے ہیں۔۔۔۔۔

اس کا مطلب یہی ہوا کہ اس وقت ان دونوں کے علاوہ بھی وہاں کوئی اور موجود تھا۔۔۔ جس نے موقع کا فائدہ اٹھایا۔۔۔۔۔

اور وہ۔۔۔ وہ شاید سیف تھا۔۔۔ آپ کا بھائی۔۔۔ کیونکہ کل رات اس نے مجھ سے کہا کہ اس نے پلان بہت اچھا بنایا تھا اور سب کچھ پلان کے مطابق ہو رہا تھا کہ عین واد پر اسے کھیتوں کے کسی کام کے باعث جانا پڑ گیا۔۔۔ اور یوں میرا یوسف سانس روکے سب سن رہا تھا۔۔۔ اسے یابن نہیں آ رہا تھا کہ یہ سب " نکاح اس کی بجائے آپ سے ہو گیا۔۔۔۔۔

اتنا گر سکتے ہیں۔۔۔ اور سیف۔۔۔ کیا صرف شائے کو حاصل کرنے کے لیے۔۔۔ ایک لڑکی کے لیے اس نے اپنے چچا زاد بھائی کو مروادیا۔۔۔ اف۔۔۔ گھٹیا پن کی انتہا تھی۔۔۔ وہ تو شہر میں ہی رہائش پذیر تھا۔۔۔ کبھی اندازہ ہی نہ ہو پایا تھا کہ گاؤں میں اس کے گھر والے ظلم کی انتہا پر جا پہنچے ہیں۔۔۔ وہ تو شہر سے تب آیا تھا جب اسے خبر ہوئی کہ انس کا قتل ہوا ہے۔۔۔ اور اس کے بعد تمام ثبوت میرا ہاشم کے خلاف ہی تھے۔۔۔ میرا ہاشم کا جرم ثابت بھی ہو گیا۔۔۔ اس نے کبھی سوچا بھی نہ تھا کہ اس سب کے پیچھے سیف کا بھی ہاتھ ہو سکتا ہے۔۔۔ اور اگر یہ سب سیف نے کیا تو کیا بابا بھی اس

سب میں شامل تھے۔۔۔ یا پھر وہ بھی باقی سب کی طرح بے خبر تھے۔۔۔ اف۔۔۔ زندگی نہ جانے کیا رخ اختیار کرتی جا رہی تھی۔۔۔ کیا سچ تھا کیا جھوٹ یہ تو خدا ہی بہتر جانتا تھا۔۔۔ وہ پہلے ہی بہت پریشان تھا۔۔۔ اب ٹینشن اور بڑھ گئی۔۔۔

اس نے شائے کی طرف دیکھا جو اس کے چہرے کے بدلتے رنگوں سے اندازہ لگانے کی کوشش کر رہی تھی کہ وہ کیا تم فکر " سوچ رہا ہے۔۔۔ اور یہ کہ کیا وہ اس کی بات کا اعتبار کرے گا۔۔۔ سیف نے دھیرے سے اس کا ہاتھ تھاما۔۔۔ مت کرو۔۔۔ میں ساری سچائی کو سامنے لے کر آؤں گا۔۔۔ اگر اس سب میں کوئی اور انوالو ہے تو میں ہاشم کو بے گناہ ثابت کر کے رہوں گا۔۔۔ لیکن اگر قتل ہاشم نے کیا ہے تو پھر اسے سزا مل کر رہے گی۔۔۔ سچ کیا ہے بہت جلد کھل کر سامنے آجائے گا۔۔۔ فی الحال میں شہر جا رہا ہوں۔۔۔ بہت سے ضروری کام نبٹانے ہیں۔۔۔ بو اسے میں کہہ چکا ہوں۔۔۔ وہ تمہیں یہیں کھانا دے جائیں گی۔۔۔ تم کمرے سے باہر نہیں نکلو گی۔۔۔ کسی بھی صورت میں۔۔۔ سمجھ رہی ہوں نامیری بات۔۔۔ جب تک میں نہیں آجاتا کمرے میں ہی رہنا۔۔۔ کسی چیز کی ضرورت ہو تو بو اسے کہنا وہ دے جائیں گی۔۔۔ میں کوشش کروں گا شام تک آنے کی۔۔۔ اگر شام کو نہ آسکا تو کل صبح پہنچ جاؤں گا۔۔۔ اپنا خیال کہتے ہوئے اس نے ایک ہاتھ سے اس کا گال سہلایا۔۔۔ شائے نے ہلکے سے اثبات میں سر ہلایا۔۔۔ یوسف " رکھنا۔۔۔ نے آگے ہو کر اس کا ہاتھ چومنا اور سارے ضروری سپر ز اور ایڈمیشن فارم کی فائل لے کر کمرے سے نکل گیا۔۔۔ چند منٹ کے لیے وہ ماں کے کمرے میں گیا۔۔۔ انہیں اپنا فیصلہ سنایا تو وہ بہت خوش ہوئیں۔۔۔ ماں سے مل کر وہ تیز قدموں سے چلتا نیچے آیا اور گاڑی میں بیٹھ گیا۔۔۔ جب تک اس کی گاڑی کی تیب تک شائے کھڑکی میں کھڑی اسے دیکھتی رہی۔۔۔ محبت سے، عقیدت سے۔۔۔ جبکہ اس سے کچھ فاصلے پر دوسرے کمرے کی کھڑکی میں میر بختاؤر کھڑے تھے۔۔۔ طنزیہ اور سخت نگاہوں سے یوسف کو دیکھتے ہوئے۔۔۔ چہرے پر سوچوں کی پرچھائیاں تھیں اور دماغ میں لبوں "یو آر فنش۔۔۔" شیطانی آئیڈیا۔۔۔ یقیناً وہ کچھ سوچ چکے تھے۔۔۔ اور اب۔۔۔ بس عمل کرنا باقی تھی۔۔۔ سے چند الفاظ برآمد ہوئے۔۔۔ اور لبوں پر مسکراہٹ بکھری۔۔۔ فاتحانہ مسکراہٹ۔

جب سے یوسف گیا تھا وہ بے قرار سی تھی۔۔۔ کمرے سے باہر جانے کی اجازت نہ تھی۔۔۔ کمرے میں اسے اپنی دلچسپی کی کوئی چیز نظر نہ آئی۔۔۔ کبھی بیڈ پر بیٹھ جاتی۔۔۔ پھر کچھ دیر بعد مضطرب سی اٹھ کر کھڑکی کے سامنے جا کھڑی ہوتی۔۔۔ نگاہیں بار بار وال کلاک کی جانب اٹھتیں۔۔۔ اس کے جاتے ہی وہ اس کی واپسی کا انتظار کرنے لگ گئی تھی۔۔۔ یہ حقیقت تھی۔۔۔ یوسف نے جس طرح اس کے لیے سٹینڈ لیا۔۔۔ سب گھر والوں کے سامنے ڈٹ گیا اس سب نے اس کے دل میں یوسف کے لیے بہت سی عزت بھر دی تھی۔۔۔ اور اس کا خود سے اتنا نرم اور محبت بھرا رویہ دیکھ کر شائے کے دل میں بھی اس کے لیے محبت کے جذبات پیدا ہونے لگے تھے۔۔۔ اور یہ سب فطری تھا۔۔۔ کیونکہ نکاح کا بندھن ہی ایسا ہوتا ہے جو دو اجنبیوں کے دلوں کو ایک ہی لے پر دھڑکنے لگاتا ہے۔۔۔ نکاح کے تین بولوں میں اتنی طاقت ہوتی ہے کہ دو انجان لوگوں کے دلوں میں محبت کی کوئیلیں پھوٹنے لگیں۔۔۔

دوپہر میں بوا اس کے کمرے میں کھانا دینے آئیں۔۔۔ شائے نے چپ چاپ ان سے کھانا لیا۔۔۔ چند لقمے لینے کے بعد کھانا واپس بھجوا دیا۔۔۔ بوانے ہی بتایا کہ یوسف کی کال آئی تھی اور وہ آج رات واپس نہیں آ سکے گا۔۔۔ کل دوپہر تک پہنچے گا۔۔۔ شائے نے اس اطلاع پر گہری سانس بھرتے سر ہلادیا۔۔۔

جب بوریت حد سے بڑھنے لگی تو اس نے مصروفیت کے لیے کوئی چیز ڈھونڈنی چاہی۔۔۔ کچھ بھی نہ ملا تو الماری کھول کر کھڑی ہو گئی کہ کپڑوں کو ترتیب سے رکھ دے۔۔۔ کمرے کی ہر شے سے یوسف کی نفاست جھلک رہی تھی۔۔۔ الماری میں بھی کسی قسم کی کوئی بے ترتیبی نہ تھی۔۔۔ بے ساختہ شائے کا داد دینے کو دل چاہا۔۔۔ وہ الماری بند کرنے ہی والی تھی جب تہہ کر کے رکھے چند کپڑوں کے نیچے اسے ایک لفافہ سا نظر آیا۔۔۔ صبح یوسف یہاں سے کچھ پیپر ز وغیرہ لے کر گیا تھا شاید تب ہی یہ لفافہ کھسک کر سامنے آ گیا۔۔۔ شائے نے الجھن بھری نگاہوں سے لفافے کو دیکھا۔۔۔ بھلا ایسا کیا ہے اس میں جو یوں اسے کپڑوں کے نیچے چھپایا گیا تھا۔۔۔

تھی تو یہ بد تہذیبی۔۔۔ لیکن تجسس کے ہاتھوں مجبور ہو کر اس نے وہ لفافہ تھام لیا۔۔۔ اسے کھول کر دیکھا تو اندر تصاویر تھیں۔۔۔

شائے نے تمام تصاویر بیڈ پر الٹ دیں۔۔۔

اور اس کی حیرت کی انتہا نہ رہی جب لفافے میں سے سب کی سب اس کی تصویریں برآمد ہوئیں۔۔۔ یونی کے زمانے کی۔۔۔ الگ الگ پوز۔۔۔ الگ الگ دنوں کی تصویریں۔۔۔ یونی کے مختلف فنکشنز کی تصویریں۔۔۔ اس کے برتھ ڈے کی تصویریں۔۔۔ جہاں شائے کے چہرے پر ایک سائمنٹ تھی۔۔۔ اسٹیج پر فارم کیسے گے ڈرامے کی تصویریں۔۔۔ اور۔۔۔ ایک تصویر پر شائے کی نگاہ ٹھہر سی گی۔۔۔ وہ اسٹیج پر آنکھیں موندے لیٹی تھی۔۔۔ قریب ہی پرلز گروپ کے میمبرز اپنے اپنے گیٹ اپ چیمینج کیے، خود کو ڈرامے کے کرداروں میں ڈھالے کھڑے تھے۔۔۔ اور ایک لڑکا۔۔۔ ہیزل گرین آنکھوں اور بھورے بالوں والا۔۔۔ سرخ و سفید رنگت اور کلین شیو میں۔۔۔ یاسر کے کردار میں۔۔۔ اس کے پاس نیچے بیٹھا تھا۔۔۔ آنکھوں میں نمی لیے۔۔۔ یک ٹک اس کے چہرے کو دیکھتے۔۔۔ اور اس لڑکے کا چہرہ۔۔۔ کچھ جانا پہچانا سا تھا۔۔۔ اس کا نام لکی بتایا تھا ارمان نے۔۔۔ نک نیم۔۔۔ کبھی اس کا اصل نام نہیں لیا۔۔۔ اور نہ ہے کبھی اس سے اتنا زیادہ آمناسا منا ہی ہوا تھا۔۔۔ نہ کبھی اس کی شکل پر اتنا غور کیا تھا اس نے۔۔۔ شائے ابھی۔۔۔ پھر چہم سے یوسف کا چہرہ نگاہوں میں آن سما یا۔۔۔ وہی ہیزل گرین آنکھیں، بھورے بال، سفید رنگت۔۔۔ فرق صرف یہ تھا کہ تصویر میں اس نے کلین شیو کروا رکھی تھی اور جس یوسف کو اس نے نکاح کے بعد دیکھا تھا اس کے چہرے پر ہلکی ہلکی داڑھی تھی۔۔۔ شائے نے کبھی اسے اتنے غور سے دیکھا ہی نہیں۔۔۔ ایک بار سرسری سادیکھا تو اسے محسوس ہوا تھا جیسے وہ اسے پہلے دیکھ چکی ہے۔۔۔ لیکن دماغ پر زیادہ زور نہ دیا۔۔۔ اپنا وہم سمجھ کر جھٹک دیا اس خیال کو۔۔۔ تو کیا۔۔۔ یوسف ہی لکی ہے۔۔۔ اسی کی یونی میں پڑھتا ہے۔۔۔ لیکن اس سے پہلے کبھی بتایا نہیں اس نے۔۔۔ اور پھر۔۔۔ اس نے شائے کی اتنی تصویریں اپنے پاس کیوں جمع کر رکھی تھیں آخر۔۔۔ یہ تصاویر اپنے پاس رکھنے کا کیا مقصد تھا بھلا۔۔۔

اور۔۔۔ برتھ ڈے پر جو بکے اسے ملا۔۔۔ بغیر کسی کارڈ کے۔۔۔ اور بعد میں جو میسج ملا تھا۔۔۔ جس میں اپنی محبت کا لکھا "Y" اظہار کیا گیا تھا۔۔۔ اپنا خوف بتایا گیا تھا۔۔۔ سامنے نہ آنے کی وجہ بیان کی گی تھی اس کے اختتام پر سے یوسف۔۔۔ تو کیا وہ فلاورز، وہ میسج سب یوسف کی طرف سے تھا۔۔۔ انوکھے طریقے سے برتھ ڈے Y تھا۔۔۔ سر پر انز بھی اسی کارڈ بیچ کیا گیا تھا۔۔۔ یعنی یوسف نکاح سے پہلے بھی اسے جانتا تھا۔۔۔ پھر نکاح کے بعد جب جب شائے

کو تکلیف پہنچی تب تب یوسف کی آنکھوں میں بھی اذیت کی جھلک تھی۔۔۔ یہ سب کیا تھا آخر۔۔۔ وہ کشمکش میں مبتلا بار بار تصاویر دیکھ رہی تھی۔۔۔ بہت سا وقت یو نہی گزر گیا۔۔۔

وہ چونکی جب دروازے پر دستک ہوئی۔۔۔ شائنے نے کی ہول سے دیکھا ملازمہ رات کے کھانے کی ٹرے لیے کھڑی تھی۔۔۔ شائنے نے دروازہ کھولا۔۔۔ بوا کے ہاتھ سے ٹرے تھامی۔۔۔ بوا کچھ پریشان سی تھیں۔۔۔ ٹرے پکڑا کر فوراً وہاں سے چلی گئیں۔۔۔ شائنے کندھے اچکاتی بیڈ تک آئی۔۔۔ ٹرے سائیڈ پر رکھ کر تمام تصاویر سمیٹیں۔۔۔ انہیں لفافے میں ڈال کر الماری میں رکھ دیا۔۔۔ ہیٹر آن کرتی وہ بیڈ تک آئی اور کھانا کھانے لگی۔۔۔ کھانا کھا کر ٹرے سائیڈ پر رکھتے ہوئے وہ باتھ روم کی جانب بڑھنے لگی تاکہ ہاتھ دھو سکے۔۔۔ تبھی سر چکرانے لگا۔۔۔ آنکھوں کے سامنے دھند سی چھانے لگی تھی۔۔۔ شائنے نے سائیڈ ٹیبل کا سہارا لیتے ہوئے خود کو گرنے سے بچایا۔۔۔ سر کو زور زور سے جھٹکا لیکن بصارت دھندلی ہوتی چلی جا رہی تھی۔۔۔ وہ بیڈ پر بیٹھ گئی۔۔۔ سر دونوں ہاتھوں سے تھام لیا۔۔۔ چند لمحوں بعد ہی وہ ہوش و خرد سے بیگانہ ہوتی بستر پر ڈھے چکی تھی۔۔۔

□ □ □ □ □ □

مغرب سے کچھ دیر پہلے کا وقت تھا۔۔۔ میر بختاؤر نے میر سیف کو اپنے کمرے میں طلب کیا۔۔۔ سیف اجازت لیتا ہوا ایک سپیراسنپوں کو "کھڑکی سامنے کھڑے میر بختاؤر کو مخاطب کیا۔۔۔" جی باباجان۔۔۔" اندر داخل ہوا۔۔۔ حاصل کرتا ہے۔۔۔ انہیں اپنے گھر لاتا ہے۔۔۔ ان کا زہر نکالتا ہے۔۔۔ انہیں ایک طرح سے پالتا ہے۔۔۔ لیکن جانتے ہو سیف۔۔۔ جب کوئی سانپ اس کے لیے خطرناک ہو جائے، پھن پھیلانے لگے۔۔۔ اسے ڈسنے لگے تو پھر وہی سپیرا اس کا سر کچل کر اسے مار ڈالتا ہے۔۔۔

یہ جو لڑکی ہم ونی میں لے کر آئے ہیں۔۔۔ اس سے یوسف کا نکاح ہم نے فقط اس لیے کیا کہ ہم میر عبدالرحمان کے خاندان سے بدلہ لے سکیں۔۔۔ لیکن اب وہ ایک ناگن بن کر ہمیں ہی ڈسنے چلی ہے۔۔۔ ہمارے بیٹے کو ہم سے چھیننے چلی ہے۔۔۔ اسے ہمارے خلاف کھڑا کر دیا اس نے۔۔۔ جلد ہی یوسف اسے شہر لے جائے گا جہاں وہ عیش کرے گی۔۔۔ ہماری تاریخ میں پہلی بار ایسا ہو گا کہ ونی میں آئی لڑکی عیش و عشرت بھری ذندگی گزارے گی۔۔۔ اور ہمیں یہ

قطعاً قبول نہیں۔۔۔ اس سے پہلے کہ وہ لڑکی ہمارے بیٹے کو مزید ہمارے خلاف بھڑکائے۔۔۔ ہم اسے ہی ختم کر ڈالیں گے۔۔۔ آج کی رات۔۔۔ صرف آج کی رات ہے ہمارے پاس۔۔۔ یوسف آج گھر نہیں آئے گا۔۔۔ ہمیں جو کرنا ہے آج کرنا ہے۔۔۔ اور کچھ اس طرح کرنا ہے کہ یوسف کو ہم پر بالکل شک نہ ہو۔۔۔ اس کے لیے میرے پاس ایک پلان میرے بھتاؤرنے تنفر سے کہتے ہوئے بڑی رازداری "ہے۔۔۔ جس سے سانپ بھی مر جائے اور لاٹھی بھی نہ ٹوٹے۔۔۔ سے سیف کو اپنا منصوبہ سمجھایا۔۔۔ سارا پلان سن کر سیف کے چہرے پر شیطانی مسکراہٹ آئی۔۔۔ اب بس اسے رات کا انتظار تھا۔۔۔

□ □ □ □ □ □

بواشائے کے لیے رات کے کھانے کی ٹرے تیار کر رہی تھیں۔۔۔ یوسف کو گھر کے کسی اور فرد یا کسی اور نوکر پر بھروسہ نہ تھا اس لیے وہ جانے سے پہلے بوا کو تاکید کر کے گیا تھا کھانا شائے نیچے نہیں آئے گی اس لیے بوا خود کھانا اس کے کمرے میں دے کر آئیں گی۔۔۔ کوئی اور اس کے کمرے میں شائے کو کھانا دینے نہیں جائے گا۔۔۔ اور اس نے اتنی سختی سے تاکید کی تھی تو بوا دوپہر میں بھی خود اسے کھانا دے کر آئی تھیں۔۔۔ اور اب بھی ٹرے تیار کر کے اسے کھانا دے کر وہ سب جانتے ہوئے بھی "ہیلو بوا۔۔۔ کیا کر رہی ہیں۔۔۔" آنے کا ارادہ تھا۔۔۔ تبھی سیف کچن میں داخل ہوا۔۔۔ بوا اس کے یوں کچن میں آنے پر بوکھلا گئیں۔۔۔ آج سے "وہ۔۔۔ کک۔۔۔ کچھ نہیں۔۔۔" ان سے پوچھ رہا تھا۔۔۔ ہم۔۔۔ مس شائے یوسف کے لیے کھانا لے کر جا رہی ہیں۔۔۔ دکھائیں تو "پہلے وہ کبھی یوں کچن میں نہ آیا تھا۔۔۔ کہتے ہوئے اس نے ڈھک کر رکھے گے برتن چیک کرنے شروع کر دیے۔۔۔ بوا "ذرا۔۔۔ کیا کیا رکھا ہے۔۔۔ خاموشی سے سر جھکائے پیچھے ہو گئیں۔۔۔ ملازمہ تھیں اس گھر کی۔۔۔ مالک کو کیسے منع کر سکتی تھیں کسی چیز سے۔۔۔ کہتے ہوئے سیف نے "آہاں۔۔۔ اچھی خوشبو ہے۔۔۔ لیکن۔۔۔ کچھ کمی سی ہے۔۔۔ کسی چیز کی۔۔۔ ویٹ۔۔۔" اپنی جیب سے کچھ نکالا تھا۔۔۔ چھوٹی سی بوتل۔۔۔ بوا حیرانی سے اسے دیکھتی رہ گئیں جواب کھانے میں کچھ ملا رہا بوانے ہکلاتے ہوئے پریشان چہرہ لیے اس سے پوچھا۔۔۔ "یہ۔۔۔ یہ آپ کک۔۔۔ کیا کر رہے ہیں۔۔۔" تھا۔۔۔

شش۔۔۔ پریشان کیوں ہوتی ہیں بوا۔۔۔ زہر نہیں ہے یہ۔۔۔ صرف لہے ہوشی کی دوا ہے۔۔۔ اس سے بہت پر " وہ " سکون نیند آئے گی آپ کی اس چھوٹی مالکن کو۔۔۔ چلیے۔۔۔ اٹھائیے یہ ٹرے۔۔۔ اور دے کر آئیے اسے۔۔۔ "لل۔۔۔ لیکن۔۔۔" بہت پیار سے مخاطب تھا بوا سے۔۔۔ لیکن اس کے لہجے کی سنگینی کو وہ محسوس کر سکتی تھیں۔۔۔ وہ کچھ کہنا چاہ رہی تھیں۔۔۔ جب سیف نے گن نکال کر ان کی شہ رگ پر رکھ دی۔۔۔ بوا کے چہرے پر ہوائیاں اڑنے لگیں۔۔۔ لیکن وہ یکن مت کر بڑھیا۔۔۔ ورنہ اس سے پہلے یہاں تیرا جنازہ اٹھ جائے گا۔۔۔ چل کھانا دے کر آ۔۔۔ " لگیں۔۔۔ اور اگر ایک بھی لفظ تیرے منہ سے نکلا نہ اس بارے میں۔۔۔ تو اپنے خاوند اور بچوں کی موت کی ذمہ دار بھی تو خود ہو اس کے چہرے پر اس قدر حیوانیت تھی کہ بوا بھی لرز کر "گی۔۔۔ جانتی ہے نا۔۔۔ ہم میر کسی کو بخشا نہیں کرتے۔۔۔ رہ گئیں۔۔۔ ان کی کپٹی پر گن رکھے سیف نے انہیں ٹرے پکڑنے کا اشارہ کیا۔۔۔ بوا نے ٹرے تھامی اور مرے مرے قدموں سے سیڑھیاں چڑھنے لگیں۔۔۔ جب وہ شانہ کو ٹرے تھما رہی تھیں تب ان سے کافی فاصلے پر دیوار کی اوٹ میں سیف کھڑا تھا ان پر نظریں جمائے، گن ہاتھ میں لیے۔۔۔ بوا جلدی سے کھانا اسے دے کر نیچے آ گئیں۔۔۔ سیف نے کڑی نظروں سے انہیں دیکھتے ہوئے اپنے گھر چلے جانے کا اشارہ کیا۔۔۔ اس کی نظروں میں چھپی دھمکی بوا اچھے سے جانتی تھیں تبھی فوراً وہاں سے چلی گئیں۔۔۔

□□□□□□

وہ بیڈ پر بے سدھ پڑی تھی۔۔۔ اس بات سے بے خبر کے اس کی ذندگی پر کیا ظلم ڈھایا جانے والا ہے۔۔۔ رات ۱۱ بجے کا وقت تھا۔۔۔ جب سیف کھڑکی پھلانگ کر اس کے کمرے میں آیا۔۔۔ کھڑکی سے آنا پڑا تھا اسے کہ دروازہ لاکڈ تھا۔۔۔ ویسے بھی اسے باقی گھر والوں سے چھپ کر آنا تھا۔۔۔ وہ سب کے سامنے اس کے کمرے میں آنے کا رسک نہیں لے سکتا تھا کہ اس سب کو ایک حادثہ ہی ظاہر کرنا تھا۔۔۔

اس کے ہاتھ میں ایک بڑی سے بوتل تھی۔۔۔ جس میں پٹرول بھرا تھا۔۔۔ جلدی جلدی پردوں پر پٹرول چھڑکنے کے بعد اس نے بیڈ کے اطراف میں بھی پٹرول چھڑکا۔۔۔

ہیٹراٹھا کر کھڑکی کے نزدیک رکھا۔۔۔ اور کھڑکی کے پردے برابر کر کے پردے کا ایک کونا ہیٹر پر رکھ کر خود باہر کود گیا۔۔۔ چند ہی لمحے گزرے تھے جب ہیٹر کی تپش سے پردے نے آگ پکڑ لی اور پردے دھڑادھڑ جلنے لگے۔۔۔ آگ اب بیڈ کے ارد گرد پھیل کر کمرے میں رکھی ہر چیز کو راگھ کر رہی تھی۔۔۔ سیف نے دور کھڑے ہو کر کمرے میں تیزی سے بھڑکتی آگ دیکھی اور آنکھوں میں چمک لیے واپس چلا گیا۔۔۔ جبکہ بیڈ پر دراز شائے کا وجود بہت جلد اس حادثاتی موت کا شکار ہونے والا تھا۔۔۔ وہ ہوش و حواس سے بے گانہ لڑکی اس بات سے بے خبر تھی کہ آج کا دن شاید اس کی زندگی کا اور اس کے دل میں پیدا ہوتی فی فی محبت کا آخری دن ثابت ہونے والا تھا۔۔۔

بواجب کھانا دے کر انہیں تو سیف نے انہیں حویلی سے انکے گھر بھیج دیا کہ وہ کسی بھی ملازم یا حویلی کے کسی فرد کو ان کے ارادوں سے آگاہ نہ کر دیں۔۔۔ اتنا تو اسے یقین تھا کہ اس کی دھمکیوں سے بوایوسف کے سامنے کبھی منہ نہیں کھولیں گی۔۔۔ کیونکہ اپنی اور اپنے خاندان کی جان سب کو عزیز ہوتی ہے۔۔۔

بو انتہائی پریشانی کے عالم میں وہاں سے نکلیں۔۔۔ نہ جانے وہ لوگ کیا کرنے والے تھے۔۔۔ کیوں شائے بی بی کو یوں بے ہوشی کی دواملا کر دی کھانے میں۔۔۔ میر بختا اور انسانیت سے گر کر ہر حد پار کر سکتے تھے اتنا تو وہ جانتی تھیں۔۔۔ یہاں کسے بتائیں وہ۔۔۔ کہ سب لوگ میر بختا اور کے ہی وفادار تھے۔۔۔ اور یوسف کے ساتھ رابطے کا کوئی ذریعہ نہ تھا۔۔۔ اللہ نہ کرے اگر شائے بی بی کو کچھ ہو گیا تو۔۔۔ بار بار یہی خیال ان کے ذہن میں آ رہا تھا۔۔۔ گھر پہنچی تو ان کے دونوں بیٹے، ایک بیٹی اور شوہر گھر میں ہی تھے۔۔۔ وہ انہیں آج جلدی گھر آتا دیکھ کر کچھ حیران ہوئے۔۔۔ اور ان کے چہرے پر پھیلی پریشان دیکھ کر مضطرب۔۔۔ ان کے پوچھنے پر بوانے انہیں سب کچھ بتا دیا۔۔۔ وہ خود بھی اس بات سے لاعلم تھیں کہ شائے کو بے ہوش کرنے کا مقصد کیا تھا آخر۔۔۔ میر بختا اور اور میر سیف کے گھٹیا پن کی داستان سن کر وہ سب بھی سکتے کی کیفیت میں گھر گئے۔۔۔ کوئی اتنا بے حس، اتنا پتھر دل کیسے ہو سکتا ہے بھلا۔۔۔ وہ سب بھی دنگ تھے۔۔۔ لیکن وہ سب آخر کرتے تو کیا کرتے۔۔۔ غریب لوگ تھے۔۔۔ میر بختا اور سے ٹکر لینے کا حوصلہ نہ تھا ان

میں۔۔۔ یوسف کو بتانا بھی ممکن نہ تھا کہ اس کا نمبر معلوم نہیں تھا انہیں۔۔۔ اور اگر انہیں بتا بھی دیا جاتا تو شہر سے گاؤں آنے میں بھی کچھ وقت درکار تھا۔۔۔ اتنی جلدی وہ گاؤں کیسے پہنچتے۔۔۔

بہت سوچنے کے بعد بوا کے بڑے بیٹے نے ایک پلان بنایا۔۔۔ انہیں شانہ کو بچانا تھا اس ظلم سے کہ وہ بے قصور تھی۔۔۔ اپنا پلان اس نے بوا کو بتایا تو بوا کچھ لمحوں کے لیے شش و پنج میں مبتلا ہوئیں لیکن پھر سر اثبات میں ہلاتے ہوئے رسک اٹھانے کا فیصلہ کر ہی لیا۔۔۔



بوانے چوکیدار بشیر کو اپنی "اے بشیرے۔۔۔ بات سن ذرا۔۔۔" بوا حویلی تک آئیں۔۔۔ وہاں چوکیدار کھڑا تھا۔۔۔ جانب بلا یا۔۔۔ بوا مین گیٹ سے تھوڑا ہٹ کر باہر کی جانب کھڑی تھیں۔۔۔ بشیر گن ہاتھ میں لیے ان کے پاس چلا گیا۔۔۔ یوں کہ اب گیٹ کی جانب اس کی پشت تھی۔۔۔ موقع پا کر بوا کے دونوں بیٹے سلمان اور عرفان گیٹ سے اندر داخل ہو گئے۔۔۔ ورنہ عام حالات میں انہیں کبھی اس حویلی کے قریب بھی پھٹکنے نہ دیا جاتا۔۔۔ بوانے انہیں اندر وہ۔۔۔ مجھے نایوسف صاحب کا نمبر تو ملا دے ذرا۔۔۔ شانہ بی بی کی دوائیاں نہ "جاتے دیکھا تو سکون کا سانس لیا۔۔۔ جانے کہاں رکھی ہیں انہوں نے۔۔۔ ان سے پوچھ کر دوا دینی تھی انہیں۔۔۔ پہلے میں بھول ہی گئی۔۔۔ نمائی مت ماری بوانے اپنی عقل کو کوستے ہوئے اسے یوسف کا نمبر "گی میری بھی۔۔۔ دوائی کے بغیر ان کی طبیعت بگڑ سکتی ہے۔۔۔ ملانے کو کہا۔۔۔ یہ شخص میر بختاؤر کا چچہ تھا پورا۔۔۔ اگر اسے شک ہوتا تو بوا اور ان کا پورا خاندان موت کی زد میں آ بشیر نے آنکھیں سیکڑ کر بوا کو "بوا۔۔۔ گھر کے نمبر سے کرنا فون۔۔۔ وہاں سے کیوں نہیں کرتی۔۔۔" جاتے۔۔۔ بشیرے۔۔۔ مجھے کہاں نمبر ملانا آتا ہے۔۔۔ اگر آتا تو تیری منتیں کیوں کر "دیکھا۔۔۔ بوا ایک پل کو چپ ہوئیں۔۔۔ رہی ہوتی۔۔۔ اور گھر میں سے تو کوئی یوسف صاحب سے بات تک نہیں کرتا۔۔۔ ان کا نمبر کیوں ملا کے دیتا۔۔۔ اگر بی بوا دل میں ڈری ہوئی تھیں لیکن لہجہ مضبوط تھا ان کا۔۔۔ بشیر "بی کو کچھ ہو گیا تو ان کا قتل ہمارے ہی ذمے ہاگا پھر۔۔۔ ہاں۔۔۔ یوسف سائیں۔۔۔ یہ "نے تنقیدی نگاہوں سے انہیں دیکھتے ہوئے فون نکال کر یوسف کا نمبر ملایا۔۔۔ ہیلو۔۔۔ یوسف "بشیر نے کہتے ہوئے فون بوا کو تھمایا۔۔۔ "لو۔۔۔ بوا آپ سے بات کرنا چاہتی ہے۔۔۔

بوانے فون تھام کر درزیدہ نظروں سے بشیر کو دیکھا جو ان کی طرف ہی متوجہ تھا۔۔۔ اور غور سے بوا کی "صاحب۔۔۔
 یوسف کے لہجے میں تھوڑی پریشانی تھی۔۔۔ کہ آخر بوا کو کیا "جی بوا۔۔۔ خیریت۔۔۔؟؟" بات سن رہا تھا۔۔۔
 بوانے یوسف کو کچھ سمجھانا "نہیں یوسف صاحب۔۔۔ خیریت نہیں ہے۔۔۔" ضرورت پڑگی فون کرنے کی۔۔۔
 وہ پریشان سا پوچھنے "کک۔۔۔ کیا مطلب بوا۔۔۔ شائے ٹھیک ہے۔۔۔؟؟" چاہا۔۔۔ یوسف ایک دم چونکا۔۔۔
 نہیں۔۔۔ وہ میرا مطلب ہے۔۔۔ کہ شائے بی بی کی "لگا۔۔۔ جبکہ بوا کی بات پر بشیر کے بھی کان کھڑے ہوئے۔۔۔
 دوائیاں کہاں رکھی ہیں آپ نے۔۔۔ مل نہیں رہی۔۔۔ اگر وہ دوائی نہ دی انہیں تو انہیں کچھ بھی ہو سکتا ہے۔۔۔ آپ
 لیکن بوا۔۔۔ کونسی دوا۔۔۔" بوانے کہتے ہوئے کچھ بھی ہو سکتا ہے 'پر زور دیا۔۔۔' "ہی تو بتا کر گئے تھے نا مجھے۔۔۔
 کچھ بھی ہو سکتا" وہ الجھا سا بول رہا تھا۔۔۔ پھر ایک دم چونکا۔۔۔ "شائے تو کوئی میڈیسن نہیں لے رہی۔۔۔
 وہ "ہے۔۔۔ بوا بھی آپ نے کہا کچھ بھی ہو سکتا ہے۔۔۔ کیا شائے کی جان خطرے میں ہے۔۔۔ کیا ہوا ہے اسے۔۔۔
 اچھا۔۔۔ ختم ہوگی دوائی۔۔۔ اچھا اچھا۔۔۔ آپ لے کر آرہے" بات سمجھ کر ایک دم مضطرب ہوا اٹھا تھا۔۔۔
 ہیں۔۔۔ چلیں ٹھیک ہے۔۔۔ جلدی جلدی پہنچنے کی کوشش کریں۔۔۔ ورنہ بی بی جی کی طبیعت کہیں بگڑ نہ
 بوانے چور نظروں سے ایک بار پھر بشیر کی طرف دیکھا جس کے کچھ پلے نہ پڑا تھا کہ بوانے کیا کہا۔۔۔ "جائے۔۔۔
 یوسف نے تیزی سے کہتے ہوئے فون کاٹ "نچ۔۔۔ جی بوا۔۔۔ میں آرہا ہوں۔۔۔ پلیز شائے کا خیال رکھیے گا۔۔۔"
 "یہ لو۔۔۔ شکریہ۔۔۔ دوا ختم ہوئی تھی۔۔۔ صاحب لے کر آرہے ہیں۔۔۔" دیا۔۔۔ بوانے فون بشیر کو تھمایا۔۔۔
 پھیکی سی مسکراہٹ چہرے پر سجائے بوانے کہا اور حویلی کے اندر چلی گئیں۔۔۔ بشیر سے نظر بچا کر وہ حویلی کی پچھلی
 جانب جا چکی تھیں۔۔۔

□ □ □ □ □ □

بوا اور ان کے دونوں بیٹوں نے سیف کو کھڑکی پھلانگ کر کمرے میں جاتے اور پھر کھڑکی سے کود کر چمکتی نگاہوں سے
 حویلی کے اندر جاتے دیکھا تھا۔۔۔ اور پھر چند ہی لمحوں میں کمرے میں آگ بھڑکنے لگی۔۔۔ وہ سب پریشان ہو
 اٹھے۔۔۔ اس سے پہلے کہ آگ زیادہ بھڑکتی۔۔۔ سلمان آگ سے بچتا ہوا بمشکل کھڑکی کے راستے کمرے میں داخل

ہوا۔۔۔ کمرہ جل رہا تھا۔۔۔ دھواں پھیلا ہوا تھا۔۔۔ چند لمحوں بعد وہ کچھ دیکھنے کے قابل ہوا تو نظر بیڈ پر موجود شائے کے بے سدھ وجود پر پڑی۔۔۔ سلمان نے اپنے اوپر اوڑھی ہوئی چادر شائے کے وجود پر ڈالی۔۔۔ آگ ابھی بیڈ تک نہیں آئی تھی۔۔۔ اس نے شائے کے بے ہوش وجود کو اٹھایا۔۔۔ اور کھڑکی تک آیا۔۔۔ وہ کھڑکی تو پوری طرح آگ کے شعلوں میں گھری تھی۔۔۔ وہاں ستمے باہر جاپانا ممکن ہی نہ تھا۔۔۔ سلمان نے ارد گرد نگاہ دوڑائی۔۔۔ بھاگ کر دوسری کھڑکی تک آیا۔۔۔ ایک ہاتھ سے شائے کے وجود کو سنبھالے دوسرے ہاتھ سے کھڑکی کھولی۔۔۔ وہاں باہر عرفان اور بوا کھڑے تھے۔۔۔ سلمان نے جیسے تیسے شائے ان کے حوالے کی۔۔۔ آگ اب بیڈ کے چاروں طرف پھیلی ہر چیز کو خاکستر کر رہی تھی۔۔۔ وہ کھڑکی بھی اب آگ کی لپیٹ میں آچکی تھی۔۔۔ سلمان دوادم پیچھے ہٹا۔۔۔ پھر بھاگتا ہوا جمپ کر کے باہر چھلانگ لگا گیا۔۔۔ اس کا بازو ایک جانب سے جل گیا تھا لیکن ابھی اپنی تکلیف کو دیکھنے کا وقت نہ تھا۔۔۔ انہیں جلد سے جلد یہاں سے نکلنا تھا۔۔۔ سلمان عرفان کے سہارے حویلی کی پچھلی دیوار پھلانگ کر باہر آیا۔۔۔ عرفان نے شائے کے وجود کو اٹھا کر سلمان تک پہنچایا۔۔۔ پھر خود بھی دیوار پھلانگ گیا۔۔۔ بوا کو جب یقین ہو گیا کہ وہ لوگ دور جا چکے ہوں گے۔۔۔ اور کسی اور نے انہیں نہیں دیکھا تو وہ خاموشی سے گیٹ سے نکل آئیں۔۔۔ بشیر گیٹ کے ساتھ بنے کوارٹر میں تھا۔۔۔ بوا کو دیکھ کر تو لیا تھا اس نے لیکن پہلے بھی بوا اسی وقت گھر جاتی تھیں اس لیے اسے بوا پر کوئی شک نہ ہوا۔۔۔ ویسے بھی وہ ابھی تک اس بات سے بے خبر تھا کہ حویلی میں آج کی رات کیا کھیل کھیلا جا رہا کمرہ جہاں شائے تھی وہ حویلی کی پچھلی جانب تھا۔۔۔ اور سامنے سے بالکل پتا نہیں چل رہا تھا کہ ہے۔۔۔ یوسف کا وہ حویلی کا کوئی کمرہ آگ میں جل کر راکھ ہو چکا ہے۔۔۔ میر بختاؤر آج مغرب سے ہی زرینہ بیگم کے ساتھ تھے۔۔۔ ان کے کمرے میں۔۔۔ تاکہ یوسف کو اگر ان پر ذرا سا بھی شک ہو تو زرینہ بیگم گواہی دے سکیں کہ وہ تو ان کے ساتھ تھے۔۔۔ اور سیف۔۔۔ وہ باہر جا چکا تھا۔۔۔ کھیتوں میں۔۔۔ تاکہ اس کی طرف انگلی اٹھے تو وہ یہ کہہ سکے کہ وہ تو رات کھیتوں میں تھا۔۔۔ کھیتوں کو پانی دینے گیا تھا۔۔۔ اور یوں۔۔۔ یہ سب ایک اتفاق ہی ظاہر ہوتا کہ ہیٹر کے باعث پردے جلے۔۔۔ اور پردوں سے ہی آگ پھیل گئی جو پورے کمرے کے ساتھ ساتھ شائے کو بھی جلا کر راکھ کر گئی۔۔۔

رات ڈیڑھ بجے کا وقت تھا جب یوسف کی گاڑی گیٹ کے سامنے آکر رکی۔۔۔ گیٹ بند تھا۔۔۔ یوسف نے ہارن پر ہاتھ رکھا تو گویا ہٹانا ہی بھول گیا۔۔۔ چوکیدار جو کرسی پر بیٹھا نیند میں جھول رہا تھا مسلسل سنائی دیتے ہارن کی آواز پر ایک دم ہڑبڑا کر اٹھ کھڑا ہوا۔۔۔ جلدی سے آگے بڑھ کر گیٹ کھولا۔۔۔ یوسف نے تیزی سے گاڑی اندر روش پر ڈالی۔۔۔ گاڑی روک کر آندھی طوفان کی طرح حویلی کے اندرونی حصہ کی جانب بڑھا۔۔۔ سیف جو چند منٹ پہلے ہی کھیتوں سے یوسف۔۔۔ تم یہاں۔۔۔ تمہیں تو کل آنا تھا۔۔۔ " آیا تھا یوسف کو یوں اندر داخل ہوتے دیکھ کر پریشان ہوا اٹھا۔۔۔ وہ خود کو سنبھالتا فقط اتنا ہی کہہ پایا۔۔۔ پورے گھر میں خاموشی کا راج تھا۔۔۔ سبھی اس وقت اپنے اپنے کمروں میں " محو استراحت تھے۔۔۔ یوسف اسے نظر انداز کرتا تیزی سے سیڑھیاں پھلانگتا اپنے کمرے کی جانب بڑھا۔۔۔ اس کا کمرہ کوریڈور کے اختتام پر تھا۔۔۔ الگ تھلگ۔۔۔

کوریڈور میں قدم رکھتے ہی یوسف کی جان نکل گئی۔۔۔ دروازہ بھی جلنے کے باعث اکھڑ چکا تھا۔۔۔ اور کمرے کی ہر چیز راکھ ہو چکی تھی۔۔۔ وہ تیزی سے بھاگتا ہوا چوکھٹ تک آیا۔۔۔ جلتے ہوئے دروازے کو پھلانگ کر اندر داخل ہوا تو اندکا منظر اس کا دل دہلانے کو کافی تھا۔۔۔ اسے لگا اس کے دماغ کی کوئی نس پھٹ جائے گی۔۔۔ کمرے میں آگ کیسے لگی آخر۔۔۔ شائینہ کو اس نے کسی بھی صورت کمرے سے باہر نہ آنے کی تاکید کی تھی۔۔۔ دروازے کی چٹخنی اوپر تھی۔۔۔ اس کا مطلب شائینہ کمرے میں ہی موجود تھی۔۔۔ لیکن۔۔۔ جب آگ لگی تو شائینہ کمرے سے باہر کیوں نہیں نکلی۔۔۔ اور اگر وہ کمرے میں ہی تھی تو یہاں تو سب کچھ جل کر راکھ ہو چکا تھا۔۔۔ تو کیا وہ بھی۔۔۔؟؟؟ اس سے آگے کچھ سوچنا ہی محال تھا۔۔۔ یوسف کی آنکھوں میں وحشت ابھرنے لگی۔۔۔ صبح میر بختاؤر کی دی گئی دھمکی یاد آئی۔۔۔ چہرہ غصے سے سرخ ہوا۔۔۔ وہ مڑا اور تیزی سے باہر آیا۔۔۔ سیف جو اس کے پیچھے پیچھے کوریڈور کے اختتام تک آیا تھا کمرے کا منظر دیکھ کر وہیں رک گیا تھا۔۔۔ دل کو سکون تو ملا تھا یہ سوچ کر کہ جہاں کمرے کی ہر چیز جل گئی وہیں وہ لڑکی بھی جل کر خاک ہو چکی ہوگی وہیں وہ یوسف کی اچانک آمد پر حیران تھا۔۔۔ یوسف مٹھیاں بھینچے اس تک آیا۔۔۔ اس کا گریبان وہ غرایا تھا۔۔۔ آنکھوں میں خون اتر ا ہوا تھا۔۔۔ " شائینہ کہاں ہے۔۔۔؟؟؟ " تھام کر اسے اپنی جانب کھینچا۔۔۔ چھوڑو میرا " سیف اس کی آنکھوں میں دیکھ کر لرز کر رہ گیا۔۔۔ اتنی وحشت تھی اس کی آنکھوں میں۔۔۔

"میں پوچھ رہا ہوں شائے کہاں ہے۔۔۔" سیف نے خود کو اس کی گرفت سے آزاد کروانا چاہا۔۔۔ "گریبان۔۔۔" یوسف نے اس کے منہ پر گھونسا سید کیا۔۔۔ سیف جو سیڑھیوں کے اوپر کھڑا تھا توازن برقرار نہ رکھنے کی وجہ سے منہ کے بل سیڑھیوں سے گرتا ہوا نیچے آیا۔۔۔ یوسف جنوبی انداز میں تیزی سے سیڑھیاں اترتا نیچے آیا۔۔۔ اور اسے سنبھلنے بتاؤ۔۔۔ کیا کیا ہے تم لوگوں نے اس کے ساتھ۔۔۔ "کا موقع دیے بغیر پے درپے گھونسے اور مکے رسید کرنے لگا۔۔۔ تم لوگوں کو معلوم تھا کہ میں آج نہیں آسکوں گا۔۔۔ موقع کا فائدہ اٹھایا۔۔۔ کہاں ہے شائے۔۔۔ یوں اچانک کمرے یوسف بالکل پاگل ہو رہا تھا۔۔۔ سیف کی پشت کو اپنے ساتھ لگائے، سامنے سے "میں آگ کیسے لگ گئی۔۔۔" بتاؤ۔۔۔ اس کی گردن میں بازو ڈالے مسلسل اس کا گلہ دبا رہا تھا۔۔۔ سیف کی آنکھیں ابلنے لگیں۔۔۔ منہ سے ایک لفظ نہیں سیف کے منہ سے خون نکلنے لگا۔۔۔ "اگر اسے کچھ ہوا نہ تو جان سے مار دوں گا میں تمہیں۔۔۔" نکل پارہا تھا۔۔۔ سانس لینے میں دشواری ہونے لگی۔۔۔

یوسف کا بس چلتا تو اسے آج ختم کر دیتا۔۔۔ لیکن پیچھے سے اظہر اور اظہر نے اسے پکڑ کر سیف سے الگ کیا اور سیف کی گردن اس کے ہاتھوں آزاد کروائی۔۔۔ وہ سب اتنے شور کی آواز سن کر باہر آئے تھے۔۔۔ میر بختاؤر بھی ٹھٹھک سے گے یوں یوسف کو یہاں دیکھ کر جبکہ دوپہر کو فون پر اس نے بتایا تھا کہ وہ کل واپس آئے گا۔۔۔ بے ساختہ یہ خیال آیا کہ کہیں ان کا پلان چوہٹ تو نہیں ہو گیا۔۔۔ لیکن یوسف کی حالت دیکھ کر انہیں اندازہ ہو رہا تھا کہ وہ اپنے ارادوں میں بڑبڑاتے ہوئے وہ بھی ہال میں آئے جہاں یوسف دونوں بڑے "خس کم جہاں پاک" کامیاب ہو چکے ہیں۔۔۔ بھائیوں اظہر اور اظہر کے ہاتھوں سے تڑپ تڑپ کر چھوٹنے کی کوشش کرتا سیف کی جانب بڑھ رہا تھا۔۔۔ سیف ایک "چھوڑو اسے۔۔۔" جانب کھڑا منہ اور ناک سے بہتا خون صاف کر رہا تھا۔۔۔ میر بختاؤر یوسف کے سامنے آئے۔۔۔ حکم دیا تو اظہر اور اظہر نے اسے اپنی گرفت سے آزاد کر دیا۔۔۔ یوسف نے خونخوار نظروں سے میر بختاؤر کو دیکھا پھر ان کے پیچھے کھڑے سیف کو۔۔۔ وہ پھر سیف کی جانب بڑھنے والا تھا کہ دو قدم اٹھاتے ہی اس کا بازو میر بختاؤر کی گرفت میں آگیا۔۔۔ میر بختاؤر نے ایک جھٹکے سے کھینچ کر اسے اپنے سامنے کرتے ہوئے اس کے گال پر طمانچہ رسید کیا۔۔۔ تمہیں کیا لگتا ہے۔۔۔ تم اس دو ٹکے کی لڑکی کی خاطر ہر روز اس گھر میں تماشہ لگاؤ" یوسف ہکا بکا انہیں دیکھنے لگا۔۔۔

شائے کہاں " انہوں نے سخت نگاہوں سے یوسف کو گھورا۔۔۔ " گے اور ہم چپ چاپ برداشت کریں گے۔۔۔
 تمہارے باپ ہیں ہم میر " یوسف نے ان کی بات کو نظر انداز کرتے ہوئے سرد لہجے میں پوچھا۔۔۔ " ہے۔۔۔
 یوسف۔۔۔ میر بختاؤر نام ہے ہمارا۔۔۔ اور تم جیسے ضدی سرکش گھوڑے کو قابو کر کے لگام کیسے ڈالنی ہے بہت اچھی
 مجھے شائے چاہیے۔۔۔ ابھی اسی " میر بختاؤر نے اس پر رعب ڈالنے کی کوشش کی۔۔۔ " طرح جانتے ہیں ہم۔۔۔
 وہ میر بختاؤر کی آنکھوں میں آنکھیں " وقت۔۔۔ کہاں ہے وہ۔۔۔ کیا کیا ہے آپ لوگوں نے اس کے ساتھ۔۔۔
 ہو نہ۔۔۔ اسے تو تم ہی چھوڑ کر گئے تھے نہ۔۔۔ اپنے کمرے میں۔۔۔ کمرے سے نہ نکلنے کا کہہ " ڈالے غریبا۔۔۔
 کر۔۔۔ تو پھر۔۔۔ اب اپنے کمرے میں ہی دیکھو۔۔۔ ہم سے کیا پوچھتے ہو۔۔۔ ہم نے اس کی ذمہ داری نہیں لی
 کمرہ جل کر راکھ ہو چکا۔۔۔ اور آپ " میر بختاؤر نے لاپرواہ اور قدرے استہزائیہ انداز اختیار کیا۔۔۔ " تھی۔۔۔
 یوسف کے لہجے میں بے یقینی تھی۔۔۔ " لوگوں کو خبر ہی نہیں ہوئی کہ گھر کے کسی کمرے میں آگ لگی ہوئی ہے۔۔۔
 ہاں۔۔۔ کیونکہ ہم نے جاننا ہی نہیں چاہا۔۔۔ تمہارے کمرے کے بارے میں تم جانو، یا وہ دو ٹکے کی چھو کری۔۔۔ جسے " بابا۔۔۔
 یہ سب آپ لوگوں کا ہی کیا " میر بختاؤر کا انداز بے رحم تھا۔۔۔ " تم اپنے کمرے میں ٹھہرا کر گئے تھے۔۔۔
 دھرا ہے۔۔۔ یوں اچانک کمرے میں آگ کیسے لگ سکتی ہے۔۔۔ مجھے بتادیں شائے کہاں ہے۔۔۔ میں اسے ابھی اسی
 وقت اپنے ساتھ لے جاؤں گا۔۔۔ ہمیشہ کے لیے۔۔۔ کبھی اپنی اور اس کی شکل نہیں دکھاؤں گا آپ کو۔۔۔ مجھے شائے
 یوسف کی آواز بھرا سی گئی۔۔۔ میر بختاؤر جو وہاں سے جانے کے لیے مڑے تھے اس کی بات پر " واپس لوٹادیں۔۔۔
 ہاں۔۔۔ ہم نے ہی کیا یہ سب۔۔۔ ہم نے ہی " رک گئے۔۔۔ پھر مڑے اور پر سوچ نظروں سے یوسف کو دیکھا۔۔۔
 آگ لگوائی کمرے میں۔۔۔ پھر۔۔۔ کیا کر لو گے تم۔۔۔ کیا کر سکتے ہو تم۔۔۔ کیا بگاڑ لو گے ہمارا۔۔۔ اور رہی بات اسے
 ساتھ لے جانے کی۔۔۔ تو جاؤ کمرے میں اس کی راکھ موجود ہوگی۔۔۔ وہ لے جاؤ۔۔۔ ساری زندگی سینے سے لگا کر
 رکھنا اس کی راکھ کو۔۔۔ بے چاری۔۔۔ اپنے بچاؤ کے لیے کسی کو بلا بھی نہ سکی۔۔۔ جانتے ہو کیوں۔۔۔ کیونکہ آگ
 لگانے سے پہلے ہم نے اسے بے ہوشی کی دوا ملا کر دی کھانے میں۔۔۔ اور بے ہوشی کی حالت میں ہی اوپر پہنچ گئی۔۔۔
 اچھا ہوا۔۔۔ ہم سے ہمارا بیٹا چھیننے چلی تھی۔۔۔ ہمارے کی خون کو ہمارے خلاف کر رہی تھی۔۔۔ ایک نہ ایک دن تو

اسے مرنا ہی تھا۔۔۔ اچھا ہوا ہمارے ہاتھوں ہی مر گئی۔۔۔ جاؤ۔۔۔ اور جا کر سوگ مناؤ اس کے مرنے کا۔۔۔ جاؤ اب میر بختاؤر سفاک لہجے میں بول رہے تھے۔۔۔ اس سے پہلے بھی وہ نہ جانے کتنے لوگوں "اس کی راکھ لے جاؤ شہر۔۔۔ کی جانیں لے چکے تھے۔۔۔ اور یہ سب کرتے ہوئے ان کا دل ایک لمحے کو بھی نہ کانپا تھا۔۔۔

اگر سامنے کھڑا شخص اس کا باپ نہ ہوتا تو یوسف اسے قتل کر چکا ہوتا۔۔۔ لیکن۔۔۔ یوسف نے بے دردی سے دونوں ہاتھوں میں اپنے بال جکڑے۔۔۔

دماغ کی نسیں پھٹنے کے قریب تھیں۔۔۔ یہ سوچ ہی جان لیوا تھی کہ شائے کو کچھ ہو اپنے طیش کو کنٹرول کرنا چاہا۔۔۔ سکتا ہے۔۔۔ وہ جس سے اس نے وعدہ کیا تھا کہ ہر پل اب اس کا ساتھ دے گا۔۔۔ اس کا محافظ بن کر رہے گا۔۔۔ ایک دن بھی تو اس کی حفاظت نہ کر سکا تھا۔۔۔ اس سے زیادہ بد نصیب کون ہو گا اس دنیا میں۔۔۔ نہ جانے کتنی تکلیف، کتنی اذیت سے گزری ہو گی وہ۔۔۔ نہیں۔۔۔ اس کا دل ماننے کو تیار ہی نہ تھا کہ شائے کو کچھ ہو سکتا ہے۔۔۔ صبح کی توکی امیدیں اس کے ہاتھ میں تھا کر گیا تھا وہ۔۔۔ ایک خوشحال زندگی کے خواب دکھائے تھے۔۔۔ اتنی جلدی اس کی خوشیوں کو نظر لگ گئی۔۔۔ اتنی جلدی اس کے سب خواب کیوں راکھ ہو جاتے تھے۔۔۔ وہ سوچ سوچ کر پاگل ہو چلا تھا۔۔۔ بالآخر ایک فیصلہ کرتے ہوئے اس نے نظریں اٹھائیں۔۔۔ اذیت بھری کاٹ دار نگاہوں سے میر بختاؤر کو بابا۔۔۔ شاید آپ نہیں جانتے کہ اس کی سانسوں سے ہی میری سانسیں چلتی تھیں۔۔۔ اگر میرے جسم "دیکھا۔۔۔ میں ابھی تک سانسیں موجود ہیں تو اس کا مطلب وہ بھی ابھی زندہ ہے۔۔۔ ایک بات یاد رکھیے گا۔۔۔ اگر اسے کچھ ہوا۔۔۔ تو اس کی جان نکلنے سے پہلے میری جان جائے گی۔۔۔ کہ اس کے بغیر ایک سانس لینا بھی گناہ ہے میرے لیے۔۔۔ بقول آپ کے اس ڈر سے آپ نے اس معصوم کو آپ نے جلایا، اسے ختم کر دیا کہ وہ آپ سے آپ کے بیٹے کو چھین رہی تھی۔۔۔ تو ایک بات کان کھول کر سن لیں میری۔۔۔ آپ کا یہ بیٹا، میرا یوسف اب بھی آپ کو نہیں ملے گا۔۔۔ سمجھ لیجیے گا کہ آج سے مر گیا میں آپ کے لیے۔۔۔ سن میر بختاؤر۔۔۔ میرا یوسف مر گیا آج آپ کے لیے۔۔۔ غصے اور تلخی بھرے لہجے میں کہتے ہوئے آخر میں اس کا لہجہ نرم ہوا تھا۔۔۔ "جیتے جی مار دیا آپ نے اسے۔۔۔ جاؤ جاؤ۔۔۔ دنیا" لڑکھڑاتے قدموں سے وہ وہاں سے نکلا۔۔۔ دروازے پر پہنچا جب میر بختاؤر کی آواز سنائی دی۔۔۔

کامزہ کچھ لو تم بھی۔۔۔ جب در در کی ٹھو کریں کھانے کو ملیں گی۔۔۔ تب خود بخود یہاں آنا پڑے گا۔۔۔ آئے بڑے یوسف نے کرب سے آنکھیں بند کیں۔۔۔ کیا یہ ایک باپ کا لہجہ تھا۔۔۔ کیا یہ " مجنوں کے جانشین۔۔۔ ہونہ۔۔۔ ایک انسان تھا جس کا دل پتھر سے بھی زیادہ سخت تھا۔۔۔ ایسا دل جس میں کوئی جذبہ، کوئی رحم کچھ نہ تھا۔۔۔ خدا ایسے لوگوں پر اپنی گرفت مضبوط کیوں نہیں کرتا۔۔۔ کیوں انہیں اپنی پکڑ میں نہیں لیتا۔۔۔ گرتا پڑتا وہ حویلی سے نکلا اور گاڑی میں بیٹھ کر گاڑی بھگالے گیا۔۔۔

یوسف نے طیش میں آ کر گاڑی کو دوبارہ شہر کے راستے ڈالا۔۔۔ تبھی اسے خیال آیا کہ بوانے اسے کال کی تھی۔۔۔ یقیناً بوا کو سب خبر ہو گی۔۔۔ تو اسے پہلے بوا سے ملنا چاہئے۔۔۔ کیا معلوم میرا بختاؤرنے آگ صرف یوسف کو دکھانے کے لیے لگائی ہو۔۔۔ درحقیقت انہوں نے شائے کو کہیں اور رکھا ہو۔۔۔ یوسف سے چھپانے کو۔۔۔ یہ سوچ کر ہی اس نے گاڑی گھمائی اور بوا کے گھر کے سامنے جا کر گاڑی روکی۔۔۔ پریشانی اور اذیت نے اسے نڈھال کر رکھا تھا۔۔۔ بے جان قدموں سے چلتا وہ دروازے تک آیا۔۔۔ دروازہ کھٹکھٹایا۔۔۔ چند منٹ بعد دروازہ کھلا۔۔۔ سامنے عرفان کھڑا تھا۔۔۔ پوچھے بغیر ہی اس نے یوسف کو بتایا۔۔۔ یوسف "اماں اندر ہیں۔۔۔" یوسف کو دیکھ کر عرفان نے راستہ چھوڑا۔۔۔ بمشکل قدم اٹھاتا کمرے کی جانب بڑھا۔۔۔ اگر بوانے بھی اس بات کی تائید کر دی کہ واقعی وہ لوگ شائے کو جلا کر مار چکے ہیں تو۔۔۔ یہ جو آخری امید تھی اس کے ذندہ ہونے کی۔۔۔ یہ بھی ختم ہو جاتی۔۔۔ اور وہ۔۔۔ وہ تو شاید مر ہی جاتا سن کر۔۔۔ یہ دو کمروں کا مکان تھا۔۔۔ اس کے کمرے تک پہنچنے سے پہلے ہی بوا ایک کمرے سے نکلیں۔۔۔ یوسف کو یوں ٹوٹی بکھری حالت میں دیکھ کر وہ تڑپ اٹھیں۔۔۔ اپنے بچوں کی طرح پالا تھا انہوں نے یوسف کو۔۔۔ تو کیسے اسے بھرائی آواز میں فقط اتنا ہی کہہ سکا تھا وہ۔۔۔ بات کرتے ہوئے "بوا۔۔۔ شائے۔۔۔" اس حال میں دیکھتیں۔۔۔ اس کا گلہ رندہ گیا۔۔۔ آگے بڑھتے ہوئے وہ لڑکھڑایا تھا۔۔۔ اس سے پہلے کہ وہ گرتا کمرے سے نکلتے سلمان نے اسے بوا رو پڑیں اسے یوں دیکھ کر۔۔۔ کمرے میں لے "یہ کیا حالت بنا رکھی ہے میرے بچے۔۔۔" تھام کر سہارا دیا۔۔۔ جا کر اسے بٹھایا۔۔۔ جلدی سے اپنی بیٹی کو دوڑایا جو پانی لے کر آئی۔۔۔ یوسف نے چند گھونٹ پانی پیا تو حواس کچھ

ضبط سے سرخ پڑتے چہرے کے ساتھ " بوا۔۔۔ شانہ کے ساتھ کیا کیا ہے ان بے رحم لوگوں نے۔۔۔ " سنبھلے۔۔۔
 بوا کے " حوصلہ رکھ پتر۔۔۔ تیری وہی زندہ ہے۔۔۔ صحیح سلامت۔۔۔ ہمارے پاس۔۔۔ " اس نے پوچھا۔۔۔
 شوہر نے کہتے ہوئے گویا اسے زندگی کی نوید سنائی تھی۔۔۔ یوسف بے یقین سا نہیں دیکھے گیا۔۔۔ بہت سے لمحے
 یو نہیں گزر گئے۔۔۔ اسے سمجھ میں ہی نہ آیا کہ کیا رد عمل دے۔۔۔ کیا کہے۔۔۔ عجیب شادی مرگ کی سی کیفیت
 نم لہجہ " کلک۔۔۔ کہاں ہے وہ۔۔۔ " طاری تھی اس پر۔۔۔ سمجھ نہیں پارہا تھا کہ اس بات پر ہنسے یا روئے۔۔۔
 بوانے اسے " دوسرے کمرے میں ہے۔۔۔ " تھا۔۔۔ آنکھوں میں نمی تھی لیکن لہجے سے خوشی جھلک رہی تھی۔۔۔
 بتایا تو وہ تیزی سے اٹھا اور دوسرے کمرے کی جانب بڑھا۔۔۔ اب کی بار چال کی لڑکھڑاہٹ مفقوذ تھی۔۔۔

کمرے میں داخل ہوتے ہی اس کی نظر بستر پر لیٹے وجود پر پڑی۔۔۔ جو ابھی بھی ہوش و خرد سے بے گانہ تھا۔۔۔ اسے
 دیکھ کر یوسف کو لگا جیسے کسی نے اس کے وجود میں ایک فی روح پھونک دی ہو۔۔۔ اسے فی زندگی عطا کر دی ہو۔۔۔
 ایک بار پھر وہ اپنے رب سے مایوس ہو چلا تھا۔۔۔ اور ایک بار پھر اس پاک ذات نے اسے مایوسی اور ناامیدی کے دلدل
 میں گرنے سے بچا لیا تھا۔۔۔ وہ کیسے شکر ادا کرتا اپنے پروردگار کے احسانوں کا۔۔۔ وہ بہت دیر تک وہیں کھڑا رہا۔۔۔
 شکر ادا کریں یوسف صاحب اس رب " کسی محسمے کی مانند۔۔۔ یک ٹک شانہ کے پر سکون چہرے کو دیکھتا ہوا۔۔۔
 کا۔۔۔ جس نے ایک بار پھر اس بچی کو موت کے منہ سے بچا لیا۔۔۔ جو ہر موڑ پر خود آپ کی عزت کی حفاظت کرتا
 بوانم آنکھوں سے کہہ رہی تھیں۔۔۔ یوسف نے آنکھوں میں آنسو اور لبوں پر ہلکی سی مسکراہٹ لیے بوا " ہے۔۔۔
 کی جانب دیکھا اور سر اثبات میں ہلایا۔۔۔ پھر باہر کی جانب بڑھا۔۔۔ اسے ابھی اسی وقت اپنے رب کے حضور حاضر ہونا
 تھا۔۔۔ شکر انے کے نوافل ادا کرنے تھے۔۔۔ وہ جو بن کہے دل کی باتیں سن لیتا تھا۔۔۔ اس کے احسانوں کے بدلے یہ
 نوافل بہت کم تھے۔۔۔ بہت کم۔۔۔

□ □ □ □ □ □

نوافل ادا کر کے یوسف نے جائے نماز تہہ کی۔۔۔ وقت دیکھا۔۔۔ رات کا تیسرا پہر شروع ہو چکا تھا۔۔۔ اور یہ گھر،
 اس چھوٹے سے گھر کے مکین جن کے دل کہیں زیادہ بڑے تھے، جن سے اس کا خون کا کوئی رشتہ نہ تھا۔۔۔ جن سے

احساس کی ایک ڈور سی بندھی تھی بس۔۔۔ آج اس کے لیے، شائے کے لیے جاگ رہے تھے۔۔۔ نوافل ادا کرنے کے بعد بوانے اپنی بیٹی سے کہہ کر اس کے لیے کھانا منگوایا۔۔۔ جانتی تھیں کہ اس نے کچھ کھایا نہیں ہوگا پریشانی کے باعث۔۔۔ کھانا پیش کرتے وقت وہ کچھ شرمندہ سی تھیں۔۔۔ کہ ان کے گھر کا کھانا یوسف کے شایان شان نہیں تھا۔۔۔ لیکن یوسف نے بغیر کسی ہچکچاہٹ کے ڈٹ کر کھانا کھایا۔۔۔ اس میں غرور و تکبر نامی کوئی چیز نہ تھی۔۔۔ اور وہ اس بات کا اعتراف کیے بغیر نہ رہ سکا کہ جتنا لطف اسے یہاں اس گھر کا کھانا کھانے میں آیا اتنا کبھی فائوسٹار ہو ملز میں بھی نہ آیا تھا۔۔۔ کھانے کے بعد بوانے اسے سب بتا دیا۔۔۔ ایک ایک بات۔۔۔ پوری تفصیل کے ساتھ۔۔۔ اور یوسف نے باری باری سب کا شکریہ ادا کیا تھا جن کے خلوص کی کوئی قیمت نہ تھی۔۔۔ صبح ہونے میں صرف تین گھنٹے باقی تھے جب یوسف نے انہیں سونے کی تلقین کی۔۔۔ اور خود دوسرے کمرے میں آ گیا۔۔۔ وہاں دو چار پائیاں بچھائی گئی تھیں۔۔۔ ایک پر شائے موجود تھی۔۔۔ دوسری چار پائی پر یوسف لیٹ گیا۔۔۔ بدن تھکن سے چور تھا۔۔۔ ایک تو سارے دن کی بھاگ دوڑ۔۔۔ پھر ایمر جنسی میں گاؤں آنا۔۔۔ ذہنی پریشانی الگ۔۔۔ سب نے مل کر اسے توڑ کر رکھ دیا تھا لیکن شائے کی سلامتی کی خبر ہر دکھ، ہر پریشانی پر بھاری تھی۔۔۔ وہ خاموش لیٹا تھا۔۔۔ نظریں چھت پر جمی تھیں۔۔۔ جب آہٹ سی محسوس ہوئی۔۔۔ یوسف نے نظریں گھما کر شائے کی طرف دیکھا۔۔۔ وہ ہوش میں آرہی تھی۔۔۔ یوسف تیزی اس کے قریب چار پائی کے نیچے بیٹھ کر جذبوں سے بوجھل لہجے میں "شائے۔۔۔" سے اٹھ کر اس کے قریب آیا۔۔۔ کہتے اس کے بالوں پر ہاتھ رکھا۔۔۔ شائے کسمسار ہی تھی۔۔۔ لاشعور سے شعور کی حد تک کا فاصلہ طے کر رہی تھی شاید۔۔۔ بمشکل آنکھیں کھول کر اس نے کمرے کا منظر دیکھنا چاہا۔۔۔ روشنی کے باعث آنکھیں چندھیسی گئیں۔۔۔ چند لمحے لگے تھے اسے ہوش میں آنے میں۔۔۔ جب حواس سنبھلے تو نظر قریب بیٹھے اسی پر نگاہ جمائے یوسف پر بے ساختہ منہ سے نکلا۔۔۔ یوسف دم بخود رہ گیا۔۔۔ تو کیا وہ اسے پہچان گئی تھی۔۔۔ وہ بالکل "لکی۔۔۔" پڑی۔۔۔ چپ ہو گیا۔۔۔ نہ جانے کیوں ابھی وہ اس پر اپنی محبت ظاہر نہیں کرنا چاہتا تھا۔۔۔ وہ اس انتظار میں تھا کہ ان کے درمیاں اعتماد کا رشتہ قائم ہو۔۔۔ پھر وہ اپنے جذبات کی شدت اس پر ظاہر کرے۔۔۔ اس کے سامنے اپنے احساسات کی صداقت بیان کرے۔۔۔ لیکن غیر متوقع طور پر اس کی یہ حقیقت کھلی تھی۔۔۔ شائے اس کی طرف متوجہ نہ تھی۔۔۔

اس کی سوالیہ نگاہیں یوسف کی "یہ۔۔۔ یہ کمرہ۔۔۔" وہ اب حیران نگاہوں سے ارد گرد کا منظر دیکھ رہی تھی۔۔۔
 ہم وہ گھر چھوڑ آئے "طرف اٹھیں۔۔۔ وہ سمجھ نہیں پار ہی تھی کہ یوسف کے کمرے سے یہاں کیسے پہنچی۔۔۔
 کہتے ہوئے شائے نے اٹھنا "یہ گھر کس کا ہے۔۔۔؟؟؟" یوسف نے ایک جملے میں بات سمیٹی۔۔۔ "ہیں۔۔۔
 چاہا۔۔۔ تبھی اسے زور کا چکر آیا۔۔۔ یوسف نے اسے سہارا دیتے ہوئے تکیے کے سہارے بیٹھنے میں مدد دی۔۔۔ شائے
 نے دونوں ہاتھوں سے سر تھاما۔۔۔ سر بھاری سا ہو رہا تھا۔۔۔ ابھی تک بے ہوشی کی اس دوکان نشہ اترنا تھا غالباً۔۔۔
 یوسف نے تشویش سے اس کا چہرہ دیکھا۔۔۔ شائے نے ہلکے سے اثبات میں سر ہلا کر سوالیہ "تم ٹھیک ہو۔۔۔؟؟"
 ڈونٹ وری۔۔۔ ابھی ہم اسی گاؤں میں ہیں۔۔۔ یہ بوا کا گھر ہے۔۔۔ ابھی ہم یہیں "نگاہیں اس پر مرکوز کر دیں۔۔۔
 رکیں گے۔۔۔ صبح ہونے میں چند ہی گھنٹے باقی ہیں۔۔۔ پھر ہم شہر روانہ ہو جائیں گے۔۔۔ اس گاؤں کو ہمیشہ ہمیشہ کے
 یوسف نے مضبوط لہجے میں کہتے ہوئے "لیے چھوڑ کر۔۔۔ جہاں ہماری دنیا ہوگی۔۔۔ الگ دنیا۔۔۔ الگ زندگی۔۔۔
 شائے "لیکن۔۔۔ آپ نے تو۔۔۔ آپ نے تو کہا تھا کہ ابھی چند دن مجھے یہیں رکنا ہوگا۔۔۔" شائے کا ہاتھ تھاما۔۔۔
 ہاں۔۔۔ کیونکہ میں مزید ایک پل بھی تمہیں ان ظالموں "حیران تھی اس سب پہ۔۔۔ وہ کچھ سمجھ نہ پار ہی تھی۔۔۔
 کے پاس چھوڑ کر نہیں جاسکتا۔۔۔ وہ انسان نہیں درندے ہیں درندے۔۔۔ جن کے لیے انسانی جانوں کی کوئی قیمت،
 ایسا کیا ہوا جو آپ یوں بات کر رہے ہیں ان کے بارے "یوسف کا لہجہ زہر خند ہوا۔۔۔ "کوئی اہمیت نہیں۔۔۔
 شائے نے ہچکچاتے ہوئے پوچھا۔۔۔ یوسف نے اس کا چہرہ دیکھا۔۔۔ جس پر پریشانی اپنا بسیرا کیے ہوئے "میں۔۔۔
 کچھ نہیں۔۔۔ فکر مت کرو۔۔۔ سب ٹھیک ہے۔۔۔ اور اب۔۔۔ سب ٹھیک ہی ہوگا۔۔۔ انشاء اللہ۔۔۔" تھی۔۔۔
 اس کا گال سہلاتے ہوئے وہ اٹھا۔۔۔ شائے کو اس کی گال سہلانے والی عادت بہت پسند تھی۔۔۔ اپنائیت کا ایک عجیب "یوسف نے نرمی سے پوچھا۔۔۔ شائے "کچھ چاہیے؟؟ کسی چیز کی کوئی ضرورت؟؟؟" سا احساس ہوتا تھا ایسے۔۔۔
 چلو آرام کرو۔۔۔ میں جھج بہت تھک چکا ہوں۔۔۔ تھوڑی دیر سولوں۔۔۔ صبح جلدی "نے نفی میں سر ہلادیا۔۔۔
 کہتے ہوئے یوسف اپنی چار پائی پر چلا گیا۔۔۔ تو شائے نے بھی لیٹ کر آنکھیں موند "نکلیں گے یہاں سے۔۔۔
 لیں۔۔۔ دل میں ہزاروں سوال تھے لیکن ان کا جواب صبح ہی مل سکتا تھا۔۔۔



یوسف کے جانے کے بعد میر بختا ور اپنے کمرے میں چلے آئے۔۔۔ غصے سے خون کھول رہا تھا کہ اس چھٹانک بھر کی لڑکی کی وجہ سے یہ نوبت آگئی کہ ان کا اپنا ہی خون ان کے خلاف کھڑا ہو چکا تھا۔۔۔ بس نہیں چل رہا تھا کہ اس مری ہوئی لڑکی کو دوبارہ زندہ کر کے عبرتناک موت دیں۔۔۔ مٹھیاں بھینچے وہ کمرے میں ادھر سے ادھر ٹہل رہے اب کیا ہو گا باباجان۔۔۔ ہم نے جیسا سوچا تھا ویسا " تھے۔۔۔ جب سیف اجازت لے کر ان کے کمرے میں چلا آیا۔۔۔ تو ہوا۔۔۔ وہ لڑکی اپنے انجام کو پہنچ گئی۔۔۔ لیکن یوسف کی ہم سے نفرت اور بھی بڑھ گئی ہے۔۔۔ وہ جا چکا ہے۔۔۔ اب اگر وہ واپس نہ آیا تو کیا جواب دیں گے ہم لوگوں کو۔۔۔ کہ کیوں چلا گیا وہ یہاں سے۔۔۔ آخر کبھی تو یہ بات کھلنی ہی ہے جاتا ہے تو جائے۔۔۔ تڑپ لینے دواسے تھوڑا سا۔۔۔ اس لڑکی کی جدائی " تشویش زدہ لہجہ تھا اس کا۔۔۔ " نا۔۔۔ میں۔۔۔ اب اسے واپس تو نہیں لاسکتا نا۔۔۔ جلد یادیر اسے واپس یہیں آنا ہو گا۔۔۔ ہمارے پاس۔۔۔ ہمارے قدموں میں۔۔۔ کب تک دور رہے گا ہم سے۔۔۔ اس گھر سے۔۔۔ اور رہی بات لوگوں کی۔۔۔ تو سب جانتے ہیں کہ وہ پڑھائی کے سلسلے میں شہر رہتا ہے۔۔۔ کبھی کبھار ہی آتا تھا۔۔۔ اب نہیں آئے گا تو کہہ دیں گے۔۔۔ پڑھائی مشکل ہے۔۔۔ پیپر ہونے والے ہیں اس لیے نہیں آتا۔۔۔ بس بات ختم۔۔۔ ہم بھی دیکھتے ہیں کب تک قائم رہتی ہے اس کی یہ اکڑ۔۔۔ اسے مجبور کر دیں گے واپس آنے پر۔۔۔ بیٹھ کر عیش کرنے کی عادت ہے اسے۔۔۔ کسی قسم کی کوئی فکر نہ تھی اب تک۔۔۔ کہ یہاں سے اس کے لیے خرچ جاتا تھا۔۔۔ لیکن اب وہ خرچ بھی بند۔۔۔ ایسی ناہنجار اولاد کے لیے ہمارے پاس ایک دھیلا بھی نہیں ہے۔۔۔ جب ایک ایک پیسے کو تر سے گاتب خود بخود اس کی عقل ٹھکانے آجائے تلخ لہجے میں کہتے وہ کہیں سے بھی ایک باپ نہ لگتے تھے۔۔۔ وہ صرف ایک جاگیر دار تھے۔۔۔ سخت ترین " گی۔۔۔ جاگیر دار۔۔۔ سیف نے مسکراتے ہوئے ان کی بات پر سرخم کیا۔۔۔ کہ وہ تو خود یہی چاہتا تھا۔۔۔ یوسف کو باپ کی نظر قس میں گرا کر خود ان کے قریب ترین ہونا۔۔۔ اور اپنے مقصد میں کافی حد تک کامیاب بھی ہو چکا تھا۔۔۔



صبح کا ستارہ آسمان پر چمکا تھا۔۔۔ فجر کی اذان سن کر یوسف اور شائے دونوں نے بستر چھوڑ دیے۔۔۔ وضو کر کے ایک دوسرے کے برابر جائے نماز بچھائے انہوں نے نماز کی نیت باندھی لی۔۔۔ دورانِ فق پر چمکتے ستارے اور ان بادلوں نے مسکراتے ہوئے اس خوبصورت منظر کو دیکھا۔۔۔ کتنا مکمل نظارہ تھا۔۔۔ اور یوں۔۔۔ ایک دوسرے کے ساتھ، ایک دوسرے کے ہمراہ نماز ادا کرنے کا لطف کوئی ان سے پوچھتا جن کے دل سکون سے بھر دیے گئے تھے۔۔۔

نماز ادا کر کے دونوں نے لبوں پر مسکراہٹ سجائے عقیدت سے ایک دوسرے کو دیکھا۔۔۔ اور دلوں نے بے اختیار دعائیں کہ کاش یہ وقت، یہ لمحے یہیں تھم جائیں۔۔۔ دونوں نے ہی اپنے بہتر مستقبل کے لیے دعائیں گنتے ہوئے چہرے پر ہاتھ پھیرے۔۔۔ باقی مکیں بھی اٹھ چکے تھے۔۔۔ علی الصبح ہی اس چھوٹے سے گھر میں چہل پہل شروع ہو چکی تھی۔۔۔ زندگی کا احساس جاگ چکا تھا ورنہ حویلی میں سب دن چڑھے اٹھنے کے عادی تھے۔۔۔ سماں اتنا حسین تھا یا شاید ایک دوسرے کا ساتھ پا کر ہی انہیں لگ رہا تھا۔۔۔ بہر حال وہ مطمئن تھے۔۔۔

کچھ دیر بعد یوسف اور شائے نے ہلکا پھلکا سناشتہ کیا اور بوا کی دعائیں لیے گاڑی میں آ بیٹھے۔۔۔ بوانے بڑی سی چادر شائے کو دی جس میں اس کا پورا وجود چھپ سا گیا۔۔۔ یوسف نے ایک بار پھر ان کا شکریہ ادا کرتے ہوئے سلمان کو اپنا نمبر دیتا کہ اگر کوئی بھی مسئلہ وغیرہ ہو تو اسے انفارم کر دیا جائے۔۔۔ انہیں وہ پہلے ہی سمجھا چکا تھا کہ گاؤں میں کسی کو بھی خاص طور پر حویلی والوں کو اس بات کی بھنک بھی نہیں پڑنی چاہیے کہ شائے زندہ ہے اور یوسف کے ساتھ ہے۔۔۔ الوداع کہتے ہوئے یوسف نے گاڑی آگے لڑھادی۔۔۔ کھڑکیوں کے شیشوں پر یوسف نے بلائینڈز چڑھا دیے تاکہ شائے کا چہرہ نظر نہ آ سکے کسی کو۔۔۔ احتیاط کے لیے اسے پچھلی سیٹ پر ہی بیٹھنے کو کہا تھا۔۔۔ چہرہ بھی اس نے تقریباً چھپا ہی رکھا تھا۔۔۔ بس یہاں اس گاؤں سے بحفاظت نکلنے کی دیر تھی پھر آگے جا کر کوئی خطرہ نہ تھا۔۔۔

وہ لوگ گاؤں کی حدود سے نکلنے ہی والے تھے جب ان کی نظر ایک پرف کھیتوں میں کام کرتے ایک شخص پر پڑی۔۔۔ بے ساختہ شائے کے منہ سے نکلا تھا۔۔۔ اس کے لہجے میں اتنی تڑپ تھی کہ یوسف کا پاؤں بریک پر "ہاشم لالہ۔۔۔" جا پڑا۔۔۔ گاڑی چڑڑ کی آواز سے رکی تھی۔۔۔ شائے نے حیرت سے اسے دیکھا۔۔۔ گاڑی روکنے کی وجہ نہ جان سکی

تھی وہ۔۔۔ بے شک اپنے بھائی کو نظروں کے سامنے دیکھ کر دل تڑپ اٹھا تھا۔۔۔ ان سے ملنے کو چلنے لگا تھا۔۔۔ لیکن وہ یہ بھی جانتی تھی کہ یہ اس کے دل کی حسرت ہی رہے گی۔۔۔ یوسف نے بیک ویو مرر سے اس کا چہرہ دیکھا۔۔۔ خود پر ہموار لہجے میں کہتے "جاؤ۔۔۔ مل آؤ اپنے بھائی سے۔۔۔ لیکن جلدی آنا۔۔۔" جمی سوالیہ نظریں محسوس کیں۔۔۔ اس نے اس کی دلی خواہش کو پورا کرنا چاہا۔۔۔ وہ واقف تھا اس تکلیف سے جب صارم شائے سے ملنے آیا تھا لیکن اسے دھکے دیتے ہوئے حویلی کے دروازے سے لوٹن دیا گیا۔۔۔ اس وقت شائے کے چہرے پر رقم ازیت وہ کیسے بھول سکتا تھا کہ وہ اس ڈر سے اپنے بھائی کی جانب سے رخ ہی موڑ گی کہ حویلی والوں کا قہر اس پر بر سے گا۔۔۔ وہ جانتا تھا کہ وہ معصوم لڑکی پل پل ترسی تھی اپنے گھر والوں، ماں باپ بھائیوں سے ملنے کو۔۔۔ وہ جو اپنے باپ کے مرنے پر آخری بار اس کا چہرہ بھی نہ دیکھ سکی۔۔۔ آج اس کے لہجے کی تڑپ کو محسوس کر کے وہ اسے اجازت دینے پر مجبور ہو گیا تھا۔۔۔

شائے نے بے یقینی سے اس کی طرف دیکھا۔۔۔ یوسف نے اب کی بار اس کی جانب رخ موڑا اور ہلکی مسکراہٹ سے اشارہ کیا کہ وہ اپنے بھائی سے مل سکتی ہے۔۔۔ باوجود اس کے کہ یہاں کسی کے دیکھ لیے جانے کا خطرہ تھا۔۔۔ شائے کی آنکھوں میں نمی ابھرنے لگی۔۔۔ کن الفاظ میں شکریہ ادا کرے وہ اس شخص کا۔۔۔ جو اس کی ڈھال بن گیا تھا۔۔۔ جس کے احسانات کے بوجھ تلے شائے کا سر جھک گیا تھا۔۔۔ تشکر سے اسے دیکھتی وہ گاڑی سے اتری اور چند قدموں کے فاصلے پر موجود ہاشم کی جانب بڑھی۔۔۔ جو گاڑی کے یوں رکنے پر اسی طرف متوجہ تھا۔۔۔ چادر میں چھپے نسوانی وجود کو اپنی جانب بڑھتے دیکھ کر وہ حیران ہوا۔۔۔ ملگجاسا اندھیرا تھا ہر طرف۔۔۔ وہ پہچان نہیں پایا اسے۔۔۔ یوسف کی نظریں ان دونوں پر ہی جمی تھیں۔۔۔ شائے کے قریب جانے پر ہاشم نے اسے گلے سے لگایا تھا۔۔۔ فرط جذبات سے اس کا ماتھا چوما۔۔۔ یوسف کی بھی آنکھیں نم ہوئیں۔۔۔ اب شائے ان کے ساتھ لگی شاید رو رہی تھی۔۔۔ چند لمحوں بعد وہ ان سے الگ ہوئی۔۔۔ گاڑی کی جانب اشارہ کرتے ہوئے وہ کچھ کہہ رہی تھی ان سے۔۔۔ ہاشم نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے اپنا کام چھوڑا اور شائے کے ہمراہ گاڑی کی سمت بڑھنے لگا۔۔۔ ہاشم گاڑی کے نزدیک آیا تو یوسف بھی گاڑی سے اتر گیا۔۔۔ ہاشم نے سلام میں پہل کی اور جھجکتے ہوئے مصافحہ کے لیے ہاتھ آگے بڑھایا کہ نہ جانے وہ اس سے ہاتھ بھی ملانا پسند کرے گا یا نہیں۔۔۔ یوسف نے ایک نظر اس کے بڑھے ہوئے ہاتھ کو دیکھا۔۔۔ وہ اس کی جھجک کو

محسوس کر گیا تھا تبھی ہاتھ ملانے کی بجائے آگے بڑھا اور ہاشم کو گلے سے لگا لیا۔۔۔ ہاشم ہکا بکارہ گیا اس کے اس عمل سمجھ نہیں آ رہا کہ کیا کہوں تم " سے۔۔۔ پھر مسکرا کر اس کا کندھا تھپکا۔۔۔ چند لمحوں بعد وہ دونوں الگ ہوئے۔۔۔ ہاشم نے عاجزی سے کہا۔۔۔ یہ نہیں پوچھا " سے۔۔۔ بہت شکریہ گڑیا کو مجھ سے ملنے کی اجازت دینے کے لیے۔۔۔ کہ وہ لوگ اتنی صبح کہاں جا رہے ہیں۔۔۔ کہ وہ پوچھنے کا حق نہیں رکھتا تھا۔۔۔ یوسف نے ہلکی مسکراہٹ چہرے پر سجا ہلکی آواز میں اس سے کہا تو وہ ہاشم کی جانب " چلیں شائے۔۔۔ " کرا ثبات میں سر ہلایا گویا شکریہ قبول کیا۔۔۔۔۔ اچھا لالہ۔۔۔ " مڑی۔۔۔

کہتے " اپنا خیال رکھنا گڑیا۔۔۔ " کہتے ہوئے وہ ان سے ملی اور گاڑی میں بیٹھ گئی۔۔۔ " ہم چلتے ہیں۔۔۔ اللہ حافظ۔۔۔ شائے بھی نم آنکھوں سے مسکرائی۔۔۔ یوسف دوسری جانب سے " آپ بھی " ہوئے ہاشم کی آنکھیں نم ہوئیں۔۔۔ آکر گاڑی میں بیٹھا۔۔۔ اور گاڑی اسٹارٹ کر کے آگے بڑھادی۔۔۔ پیچھے ہاشم کی نگاہوں نے بہت دور تک ان کی گاڑی کا پیچھا کیا۔۔۔

شہر آتے ہی یوسف اسے ایک شاپنگ مال میں لے کر گیا۔۔۔ وہاں سے کچھ ڈریسز خریدے اور ان میں سے ایک ڈریس سلیکٹ کر کے اسے ٹرائل روم میں پہننے بھیج دیا۔۔۔ یوسف وہیں کھڑا اس کی واپسی کا ویٹ کر رہا تھا۔۔۔ تبھی وہ چینج کر کے باہر نکلی۔۔۔ آتشی گلابی رنگ کے اس ڈریس میں اس کی رنگت مزید نکھر گئی تھی۔۔۔ یوسف نے ہلکی مسکراہٹ لیے اسے اپنی جانب دیکھا جو یوسف کو یوں مسکراتے ہوئے دیکھ کر جھجک سی گئی۔۔۔ یوسف نے اس کی کنفیوژن دور کرنے کو نگاہوں کا زاویہ بدل لیا اور نہ دل تو یہی چاہ رہا تھا کک ٹکٹکی باندھے اسے دیکھتا ہی رہے۔۔۔ مگر ہائے رے نادان دل کی چھوٹی چھوٹی انوکھی خواہشات۔۔۔ جنہیں نہ جانے کب قبولیت کا شرف حاصل ہونا تھا۔۔۔

یوسف نے اسے اس کی ضرورت کی تمام چیزیں لے کر دیں۔۔۔ اور پھر اسے ہاسٹل ڈراپ کر دیا۔۔۔ اسی ہاسٹل میں وہ پہلے بھی رہائش پذیر تھی۔۔۔ اور گزشتہ روز یوسف ہاسٹل کے اخراجات ادا کرنے کے ساتھ ساتھ تمام فائلیٹیز پوری کر چکا تھا۔۔۔

تم اندر جاؤ اب۔۔۔ کچھ عرصہ اسی ہاسٹل میں رہنا ہے تمہیں۔۔۔ میں کوشش کروں گا جلد سے جلد یہاں گھر لینے کی۔۔۔ پھر ہم وہاں شفٹ ہو جائیں گے۔۔۔ یہ سیل فون ہے۔۔۔ اسے رکھ لو۔۔۔ میں کال کرتا رہوں گا۔۔۔ اور ملنے بھی آتا رہوں گا۔۔۔ ڈونٹ وری۔۔۔ اب پریشان ہونے کی، یا فضول سوچوں میں اپنا دماغ لگانے کی ضرورت نہیں۔۔۔ بہت جلد تمہاری کلاسز اسٹارٹ ہو جائیں گی۔۔۔

پرانی زندگی کو ہی پھر بھٹینو کرنا۔۔۔ یہ جو ایک سال آ یا زندگی میں اسے برا خواب سمجھ کر بھول جاؤ۔۔۔ یہ کچھ پیسے نرمی سے "ہیں۔۔۔ رکھ لو کبھی ضرورت پڑ سکتی ہے۔۔۔ کوئی مسئلہ، کوئی پر اہلم ہو مجھ سے کہنا۔۔۔ اوکے۔۔۔ سمجھاتے ہوئے وہ کتنا فکر مند لگ رہا تھا اس کے لیے۔۔۔ شائے نے اثبات میں سر ہلایا۔۔۔ اور شاپنگ بیگز تھامے اندر کی جانب بڑھ گئی۔۔۔ اس کے اندر جانے تک یوسف اسے ہی دیکھتا رہا۔۔۔

دروازے کے نزدیک پہنچ کر وہ مڑی تھی۔۔۔ صرف ایک پل کو۔۔۔ اور پھر تیزی سے اندر کی جانب بڑھ گئی۔۔۔ یوسف نے بھی گاڑی آگے بڑھا دی۔۔۔

<https://www.facebook.com/ClassicUrduMaterial/> ♥ ♥ ♥ ♥ ♥

چند دن تو شائے نے بوریت میں ہی گزارے۔۔۔ اور فارغ رہ رہ کر اکتا گئی۔۔۔ صبح اور شام کو یوسف روزانہ کال کرتا۔۔۔ اور یہی وقت ہوتا جو اس کے لیے کسی قیمتی اثاثے کی مانند تھا۔۔۔ وہ خود بھی نہ جان سکی کہ کب یوسف کی محبت اس کے دل میں گھر کر گئی۔۔۔ اتنا عرصہ وہ طاہر سے انگیڑ رہی لیکن کبھی اس کے لیے بھی ایسی فیلنگز، ایسے احساسات نہ ہوئے تھے جیسے یوسف کے لیے تھے۔۔۔ اور اسے کوئی گلٹ بھی نہ تھا اس پر۔۔۔ وہ مسرور سی تھی دل میں ابھرتے ان خوبصورت احساسات پر۔۔۔ موڈ بھی خوشگوار رہتا۔۔۔ پہروں بیٹھ کر یوسف کے بارے میں سوچتی

رہتی۔۔۔ خیالوں میں ابھرتے اس کے عکس کو تکتی۔۔۔ اس کا خوبصورت چہرہ نگاہوں میں ابھرتا تو آنکھیں چمکنے لگتیں۔۔۔ اور چہرے پر لالی سی بکھرنے لگتی۔۔۔

دوسری جانب یوسف اپنی اسٹڈی کمپیٹ کر چکا تھا اور اب وہ کسی اچھی جاب کی تلاش میں تھا۔۔۔ کیونکہ باپ کے کمائی نہیں کھانا چاہتا تھا اب۔۔۔

اسی لیے اب اخبارات پر اشتہارات دیکھتا رہتا۔۔۔ انٹرویو دیتے، مختلف کمپنیز کے چکر لگاتے وہ خود گھن چکر بن کر رہ گیا۔۔۔ لیکن اس کے باوجود شائے کا خیال ایک پل کے لیے بھی دل سے نہ نکلتا۔۔۔ دونوں اپنی اپنی زندگیوں میں ایک دوسرے کو بہت اونچا مقام دیے ہوئے تھے۔۔۔

□ □ □ □ □ □

آج شائے کا یونی میں پہلا دن تھا۔۔۔ نکاح کے بعد پہلا دن۔۔۔ اسے بہت پہلے کے مناظر یاد آنے لگے۔۔۔ جب اسی یونی میں پہلے دن وہ ریٹنگ کا شکار ہوئی تھی۔۔۔ اور پھر پرنسز گروپ کا حصہ بنی تھی۔۔۔ اور اسی دن لکی بھی اس کی زندگی کا حصہ بنا تھا اس کی زندگی میں آیا تھا۔۔۔ تب شائے اپنے حواس میں نہ تھی اس لیے اس کا چہرہ تو نہ دیکھا تھا لیکن اسے اتنا یاد تھا کہ کسی نے تب لکی کو پکارا تھا۔۔۔ اس کا نام قرور لیا تھا۔۔۔ تب وہ نہیں جانتی تھی کہ یہی لکی اس کی زندگی کا ہمسفر بنے گا۔۔۔ تقدیر بھی کیا کیا کھیل کھیتی ہے نہ ہمارے ساتھ۔۔۔

لبوں پر مسکراہٹ لیے وہ سوچ رہی تھی۔۔۔ آئینے میں ابھرتا اس کا عکس اس پر واضح کر رہا تھا کہ وہ پہلے سے زیادہ خوبصورت ہو گئی ہے۔۔۔ اور یقیناً یہ یوسف کی محبت کا ہی اعجاز تھا۔۔۔ اس کے خیالوں نے ہی تو اسے یہ نکھار بخشا تھا۔۔۔ وہ بال بنار ہی تھی جب سیل فون بجنے لگا۔۔۔ شائے نے دیکھا۔۔۔ یوسف کی کال تھی۔۔۔ یقیناً وہ ہاسٹل کے باہر اس کا ویٹ کر رہا تھا کہ اسے یونیورسٹی ڈراپ کر سکے۔۔۔ شائے نے کال ریسیو کیے بغیر فون ہاتھ میں پکڑا۔۔۔ دوسرے ہاتھ سے بیگ تھا اور تیزی سے باہر آگئی۔۔۔ اس کی توقع کے عین مطابق یوسف کی گاڑی نیچے کھڑی تھی۔۔۔ اور وہ گاڑی سے ٹیک لگائے سیل پر بڑی تھا۔۔۔ شائے کو سامنے سے آتا دیکھ کر وہ مسکرایا۔۔۔ گاڑی کا فرنٹ

ڈور کھولا اور اسے بیٹھنے کا اشارہ کیا۔۔۔ شائے نے نزدیک آتے ہوئے سلام کیا اور گاڑی میں بیٹھ گئی۔۔۔ تب یوسف گاڑی مین روڈ پر ڈالتے ہوئے یوسف "کیسی ہو۔۔۔؟؟" گھوم کر ڈرائیونگ سیٹ پر آیا اور گاڑی اسٹارٹ کر دی۔۔۔ نے ہی بات کا آغاز کیا۔۔۔ شائے کے لبوں پر مسکراہٹ بکھری۔۔۔ صبح سے تین بار کال کر کے بھی وہ یہ بات پوچھ چکا نگاہیں جھکا کر اس نے جواب دیا۔۔۔ پہلے تو "ٹھیک ہوں۔۔۔" تھا۔۔۔ پتا نہیں اتنی فکر کیوں تھی اسے شائے کی۔۔۔ نہیں لیکن اب جب یوسف کے حوالے سے اس کے جذبات بدل گئے تھے تو وہ یوسف کے سامنے پزل سی رہنے لگی تھی۔۔۔ جب بھی ملتے نگاہیں جھکائے رکھتی کہ اس کی جذبے چھلکاتی نگاہوں کی تاب لانا اس کے بس کی بات نہ تھی۔۔۔ حالانکہ یوسف نے کبھی کوئی معنی خیز بات نہ کی تھی۔۔۔ شائے کے ساتھ اس نے دوستانہ رویہ اپنا رکھا تھا اور اب تو شائے بھی اپنی بہت سی باتیں اس سے شنیر کرنے لگی تھی۔۔۔ لیکن اس کی نگاہوں سے تو اس کی فیملنگز صاف ظاہر ہوتی تھیں جو شائے کو اپنے آپ میں سمٹنے پر مجبور کر دیتیں۔۔۔

ہلکی پھلکی گفتگو کرتے وہ یونی پہنچ گئے۔۔۔ گاڑی لاک کرتے یوسف بھی اس کے ساتھ اندر کی جانب بڑھ گیا۔۔۔ گیٹ کے پاس ہی اندر کی جانب پر لڑ گروپ کھڑا تھا۔۔۔ ہاتھوں میں بکے اور کارڈ ڈلیے۔۔۔ سب نے بہت ارمان نے شرارت "موسٹ ویلکم۔۔۔ اندھیرے سے ڈرنے والی لڑکی۔۔۔" پر جوش سا استقبال کیا شائے کا۔۔۔ کمرے کے اندھیرے سے ڈرنے والی لڑکی "ست کہتے ہوئے اسے بکے تھمایا۔۔۔ سب ہنس دیئے اس کی بات پر۔۔۔ ہلکی سی "کاجب ذندگی کے اندھیروں سے واسطہ پڑا تو دھیرے دھیرے اس نے اندھیروں سے ڈرنا چھوڑ دیا۔۔۔ مسکراہٹ لیے شائے کے لبوں سے الفاظ برآمد ہوئے۔۔۔ لہجے میں اذیت سی تھی جسے سن سب نے محسوس کیا۔۔۔ ارے یار۔۔۔ دنیا کی موسٹ بیوٹی فل گرل۔۔۔ سب کو سیڈ کر "چند لمحوں کے لیے اداسی سی چھاگی ہر طرف۔۔۔ دیا۔۔۔ میرا تو یہ ماننا ہے کہ جس کے ساتھ ہمارا لکی ہو۔۔۔ اسے کسی چیز سے ڈرنے کی کوئی ضرورت ہی نہیں۔۔۔ کیوں ایک اعتراض کے مجھے۔۔۔" ارمان بٹاش لہجے میں کہہ رہا تھا۔۔۔ سب نے اس کی ہاں میں ہاں ملائی۔۔۔ "گائز۔۔۔ یار۔۔۔ یوسف کا نام ہم "ریمز فور ابا تھا اٹھاتے ہوئے بولا تو سب اس کی جانب سوالیہ نگاہوں سے دیکھنے لگے۔۔۔" نے لکی رکھا۔۔۔ لیکن لکی تو اصل میں شائے ہے نا۔۔۔ جسے یوسف جیسا اتنا بیٹڈ سم، اعلیٰ، خوب رو، ڈیشنگ، اسمارٹ بندہ

ریمز کے لہجے میں شرارت تھی۔۔۔ اس کی بات پر تینوں لڑکیوں نے اسے گھوریوں "ملا۔۔۔ وہ بھی بیٹھے بٹھائے۔۔۔ اگر تم لوگوں کا دوست ہینڈ سم، اسمارٹ، ڈیشنگ وغیرہ وغیرہ ہے تو ہماری شائے کو کسی کم ہے اس " سے نوازا۔۔۔ " سے۔۔۔ جو سف کو شکر ادا کرنا چاہیے۔۔۔ کہ اتنی خوبصورت، معصوم اور دل کی اچھی لڑکی نے اسے قبول کیا۔۔۔ ویٹ " لاریب کی بات پر سب ہنس دیے۔۔۔ اس سے پہلے کہ ریمز کوئی جواب دیتا یوسف نے ہاتھ اٹھا دیئے۔۔۔ ویٹ ویٹ۔۔۔ تم دونوں بعد میں جھگڑ لینا۔۔۔ ابھی مجھے جانا ہے۔۔۔ اوکے۔۔۔ اجازت دو۔۔۔ پھر ملاقات ہو ہاں ہاں۔۔۔ پورا " یوسف تینقس بوائز سے ملا۔۔۔ مسکراتی نگاہ شائے پر ڈالی۔۔۔ " گی۔۔۔ شائے کا خیال رکھنا۔۔۔ ارمان نے کہا تو یوسف مڑنے لگا۔۔۔ پھر ایک پل کے لیے رک کر " خیال رکھیں گے ہم۔۔۔ تم بے فکر ہو کر جاؤ۔۔۔ ایک بات تو رہی گی۔۔۔ تم لوگوں کے دیئے گئے نام کی طرح میں خود بھی بہت لکی " نگاہ شائے کے جھکے سر پر ڈالی۔۔۔ ہوں کہ جس کے لیے اللہ نے شائے کو چنا۔۔۔ اور اتنی اچھی لڑکی کو میرے مقدر میں لکھ دیا۔۔۔ رینی۔۔۔ آئم آ لکی مسکراتے ہوئے کہہ کر وہ مڑ گیا۔۔۔ جبکہ پیچھے وہ لوگ اب شائے کو چھیڑ رہے تھے جو " گائے۔۔۔ ٹھینکس ٹو اللہ۔۔۔ عقیدت و محبت بھری نگاہ سے یوسف کی پشت کو تک رہی تھی۔۔۔

www.classicurdumaterial.com
support@classicurdumaterial.com
https://www.facebook.com/ClassicUrduMaterial/

یوسف کی محنت بالآخر رنگ لے ہی آئی۔۔۔ ایک ملٹی نیشنل کمپنی میں اس کے اچھے گریڈز کو دیکھتے ہوئے بہت اچھی پوسٹ پر جاب مل گئی تھی اسے۔۔۔ اور شاید اس کی سچی لگن ہی تھی کہ اللہ کا کرم ہوا اس پر۔۔۔ اور رہائش کا مسئلہ بھی حل ہو گیا۔۔۔ ابتدائی تین ماہ اس کا کام دیکھنے کے بعد اس کے ساتھ پانچ سال کا کانٹریکٹ سائن کیا تھا کمپنی نے۔۔۔ اور کمپنی کی جانب سے ہی فرنشڈ اپارٹمنٹ الاٹ کیا گیا تھا اسے۔۔۔ اس دن وہ خوش تھا۔۔۔ بہت خوش۔۔۔ ہفتے کی شام اس نے شائے کو کال کر کے یہ خوشخبری سنائی۔۔۔ اور اسے پیکنگ وغیرہ کرنے کو کہہ دیا۔۔۔ وہ چاہ رہا تھا کہ اتوار کو وہ لوگ اپنے گھر میں شفٹ ہو جائیں۔۔۔ گھر کی سیٹنگ وغیرہ کر لیں۔۔۔ اور گھر کے لیے جو بھی چیزیں چاہئیں ہوں وہ بھی لے آئیں۔۔۔ کیونکہ پیر سے پھر شائے کو یونی اور اسے آفس جانا تھا۔۔۔ اتوار ہی تھا ان سب کاموں کے لیے۔۔۔ شائے بھی خوش تھی۔۔۔ بالآخر انہیں ان کے صبر کا پھل مل رہا تھا۔۔۔ اسے مسرور کرنے کو یہی خیال کافی تھا کہ اب

وہ یوسف کے ساتھ ایک گھر میں رہے گی۔۔۔ روز اسے دیکھ سکے گی۔۔۔ اس کی آواز سن سکے گی۔۔۔ وہ اس کی نظروں کے سامنے رہے گا۔۔۔ نہ جانے کون کون سے خواب سجا لیے تھے اس نے۔۔۔

اتوار کا دن ان دونوں کے لیے بہت مصروف رہا۔۔۔ شام تک وہ تھکاوٹ سے چور چور تھے لیکن اپنے گھر کا احساس انہیں مطمئن کرنے کو کافی تھا۔۔۔ یوسف نے شائے کی بھرپور مدد کی تھی ہر کام میں۔۔۔ سب کاموں سے فارغ ہو کر یوسف اسے ڈنر کے لیے لے گیا۔۔۔

شائے نے سوالیہ "جی۔۔۔؟؟" ڈنر کے بعد گھر واپس آتے ہوئے شائے کو مخاطب کیا۔۔۔ "ایک بات بتاؤ۔۔۔" جب انس کا قتل ہوا۔۔۔ تب وہاں ہاشم کے علاوہ کوئی اور بھی گیا تھا؟؟ تمہارے گھر "نگاہیں اس پر جمائیں۔۔۔ وہ جانتا تھا کہ یہ موضوع شائے کے لیے تکلیف دہ ہے۔۔۔ لیکن اس پر بات "سے۔۔۔ مطلب صائم یا صارم۔۔۔؟؟ دھیمی سی آواز "نہیں۔۔۔ ہاشم لالہ اکیلے ہی تھے۔۔۔" کرنا ضروری تھا۔۔۔ شائے چند لمحے خاموش سی ہو گئی۔۔۔ ہم، تو کیا وہاں اس وقت انس کے علاوہ کوئی اور تھا۔۔۔ انس کے ساتھ کوئی گیا تھا وہاں۔۔۔" میں بتایا گیا۔۔۔ ہاں۔۔۔ بات ہوئی "وہ عجیب سوال کر رہا تھا۔۔۔ شائے الجھ سی گئی۔۔۔" ہاشم نے کچھ بتایا اس بارے میں۔۔۔؟؟ تھی ہاشم لالہ سے میری۔۔۔ انہوں نے یہی بتایا کہ میرا انس کے ساتھ وہاں اور کوئی نہیں تھا۔۔۔ مطلب۔۔۔ وہ بھی اکیلے ہی آئے تھے۔۔۔ اور لالہ بھی۔۔۔ اور ان دونوں کا ہی جھگڑا ہوا آپس میں۔۔۔ دوسرا کوئی ان کے سامنے نہیں آیا۔۔۔ وہاں کوئی اور تھا ضرور۔۔۔ جس نے فار کیا۔۔۔ لیکن وہ کون تھا یہ نہ لالہ نے دیکھا۔۔۔ نہ ہی میرا انس نے۔۔۔ لالہ کا کہنا تھا کہ جب میرا انس کو گولی لگی تو وہ کچھ سمجھ ہی نہیں پائے۔۔۔ ان کے ہاتھ میں بھی گن تھی جو نیچے گر گئی۔۔۔ اور وہ فوراً میرا انس کو سنبھالنے کے لیے آگے بڑھے۔۔۔ لیکن قاتل کا نشانہ بہت اچھا تھا غالباً۔۔۔ سیدھا دل کے مقام پر اس بار شائے نے طویل جواب دیا۔۔۔ "فار کیا جس کے باعث لمحوں میں ہی میرا انس نے دم توڑ دیا۔۔۔

یوسف نے پر سوچ انداز میں سر ہلایا۔۔۔ پچھلے کچھ عرصہ میں جاب تلاش کرنے کے ساتھ ساتھ وہ کچھ "ہوں۔۔۔" اور اہم کام کر رہا تھا جن کا تعلق میرا انس کے قتل کیس سے تھا۔۔۔ وہاں گاؤں میں پولیس کو نہیں بلایا جاتا تھا۔۔۔ پولیس کا ان علاقوں میں آنا نحوست سمجھا جاتا تھا۔۔۔ جو بھی مسئلہ ہوتا اس کے لیے پنچائیت بٹھائی جاتی۔۔۔ اور پنچائیت کا جو

فیصلہ ہوتا وہی سب کو قبول کرنا ہوتا۔۔۔ اس لیے وہ اس معاملے میں پولیس کی مدد نہیں لے سکتا تھا۔۔۔ اسے جو بھی کرنا تھا اپنے طور پر ہی کرنا تھا۔۔۔

□ □ □ □ □ □

ایک سال قبل۔۔۔

میرانس کے قتل کی رات۔۔۔

رات کے نوبے کا منظر۔۔۔

"تم سمجھ گے ہونا سارا پلان۔۔۔ دیکھو اگر ذرا سی بھی گڑبڑ ہوئی تو یہ یاد رکھنا تم اپنے جان سے ہاتھ دھو بیٹھو گے۔۔۔" میر بختاؤر کی حویلی سے کچھ فاصلے پر دو وجود آمنے سامنے کھڑے سرگوشی نما آواز میں ایک دوسرے سے مخاطب تھے۔۔۔ دونوں نے ہی کالی چادروں سے اپنے اپنے وجود کو چھپا رکھا تھا اور اس تاریک رات کا حصہ معلوم ہوتے جی سرکار سمجھ گیا۔۔۔ فکر مت کریں۔۔۔ سب کچھ آپ کے بتائے گے پلان کے مطابق ہی ہو گا۔۔۔ آپ "تھے۔۔۔ سامنے کھڑے وجود نے خباثت سے کہتے ہوئے دانت نکوسے۔۔۔ اس کے مقابل موجود "بس اپنا وعدہ یاد رکھنا۔۔۔ وہ "یہ ایڈوانس ہے۔۔۔ باقی کام ہونے کے بعد۔۔۔" فرد نے اپنی جیب سے کچھ نکال کر اس کی طرف بڑھایا۔۔۔ نوٹوں کی گڈی تھی۔۔۔ جو دوسرے بندے نے مسکراتے ہوئے تھام لی۔۔۔ اور دونوں مخالف سمتوں میں مڑ گئے۔۔۔

□ □ □ □ □ □

رات گیارہ بجے کا منظر۔۔۔

انس ذمینوں سے ملنے والی آمدنی کا حساب کتاب کرنے کے لیے اس وقت میر بختاؤر کے ساتھ بڑے کمرے میں موجود تھا۔۔۔ وہ رات کے وقت ہی فارغ ہوتا۔۔۔ دن بھر دوسرے کاموں میں مصروف رہتا۔۔۔ اس لیے رات کے وقت ہی ان کی خدمت میں حاضر ہوتا۔۔۔ زمینوں کا سارا حساب کتاب اس کے ذمے تھا۔۔۔ اور میر بختاؤر ایک ایک پائی کا حساب لیتے تھے اس سے۔۔۔ وہ تھا تو ان کے چھوٹے بھائی کا بیٹا جو ایک حادثے میں جاں بحق ہو گئے۔۔۔ لیکن ان کے

اپنے بیٹوں سے زیادہ عقلمند، ہونہار اور دیانت دار تھا۔۔۔ میر بختاؤر اکثر اسے اپنا دایاں بازو کہتے۔۔۔ ہر جگہ اسے ساتھ لے جاتے۔۔۔ بڑے کمرے میں بھی اس کے علاوہ کسی اور کو آنے کی اجازت نہ تھی۔۔۔ ان کے سگے بیٹوں کو بھی نہیں۔۔۔ بڑے دونوں بیٹوں اظہر اور اطہر تو خیر اتنا محسوس نہ کرتے۔۔۔ لیکن سیف کو انس کا وجود ہر پل کھٹکتا۔۔۔ ہر وہ جگہ جہاں اسے اور اس کے بھائیوں کو اپنے باپ کے ساتھ جانا چاہیے وہاں میر بختاؤر صرف انس کو لے کر جاتے۔۔۔ ہر معاملے میں انس کو ان پر فوقیت دی جاتی۔۔۔ سیف کو بار بار میر بختاؤر سے ڈانٹ پڑتی۔۔۔ وہ اسے نشہ، شراب، جوئے جیسی بری عادتیں چھوڑ کر انس جیسا بننے کی تلقین کرتے جس پر وہ پہروں کڑھتا۔۔۔ دل میں انس کے لیے نفرت شدت اختیار کرنے لگی۔۔۔ جیسے جیسے وہ لوگ بڑے ہوتے گئے ویسے ویسے نفرت اور حسد کا یہ درخت بھی تناور ہوتا گیا۔۔۔ سیف کو لگتا کہ اس کی جتنی بھی بے عزتی ہوتی ہے باپ سے اس کی وجہ صرف اور صرف انس ہے۔۔۔۔۔ دل میں بغض رکھے وہ کی کی دن انس کو نہ بلاتا۔۔۔ اگر انس اس سے خود بات کرنے کی کوشش کرتا تو اس سے بدتمیزی سے پیش آتا۔۔۔

انس اسے ہمیشہ چھوٹا بھائی سمجھ کر معاف کر دیا کرتا۔۔۔ کبھی اس کی شکایت نہ کی میر بختاؤر سے۔۔۔ ایک بار۔۔۔ بس ایک بار اس نے میر بختاؤر کو اس کی حرکتوں کے بارے میں بتایا جب اسے پتا چلا کہ سیف بڑے دوستوں کی صحبت میں رہ رہ کر بگڑ گیا ہے اور اس کا ریڈ لائیٹ ایریا میں بھی آنا جانا ہے۔۔۔ تب پہلی بار سیف کو اپنے باپ سے تھپڑ پڑا۔۔۔ اور وہ تھپڑ اس کی نفرت کو کی گنا بڑھا گیا۔۔۔ اس کی ایسی گھٹیا حرکتیں ختم تو نہ ہوئیں۔۔۔ البتہ دل میں انتقام کا جذبہ ضرور پنپنے لگا۔۔۔ جو گزرتے وقت کے ساتھ ساتھ شدت اختیار کرتا گیا۔۔۔ اور پھر اس کی نظر شائے پر پڑی۔۔۔ جسے دیکھتے ہی اس کی کمینی فطرت جاگ اٹھی۔۔۔ وہ خوبصورت لڑکیوں کا شیدائی تھا شائے کو دیکھنے کے بعد ایک پل چین سے نہ بیٹھا۔۔۔ ہر لمحہ بس یہی سوچتا رہتا کہ کیسے اسے حاصل کرے۔۔۔ نیت اچھی ہوتی تو شاید پالیتا۔۔۔ لیکن اس کے نزدیک لڑکیاں صرف استعمال کرنے کی شے تھیں۔۔۔ استعمال کرو۔۔۔ اور چھوڑ دو۔۔۔ پھر اس کے شیطانی دماغ میں ایک آئیڈیا آیا۔۔۔ جس سے شائے بھی اسے مل جائے۔۔۔ اور انس کا بھی پتا صاف ہو جائے۔۔۔ اور اس سب میں ان دونوں خاندانوں کی برسوں پرانی دشمنی اس کی مددگار ثابت ہوئی۔۔۔ اب یہی رات تھی۔۔۔ اس کے منصوبے کو عملی

جامہ پہنانے کی۔۔۔ اسی سلسلے میں وہ بڑے کمرے کی طرف آیا۔۔۔ جہاں اسے میر بختاور اور انس ایک ساتھ مل سکیں۔۔۔

دروازہ کھٹکھٹانے پر جب وہ دونوں اس کی طرف متوجہ ہوئے "بابا۔۔۔ آپ سے ایک ضروری بات کرنی تھی۔۔۔" تو سیف کہنے لگا۔۔۔ میر بختاور کونا گوار گزرا تھا اس کا یوں مداخلت کرنا لیکن پھر اسے اجازت دے دی اندر آنے کی۔۔۔

بابا۔۔۔ وہ اصل میں۔۔۔ آج کھیتوں کو پانی لگانا ہے۔۔۔ ہماری باری ہے آج۔۔۔ میں جانتا ہوں کہ یہ کام میرا ہے۔۔۔ مجھے ہی کرنا ہوتا ہے۔۔۔ لیکن آج۔۔۔ میری طبیعت ٹھیک نہیں۔۔۔ بخار ہو رہا ہے۔۔۔ میڈیسن لی ہیں۔۔۔ نقاہت سے کہتے کہتے اس نے جان بوجھ کر بات "ڈاکٹر نے آرام کرنے کو کہا ہے۔۔۔ تو اگر آپ آج رات انس کو۔۔۔ ادھوری چھوڑی۔۔۔ ساتھ ہی ایک ہاتھ سے کنپٹی کو مسلنے لگا۔۔۔ میر بختاور کی پیشانی پر بل پڑنے لگے۔۔۔

ایسی چھوٹی موٹی تکلیفیں مردوں کو کچھ نہیں کہتیں۔۔۔ تم اچھی طرح جانتے ہو انس سارا دن باہر رہتا ہے۔۔۔ بہت سے کام اس کے ذمے ہیں۔۔۔ ایک رات ہی ہوتی ہے اس کے پاس آرام کرنے کو۔۔۔ تم سارا دن فارغ ہوتے ہو۔۔۔ " آوارہ گردیوں میں وقت ضائع کرتے ہو۔۔۔ اتنا سا کام ہے تمہارے ذمے وہ بھی نہیں کر سکتے۔۔۔ انتہائی۔۔۔ کوئی بات نہیں تایا " میر بختاور طیش میں آتے کہہ رہے تھے جب انس نے ان کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر دبا دیا۔۔۔

میر "جان۔۔۔ میں چلا جاؤں گا۔۔۔ اس کی طبیعت کافی خراب لگ رہی ہے۔۔۔ جاؤ سیف۔۔۔ آرام کرو جا کر۔۔۔

بختاور کی بات کاٹ کر نرم لہجے میں اس نے کہا۔۔۔ وجہ صرف یہ تھی کہ وہ اپنے اور سیف کے درمیان تناؤ کم کرنا چاہتا تھا۔۔۔ اس بات سے بے خبر کہ جسے وہ اپنا بھائی سمجھتا ہے وہی اس کی ذندگی کا سودا کر چکا ہے۔۔۔ اسے مارنے کی سازش رچا چکا ہے۔۔۔ اس کی بات پر یوسف لڑکھڑاتا ہوا مڑایا ظاہر کرنے کو کہ اسے چکر آرہے ہیں۔۔۔ کمرے سے باہر آکر اس کے چہرے سے نقاہت کے تاثرات ختم ہوئے اور شاطرانہ مسکراہٹ بکھری۔۔۔

□ □ □ □ □ □

رات دوبجے کا منظر۔۔۔

چاند کی آخری تاریخیں چل رہی تھیں۔۔۔ رات بالکل تاریک تھی۔۔۔ ہر طرف گھپ اندھیرا چھایا ہوا تھا۔۔۔ ہاتھ کو ہاتھ بھائی نہ دیتا۔۔۔ انس رات کے اس پہر ہاتھ میں پکڑی ٹارچ کی روشنی میں کھیتوں کی جانب جا رہا تھا۔۔۔ اس بات سے انجان کہ وہاں اس کی موت کا سامان کیا جا رہا ہے۔۔۔ وہ مگن سا چلتا جا رہا تھا۔۔۔ ذہن میں ان تمام کاموں کی فہرست گھوم رہی تھی جو اسے صبح سرانجام دینے تھے۔۔۔ دوبجے ان کی باری شروع ہوتی تھی۔۔۔ اس سے پہلے میر عبد الرحمان کی پانی کی باری تھی جو رات کے بارہ بجے شروع ہو کر دوبجے ختم ہوتی۔۔۔ ہاشم نے ۱۲ بجے پانی کا رخ اپنے کھیتوں کی جانب کیا اور کسی کام سے گھر چلا گیا۔۔۔ موقع کا فائدہ اٹھا کر سیف کے اس چیلے نے جسے سیف نے رقم دے کر اپنے پلان میں شامل کیا تھا، پانی کا رخ میر بختاؤر کے کھیتوں کی جانب کر دیا۔۔۔ اور خود وہاں سے ایک طرف ہو کر چھپ گیا۔۔۔ اتفاق ہی تھا کہ پونے دو بجے انس کھیتوں میں پہنچا تو چند لمحوں بعد ہاشم بھی وہیں چلا آیا کہ دیر ہونے پر پھر لڑائی کا خدشہ تھا۔۔۔ انس حیران سا کھڑا تھا کہ وہ تو اب آیا تو پانی کا رخ ان کے کھیتوں کی جانب کس نے کیا۔۔۔ ہاشم غصے کا تیز واقع ہوا تھا۔۔۔ جب اس نے یہ سب دیکھا تو اسے لگا کہ انس نے جان بوجھ کر جھگڑے کی نیت سے ہی ان کی باری میں پانی کا رخ اپنے کھیتوں کی جانب کیا۔۔۔ اس نے تلخی سے وجہ دریافت کی جس پر انس بھی سیخ پا ہوا اور یوں نوبت ہاتھ پائی تک پہنچ گئی۔۔۔ غصے میں بغیر سوچے سمجھے ہاشم نے گن نکال کر انس پر تان لی۔۔۔ انس دم سادھے کھڑا تھا کہ وہ نہتا تھا۔۔۔ اپنے ساتھ کوئی ہتھیار نہ رکھتا تھا۔۔۔ اس سے پہلے کہ وہ ہاشم کو کچھ سمجھا پاتا کسی اور جانب سے گولی چلائی گئی جو انس کے سینے پر دل کے مقام پر لگی۔۔۔ ہاشم بھی ایک دم ہکا بکا سا کھڑا رہ گیا۔۔۔ بے یقینی سے اپنی گن کو دیکھا اور پھر نیچے گرتے انس کو۔۔۔ گن پھینک کر وہ حواس باختہ سا تیزی سے انس کی جانب بڑھا۔۔۔ سنبھالتے سنبھالتے بھی انس گر گیا۔۔۔ اس کا سر ہاشم کی گود میں تھا۔۔۔ ہاشم کا لباس بھی خون سے سرخ ہونے لگا۔۔۔ ہاشم نے اسے ہوش میں لانا چاہا۔۔۔ لیکن وہ اپنے حواس کھوتا جا رہا تھا۔۔۔ اس کے لب پھڑکنے لگے۔۔۔ اس کے گال تھپتھپا کر شاید کچھ کہنا چاہتا تھا۔۔۔ لیکن زندگی نے مہلت نہ دی اور چند سانس لینے کے بعد اس کی گردن ایک طرف کو ڈھلک گئی۔۔۔ ہاشم پاگلوں کی طرح اسے ہلا رہا تھا لیکن اس کے وجود میں جان ہوتی تو ہی حرکت کر پاتا۔۔۔ وہ دشمنوں کا بیٹا تھا

لیکن پھر بھی اس کی ایسی موت پر ہاشم کے آنسو بہہ نکلے۔۔۔ اس کی طرف سے مایوس ہو کر ہاشم اٹھا اور جس جانب سے فائر کیا گیا تھا اس طرف بڑھا۔۔۔ لیکن قاتل تو کب کا وہاں سے بھاگ نکلا تھا۔۔۔ جب کوئی سراغ نہ مل سکا تو ہاشم نے صائم کو کال کر کے سچویشن بتائی اور بابا کو انفارم کرنے کو کہا۔۔۔

دن چڑھے تک دونوں گاؤں میں یہ بات پھیل چکی تھی کہ میر ہاشم عبدالرحمان نے میر انس دلاور کا قتل کر دیا۔۔۔ معاملہ پنچایت تک پہنچ گیا۔۔۔

چند دن بعد سیف نے اپنے اس خاص بندے ایاز کو شاباش دیتے ہوئے مزید پیسے دیئے۔۔۔ وہ بھی ان کا ملازم ہی تھا لیکن سیف کے زیادہ قریب تھا۔۔۔ پیسے کے لالچ میں قتل کر دیا۔۔۔ سیف نے اس کی چھوٹی سے غلطی پر چینیخ چینیخ کر گھر سر پر اٹھالیا۔۔۔ دو چار تھپڑ بھی جڑ دیئے۔۔۔ اور ملازمت سے نکال دیا۔۔۔ یہ سب بھی طے شدہ تھا۔۔۔ سیف نے اسے گاؤں سے ہی بھیج دیا۔۔۔ شہر میں گھر لے کر دیتا کہ کوئی اس تک پہنچ نہ سکے۔۔۔ یوں خود گھر رہ کر وہ کسی بھی قسم کے شک سے بھی بچ گیا اور انس کا بھی صفایا ہو گیا۔۔۔ اب اسے شائنہ تک پہنچنے سے کوئی نہیں روک سکتا تھا۔۔۔ بس اسے جا کر بابا کا اعتماد جیتنا تھا اور انہیں ہر حال میں کنوئیں کرنا تھا کہ انہیں خون بہا نہیں دنی میں لڑکی ہی چاہیے۔۔۔ مسکرا کر کسی دھن پر سیٹی بجاتا وہ اندر کی جانب بڑھ گیا۔۔۔

یوسف کو جب ملازمین سے یہ معلوم ہوا کہ انس کے قتل کی رات سیف کی طبیعت خراب تھی اس وجہ سے اس کی جگہ انس گیا کھیتوں میں تو وہ لچھ کر رہ گیا۔۔۔ کی بارذہن میں یہ خیال بھی آیا کہ شاید وہی اپنے بھائی پر بلا وجہ شک کر رہا ہے۔۔۔ ہو سکتا ہے اس قتل میں اس کا ہاتھ نہ ہو۔۔۔ ہو سکتا ہے ہاشم نے ہی قتل کیا ہو۔۔۔ لیکن شائنہ نے کہا کہ سیف نے اس کے سامنے اپنی زبان سے اقرار کیا کہ یہ سب اس کی پلاننگ ہی تھی۔۔۔ وہ کچھ سمجھ نہ پار ہا تھا کہ آخر کون سچ بول رہا ہے کون جھوٹ۔۔۔

ملازمین سے ان دنوں کسی غیر معمولی واقعہ کے بارے میں دریافت کرنے پر اسے ایاز کی بابت پتا چلا۔۔۔ کہ ایاز سیف کا خاص بندہ تھا جو اس کے تمام کالے کارناموں سے بھی واقف تھا۔۔۔ اس کی بہت سی غلطیوں پر سیف پردہ ڈال کر اسے حویلی والوں کے عتاب سے بچا لیتا تھا۔۔۔ لیکن قتل کے چند دن بعد ہی ایک معمولی سی غلطی پر سیف نے اسے مارا اور اسے حویلی کی ملازمت سے فارغ کر دیا۔۔۔ تب ہی ایاز وہ گاؤں بھی چھوڑ گیا اور شہر شفٹ ہو گیا۔۔۔ اس کے ماں باپ اسی گاؤں میں تھے لیکن اپنے بیوی بچوں کو وہ ساتھ لے آیا۔۔۔ یہاں یوسف کا ماٹھا ٹھنکا۔۔۔ کہ وہ تو اتنے غریب تھے کہ گھر میں فقط دو کچے مکان تھے۔۔۔ انہیں تو کھانے کے لالے پڑے رہتے۔۔۔ پھر انس کے قتل کے فوراً بعد اتنی رقم کہاں سے آگئی اس کے پاس کہ وہ شہر آ گیا۔۔۔ ہو سکتا ہے اسی سے اس سب معاملے کا کوئی سراغ مل سکے۔۔۔ یہی سوچ کر یوسف نے اس کا پتا لگانے کی کوشش کی۔۔۔ رات کے وقت وہ گاؤں گیا کہ اسی گاؤں میں اس کے گھر والے بھی رہتے تھے اور فی الحال وہ میر بختاوری کسی اور کا سامنا نہیں کرنا چاہتا تھا۔۔۔ اسی لیے رات کی تاریکی میں وہ ایاز کے گھر گیا۔۔۔ اس کے ماں باپ سے ایاز کا پتا پوچھا۔۔۔ جب وہ پس و پیش سے کام لینے لگے تو یوسف نے انہیں ڈرا دھمکا کر بالآخر اس کا ایڈریس حاصل کر ہی لیا۔۔۔

□ □ □ □ □ □

کمرے میں اندھیرا پھیلا تھا۔۔۔ بس ایک ٹیبل لیپ کی روشنی تھی جو اس اندھیرے کو نگلنے کی کوشش کر رہی تھی۔۔۔ ورنہ یہاں تو دن رات کی تفریق کرنا بھی مشکل تھا۔۔۔ یہ ایک چھوٹا سا کمرہ تھا جو کسی بھی قسم کے ساز و سامان کے بغیر بالکل خالی تھا۔۔۔ بس کمرے کے وسط میں ایک کرسی رکھی گئی تھی جس پر کوئی مردانہ وجود رسیوں سے جکڑا تھا۔۔۔ نیم بے ہوشی کے عالم میں۔۔۔ نڈھال سا وجود۔۔۔ اس کے سامنے ایک میز کے اوپر ٹیبل لیپ رکھا گیا تھا۔۔۔ بس یہی کل اثاثہ تھا اس کمرے کا۔۔۔

لاک کھلنے کی آواز سنائی دی اور چند لمحوں بعد چرر کی آواز سے دروازہ کھلا۔۔۔ کوئی مضبوط قدموں سے چلتا ہوا اس کرسی کے سامنے آکھڑا ہوا۔۔۔ پینٹ کی جیبوں میں ہاتھ ڈالے سلگتی نظروں سے کرسی پر بندھے وجود پر نظریں جمائے۔۔۔ چند لمحوں بعد وہ کمرے کے ایک تاریک گوشے کی جانب بڑھا۔۔۔ وہاں سے ایک برتن میں پانی بھر کر

لایا اور لا کر بندھے وجود پر وہ پانی پھینکا۔۔۔ برتن کو ایک جانب رکھ کر وہ اس کی جانب بڑھا۔۔۔ بالوں سے پکڑ کر اس کا تو۔۔۔ کیا فیصلہ کیا ہے ایاز۔۔۔ سچ بتا کر اپنی جان بچاؤ گے یا جھوٹ کا سہارا لے کر خود کو موت کے "سراونچا کیا۔۔۔ تلخی سے کہتے ہوئے یوسف نے اس کے بالوں کو جھٹکا دیا۔۔۔ وہ کراہا تھا۔۔۔ نیم وا آنکھوں "منہ میں دھکیلو گے۔۔۔ سے یوسف کا چہرہ دیکھا لیکن لب سختی سے ایک دوسرے میں پیوست تھے۔۔۔

پچھلے چار دن سے وہ یوسف کی تحویل میں تھا۔۔۔ اس کے ماں باپ سے اس کا ایڈریس لے کر یوسف فوراً اس ایڈریس پر پہنچا کہ اگر ایاز کو ذرا سی بھی بھنک پڑ جاتی یوسف کے آنے کی تو وہ کبھی بھی اس کے ہاتھ نہ آتا۔۔۔ اسی لیے یوسف وقت ضائع کیے بغیر اس تک پہنچا تھا۔۔۔ ان چار دنوں میں یوسف نے ہر حربہ آزما کر دیکھ لیا۔۔۔ بھوک، پیاس، تشدد، مار پیٹ۔۔۔ کچھ بھی تو اسے مجبور نہ کر سکا تھا منہ کھولنے پر۔۔۔ اور یہی بات یوسف کو طیش دلاتی۔۔۔ کبھی وہ سوچتا کہ ہو سکتا ہے اس کا کوئی ہاتھ ہی نہ ہو اس قتل میں۔۔۔ شاید وہ ایک بے گناہ انسان پر تشدد کر رہا ہے۔۔۔ کیا معلوم وہ واقعی کچھ نہ جانتا ہو اس بارے میں۔۔۔ لیکن پھر آخر وہ گاؤں سے یوں اچانک شہر کیوں آیا۔۔۔ یوسف کشمکش کا شکار ہو کر رہ گیا۔۔۔

ایاز بمشکل بول سکا۔۔۔ اس کی بات سن کر یوسف چند لمحے تو طنزیہ نگاہوں سے اسے دیکھتا "پ۔۔۔ پانی۔۔۔" رہا۔۔۔ پھر باہر چلا گیا۔۔۔ کچھ دیر بعد آیا تو ہاتھ میں پانی کا گلاس تھا۔۔۔ صرف دو گھونٹ پانی پلا کر یوسف نے گلاس پیچھے کر لیا۔۔۔ وہ اسے صرف اس حد تک کھانا اور پانی دیتا تھا جس سے وہ زندہ رہ سکے۔۔۔ اب بھی ایاز ترسی ہوئی دیکھ رہا تھا۔۔۔ ہونٹ خشک تھے، گلاس کو کھ کر کاٹا ہو رہا تھا لیکن وہ سچائی نگاہوں سے ٹیبل پر پڑے پانی کے اس گلاس کو کچھ بک۔۔۔ کیا ہوا تھا قتل کی اس رات۔۔۔ سب سچ سچ بتا دو ورنہ مجھ سے برا کوئی نہ ہو گا۔۔۔ "بتانے پر آمادہ نہ تھا۔۔۔ نقاہت بھری آواز میں وہ پھر جھوٹ بول گیا۔۔۔ یوسف نے غصے "مم۔۔۔ مجھے نہیں پتا۔۔۔" یوسف دھاڑا۔۔۔ "میں آتے ایک زوردار ٹھوکر کر سی کو رسید کی۔۔۔ کر سی کے ساتھ ساتھ کر سی پر بندھا ایاز بھی منہ کے بل گرا۔۔۔ منہ تم کیا سمجھتے ہو یوں زبان پر تالا لگائے تم مجھ "سے کراہیں نکلنے لگیں۔۔۔ یوسف نے مزید تین چار ٹھوکر لگائیں۔۔۔ سے سچائی چھپا لو گے۔۔۔ میری یوسف ہوں میں۔۔۔ اور یہ بات لکھ کر رکھ لو۔۔۔ سچائی تک پہنچ کر رہوں گا میں ہر

حال میں۔۔۔ اور اگر اس سب معاملے میں تمہارا کوئی ہاتھ ہوا تو تمہارا تو میں وہ حشر کروں گا کہ تمہاری سات پشتیں یاد تلخی سے کہتا یوسف وہاں سے چلا گیا۔۔۔ پیچھے ایاز پھر بے ہوشی کی حالت میں جا رہا تھا۔۔۔ سیف " رکھیں گی۔۔۔ نے اسے اپنے پلان میں اسی لیے شامل کیا تھا کہ جانتا تھا اگر وہ پکڑا بھی گیا تو کسی قیمت پر زبان نہ کھولے گا۔۔۔ اور سیف کا نام کبھی نہ لے گا۔۔۔ ویسے بھی جب قتل ہاشم پر ثابت ہو ہی گیا تھا تو کسی کا شک ان کی طرف جا ہی نہیں سکتا تھا۔۔۔ اس لیے تو اس نے مطمئن ہو کر ایاز کو اس گاؤں سے ہی رخصت کر دیا۔۔۔ انہیں اندازہ تک نہ تھا کہ یوسف اس معاملے کی تحقیق کرتے ہوئے ان تک بھی پہنچ جائے گا۔۔۔

□ □ □ □ □ □

رات کے ایک بجے یوسف گھر آیا تو از حد تھکا ہوا تھا۔۔۔ ذہنی پریشانی کے باعث سر میں بھی درد ہونے لگا۔۔۔ اتنے دن کی کوشش کے باوجود ایاز کچھ بتانے کو تیار نہ تھا۔۔۔ یہی بات یوسف کو پاگل کیسے دے رہی تھی۔۔۔ ابھی بھی وہ وہیں سے آیا تھا جہاں ایاز کو رکھا تھا۔۔۔ بہت کوشش کی اس سے اگلوانے کی لیکن بے سود۔۔۔

دروازہ کھول کر وہ اندر داخل ہوا تو نگاہ صوفے پر آڑھی ترچھی لیٹی شائینہ پر پڑی جو اس کا انتظار کرتے کرتے نہ جانے کب سو گئی۔۔۔ اسے یوں بیٹھے بیٹھے سوتے پایا تو یوسف کے لبوں کو مسکان نے چھوا۔۔۔ یہ لڑکی ہر گزرتے دن کے ساتھ اس کے رنگ میں رنگتی جا رہی تھی۔۔۔ دونوں میں سے کسی نے بھی کبھی اقرار تو نہ کیا تھا لیکن دونوں کے ہر ہر انداز سے ایک دوسرے کے لیے کثیر اور محبت ظاہر ہوتی۔۔۔ یوسف کا موڈ پیل میں بدلا تھا۔۔۔ سارے وجود میں خوشگوار سی لہر دوڑ گئی۔۔۔ وہ لڑکی اس کی طاقت بن گئی تھی۔۔۔ اسے ایک نئی تازگی عطا کر گئی تھی۔۔۔

یوسف آگے بڑھ کر اسے جگانے لگا لیکن پھر ہاتھ روک لیا۔۔۔ سوتے ہوئے وہ اتنی خوبصورت لگ رہی تھی کہ اسے جگانا مناسب خیال نہیں کیا۔۔۔ وہ بغیر آہٹ پیدا کیے اپنے روم میں گیا۔۔۔ فریش ہو کر آیا تو پکچن میں داخل ہوا۔۔۔ بھوک سے برا حال تھا۔۔۔ کھانا ڈھک کر رکھا گیا تھا وہاں۔۔۔ یقیناً شائینہ بھی اس کے انتظار میں ابھی تک بھوک تھی۔۔۔ یوسف نے بہت بار اسے سمجھایا کہ اس کا انتظار مت کیا کرے۔۔۔ کھانا کھا کر سو جایا کرے۔۔۔ اس کی وجہ سے خود بھی بھوک بیٹھی رہتی تھی۔۔۔ لیکن اس معاملے میں شائینہ نے اس کی ایک نہ سنی۔۔۔ رات کا کھانا وہ دونوں

ہمیشہ اکٹھے کھاتے۔۔۔ چاہے یوسف کو کتنی ہی دیر کیوں نہ ہو جاتی شائے اس کا انتظار کرتی تھی۔۔۔ اور یوسف کو اچھا بھی لگتا اس کا یوں اپنے لیے انتظار کرنا۔۔۔

اس نے جلدی جلدی ہاتھ چلاتے ہوئے کھانا گرم کیا۔۔۔ برتنوں کی آواز سے شائے کی آنکھ کھلی۔۔۔ آنکھیں مسلتی نرم سے لہجے میں "آگے آپ۔۔۔ مجھے جگادیا ہوتا۔۔۔ میں کر دیتی ہوں گرم کھانا۔۔۔" ہوئی وہ کچن تک آئی۔۔۔ اٹس اوکے۔۔۔ تم سو رہی "کہتی وہ دروازے میں ہی رک گئی۔۔۔ یوسف نے گردن موڑ کر اسے ایک نظر دیکھا۔۔۔ تھیں۔۔۔ اس لیے جگانا مناسب نہیں سمجھا۔۔۔ کھانا گرم ہی تو کرنا تھا۔۔۔ اتنا تو میں خود بھی کر سکتا ہوں۔۔۔ ہاتھ اس کی بات پر شائے سر ہلاتی مڑی۔۔۔ کچھ دیر بعد وہ فریش سی کچن میں آئی تو "دھولو۔۔۔ پھر کھانا کھاتے ہیں۔۔۔ ایک چمیر گھیٹ کر شائے کو بیٹھنے کا اشارہ کیا۔۔۔ شائے "بیٹھو۔۔۔" یوسف ٹیبل پر کھانے کے برتن رکھ رہا تھا۔۔۔ چلتی ہوئی چمیر پر بیٹھ گئی تب یوسف نے بھی ایک کرسی سنبھالی۔۔۔ ہر بار وہ ایسا ہی کرتا تھا اس کے لیے خود کرسی نکالتا۔۔۔ اس کے بیٹھنے کے بعد ہی خود بیٹھتا۔۔۔ شائے نے اسے ایک دو بار منع بھی کیا لیکن اس کا کہنا تھا کہ اسے خوشی ملتی ہے یوں۔۔۔ اور شائے کو کوئی حق نہیں اس سے اس کی خوشی چھیننے کا۔۔۔

یوسف نے پہلے اس کی پلیٹ میں کھانا نکالا۔۔۔ پھر اپنی پلیٹ میں۔۔۔ شائے نے چاولوں میں چچ چلاتے ہوئے دھیمے لہجے میں دریافت کیا۔۔۔ "آج کچھ زیادہ دیر کر دی آپ نے۔۔۔" یوسف نے کہتے ہوئے پانی کا گلاس اٹھایا۔۔۔ "ہم۔۔۔ کچھ ضروری کام تھا اس لیے دیر ہو گئی۔۔۔"

شائے کے لہجے میں ہلکی سی ناراضگی کا عنصر "ایسا بھی کیا ضروری کام تھا جو گھر آنا بھی یاد نہیں رہتا آپ کو۔۔۔" تھا۔۔۔ یوسف نے خوشگوار سی حیرت سے اس کے چہرے کو دیکھا۔۔۔ جو نگاہیں جھکائے مسلسل پلیٹ میں چاول الٹ مسکراہٹ دبائے وہ بھی اپنی پلیٹ پر جھک "آہاں۔۔۔ بیویوں والی تفتیش شروع۔۔۔" پلٹ کر رہی تھی۔۔۔ تڑخ کر گویا "بیوی ہوں تو تفتیش بھی بیویوں والی ہی کروں گی۔۔۔" گیا۔۔۔ شائے نے سلگ کر اسے دیکھا۔۔۔ ہوئی۔۔۔ یوسف نے پہلی بار اس کا یہ روپ دیکھا تھا۔۔۔ اور اسے اچھا لگا تھا شائے کا یوں سوال جواب کرنا۔۔۔

آہم۔۔۔ ڈیروائف۔۔۔ ریلیکس رہو۔۔۔ کام کا مطلب کام ہی ہے۔۔۔ جھوٹ نہیں بول رہا۔۔۔ میرا باہر کسی لڑکی " یوسف شرارت پر آمادہ ہوا۔۔۔ وہ " سے قطعاً کوئی چکر نہیں ہے جس کے ساتھ میں اتنی رات گے تک رہوں۔۔۔ وہ " اب میں نے ایسا بھی نہیں کہا۔۔۔ " انجوائے کر رہا تھا اس گفتگو کو۔۔۔ شائے اس کی بات پر خفیف سی ہو گئی۔۔۔ فقط اتنا ہی کہہ پائی۔۔۔ یوسف کھل کر ہنسا اس کے تاثرات دیکھ کر۔۔۔ جس کے چہرے پر سرخی چھا رہی تھی۔۔۔ بہت " انس کے قتل کیس کے سلسلے میں ہی بڑی تھا۔۔۔ اس لیے دیر ہو گئی۔۔۔ " ہی دلچسپ منظر لگ رہا تھا اسے۔۔۔ مختصر سا کہہ کر اس نے لیٹ ہونے کی وجہ بتائی جس پر شائے سر ہلا کر رہ گئی۔۔۔

□ □ □ □ □ □

دیکھو۔۔۔ پلیز انہیں چھوڑ دو۔۔۔ ان کا کوئی قصور نہیں ہے۔۔۔ وہ معصوم ہیں۔۔۔ میں ہاتھ جوڑتا ہوں تمہارے " ایاز رو رہا تھا۔۔۔ بالآخر اس کی کمزوری یوسف کے ہاتھ لگ ہی گئی تھی۔۔۔ وہ یہ " سامنے۔۔۔ چھوڑ دو انہیں۔۔۔ سب کرنا تو نہیں چاہتا تھا۔۔۔ لیکن مجبور تھا۔۔۔ جب اور کسی بھی طریقے سے ایاز نے زبان نہ کھولی تو یوسف نے اس کے دونوں بچوں کو بھی اٹھوایا۔۔۔ کہ ایک انسان چاہے اپنی زندگی کی پروا نہ کرے لیکن اپنی اولاد کے سامنے بے بس ہو جاتا ہے۔۔۔ اور ایسا ہی ہوا۔۔۔ یوسف اس کے بچوں کو اس کے سامنے لایا تھا۔۔۔ چھوٹے بیٹے کی کپٹی پر پسل رکھا۔۔۔ مقصد صرف ایاز کو ڈرانا تھا ورنہ وہ کبھی کسی صورت بھی ان بچوں کو نقصان نہیں پہنچا سکتا تھا۔۔۔ ایاز نے شاید اسے بھی باقی حویلی والوں کی طرح بے رحم سمجھا تھا تبھی بچوں کی زندگی کی خاطر سب اگل دیا۔۔۔ ہر بات یوسف کو بتادی۔۔۔ اور یوسف کا خون کھول اٹھا تھا سیف کی کمینگی کی انتہا جان کر۔۔۔ ایاز کے بچوں کو تو اس نے صحیح سلامت اس کے گھر چھوڑ دیا لیکن ایاز کی سب باتیں ریکارڈ کر لیں۔۔۔ اور اسے اس بات پر مجبور کیا کہ وہ گاؤں میں سب کے سامنے سیف کی اصلیت کھولے گا۔۔۔ اسی شرط پر اسکے بچوں کو زندگی ملے گی۔۔۔ ورنہ وہ تو مرے گا ہی ساتھ اس کے بیوی بچے بھی جان سے ہاتھ دھو بیٹھیں گے۔۔۔ ایاز نے روتے ہوئے اثبات میں سر ہلایا۔۔۔ کہ سیف سے زیادہ اسے اپنے بچے عزیز تھے۔۔۔

□ □ □ □ □ □

خان پور میں ایک بار پھر سے پنچائیت بٹھائی گئی تھی۔۔۔ ایک سال چھ ماہ پہلے کا منظر پھر دہرایا جا رہا تھا۔۔۔ وہی افراد آج بھی وہاں موجود تھے۔۔۔ ایک جانب میر بختاور اپنے تین بیٹوں کے ہمراہ بیٹھے تھے۔۔۔ دوسری جانب میر عبدالعزیز، ان کا بیٹا طاہر اور ان کے بھتیجے ہاشم، صارم اور صائم بیٹھے تھے۔۔۔ آج انصاف کا دن تھا۔۔۔ بس ایک میر عبدالرحمان وہاں موجود نہ تھے۔۔۔ اپنی اولاد کے ساتھ ہوتے انصاف کو دیکھنے کے لیے۔۔۔ کہ وہ انتقال کر چکے تھے۔۔۔ پہلے میر بختاور کے کہنے پر پنچائیت بٹھائی گئی تھی۔۔۔ لیکن آج ان کے بیٹے میر یوسف نے پنچائیت بلائی تھی۔۔۔ تقریباً ڈیڑھ سال پہلے کیے گئے غلط فیصلے کو ٹھیک کرنے کے لیے۔۔۔ میر بختاور سلگتی نگاہوں سے اسے گھور رہے تھے۔۔۔ باقی سب بھی منتظر سے اس کی جانب دیکھ رہے تھے گویا جاننا چاہ رہے ہوں کہ آخر کیوں یہ پنچائیت بٹھائی گئی۔۔۔ یوسف کے ساتھ ہی شائنے بیٹھی تھی۔۔۔ اسے یوں زندہ دیکھ کر میر بختاور اور ان کے خاندان کو کوئی حیرت نہ ہوئی تھی۔۔۔ کیونکہ جب کمرے سے شائنے کی لاش یا کوئی نام و نشان نہ ملا تو وہ حیران ضرور ہوئے تھے کہ آخر وہ بچ کیسے گئی۔۔۔ اپنے ذرائع استعمال کر کے انہوں نے پتا بھی لگوایا کہ شائنے یوسف کے ساتھ ہی رہ رہی ہے۔۔۔ تبھی انہوں نے یوسف کو خرچ بھیجنا بھی بند کر دیا اور پراپرٹی سے بھی عاق کر دیا کہ جب وہ معاشی طور پر تنگی کا شکار ہوں گے تو حویلی لوٹنا ہی پڑے گا۔۔۔ سیف کے سر سے عشق کا بھوت اترے گا اور وہ شائنے کو دوبارہ اپنی مرضی کے طرز زندگی پر رکھیں گے حویلی۔۔۔ لیکن یوسف نے ان کے تمام اندازے غلط ثابت کر دکھائے۔۔۔ اس نے خود اپنے پاؤں پر کھڑا ہو کر انہیں یہ بتایا کہ وہ نہ صرف خود کی بلکہ شائنے کی بھی ذمہ داری اچھے طریقے سے نبھا سکتا ہے۔۔۔ اپنی زندگی کی گاڑی چلانے کے لیے اسے میر بختاور کی کمائی کی ضرورت نہیں۔۔۔

میر یوسف بختاور۔۔۔ آپ کچھ دکھانا چاہتے تھے یہاں۔۔۔ ہم سب منتظر ہیں۔۔۔ بتائیے۔۔۔ کس لیے بلایا آپ " پنچائیت کے سربراہ نے یوسف کی جانب رخ " نے یوں سب کو۔۔۔ ہنگامی طور پر پنچائیت بٹھانے کا مطالبہ کیوں کیا۔۔۔ سر تیجہ انکل۔۔۔ پہلے میری ایک " کیا۔۔۔ یوسف نے ایک نظر اپنے باپ پر ڈالی۔۔۔ پھر ان کی جانب متوجہ ہوا۔۔۔ " درخواست ہے۔۔۔ کہ یہاں جو کچھ بھی آج پیش کیا جائے گا اس کے بعد فوری فیصلہ سنایا جائے گا۔۔۔ آج ہی۔۔۔ یوسف کا لہجہ مضبوط تھا۔۔۔ سر تیجہ صاحب نے اثبات میں سر ہلاتے گویا اجازت دی۔۔۔ تبھی یوسف اٹھ کر اپنی گاڑی

کی جانب بڑھا۔۔ گاڑی کالا کھول کر کسی کو وہاں سے نکالا۔۔ اور اسے کھینچتے ہوئے ان سب کے درمیان لا کھڑا کیا۔۔ کھینچ کر اس کے منہ سے ٹیپ اتاری۔۔ وہ ایاز تھا جسے دیکھ کر سیف کے چہرے کا رنگ بدلہ۔۔ میر بختاور آنکھیں سیکڑ کر کبھی یوسف کو دیکھتے کبھی ایاز کو۔۔

ایاز نے یوسف کے اشارے پر سب کچھ ان لوگوں کے گوش گزار کر دیا۔۔ ہر بات۔۔ سیف کی پلاننگ۔۔ جیسے جیسے وہ بول رہا تھا ویسے ویسے سیف کی گھبراہٹ میں اضافہ ہوتا چلا جا رہا تھا۔۔ بار بار چہرے سے پسینہ صاف کرتا۔۔ ایاز سب کچھ بول چکا تو وہاں بیٹھا ہر فرد بے یقین سا تھا۔۔ میر بختاور ایاز کی ان سب باتوں پر سوال اٹھانے کے لیے، ان سب باتوں کو الزام ثابت کرنے کے لیے کچھ کہنے ہی والے تھے جب سیف اپنی جگہ سے اٹھا اور وہاں سے بھاگنے لگا۔۔ لیکن یوسف اس کے قریب ہی کھڑا تھا۔۔ جانتا تھا وہ ایسی کوئی حرکت ضرور کرے گا۔۔ اسی لیے اسے بھاگنے کا موقع دیئے بغیر دبوچ لیا۔۔ دو گھونسے اس کے چہرے پر رسید کیے۔۔ سیف اس حملے کے لیے تیار نہ تھا۔۔ لڑکھڑاتا ہوا میر بختاور کے قدموں میں گرا۔۔ وہ سب لوگ جو ابھی ایاز کی باتوں کی بنا پر شک میں مبتلا تھے سیف کی اس حرکت پر تصدیق ہو گئی کہ ایاز نے جو کچھ کہا وہ سچ تھا۔۔ میر بختاور طیش کی عالم میں اٹھے اور پے در پے سیف کو ٹھو کریں رسید کرنے لگے۔۔ آج اس کی وجہ سے بھری پنچائت میں ان کی بے عزتی ہو گئی تھی۔۔ وہ جو بڑا غرور کرتے تھے اپنے آپ پر، اپنا شملہ اونچا رکھنا چاہتے تھے آج سب کے سامنے ان کا غرور خاک میں مل گیا۔۔ وہ غصے سے پاگل ہو رہے تھے کہ اپنی ہی اولاد نے اپنے بھائی جیسے چچا زاد کو مروا دیا۔۔ جنونی کیفیت تھی ان کی۔۔ دوسرے افراد نے بمشکل انہیں تھام کر روکا۔۔ اور ایک طرف بٹھا کر پانی پلایا۔۔ سیف لہو لہان زمین پر گرا تھا۔۔ سبھی وہاں خاموش تھے۔۔ سر پہ صاحب بھی سوچ میں گم تھے۔۔ انہیں تو لگتا تھا کہ یہاں وہ جو بھی فیصلے کرتے ہیں وہ بالکل درست ہوتے ہیں۔۔ لیکن آج انہیں اندازہ ہوا تھا کہ کبھی کبھی آنکھوں دیکھا اور کانوں سنا بھی غلط ثابت ہوتا ہے۔۔ ان کے ایک غلط فیصلے کی وجہ سے کتنی زندگیاں برباد ہونے کو تھیں۔۔ اور اگر یوسف ہمت نہ کرتا تو یہ حقیقت کبھی نہ کھلتی۔۔ سب سے بڑھ کر میر عبدالرحمان کے خاندان کو کتنی اذیت پہنچی اس غلط فیصلے کی بنا پر۔۔ اور ونی کی رسم۔۔ اس رسم کی وجہ سے ایک ایسی لڑکی کو سزا ملی جو بے قصور تھی۔۔ اس سے پہلے نہ جانے اور کتنی ہی ماں باپ کی لاڈلیوں

کو وہ لوگ اس رسم کی بھیٹ چڑھا چکے تھے۔۔۔ وہ سب شرمندہ تھے۔۔۔ اپنے فیصلوں پر۔۔۔ ان رسموں کو رائج رکھنے پر۔۔۔

بہت دیر بعد اچھی طرح سوچ بچار کر کے سر پنچ صاحب نے سر اٹھایا۔۔۔ سب وہاں منتظر سے بیٹھے تھے۔۔۔ کہ اب کیا فیصلہ سنایا جاتا ہے۔۔۔ انہوں نے گلا کھنکارا۔۔۔

سب سے پہلے تو بہت معذرت۔۔۔ کہ ہمارے ایک غلط فیصلے کے باعث اتنے لوگوں کو تکلیفوں اور اذیتوں کا سامنا کرنا پڑا۔۔۔ ہم معافی چاہتے ہیں۔۔۔ اس وقت جو بھی ثبوت اور گواہ سامنے آئے ان سے میر ہاشم عبدالرحمان ہی گناہگار ثابت ہوا۔۔۔ لیکن یہ ایک سوچی سمجھی چال تھی۔۔۔ سب سے بڑھ کر ہم اپنی بیٹی شائستہ عبدالرحمان سے کی بھیٹ چڑھ گئی۔۔۔ شرمندہ ہیں کہ ہمارے اس غلط فیصلے کے باعث وہ ونی

لیکن ہم اپنے اس فیصلے کو درست کریں گے۔۔۔ اصل قاتل کو سزا ضرور ملے گی۔۔۔ افسوس کہ آج میر عبدالرحمان ہمارے درمیان موجود نہیں۔۔۔ ورنہ وہ بھی آج اپنے بیٹے کی بے گناہی کو دیکھ لیتے۔۔۔ میر ہاشم عبدالرحمان بے گناہ انہوں نے ہاشم کی "ہے۔۔۔ ہاشم بیٹے۔۔۔ ہم معافی چاہتے ہیں آپ سے جو بھی الزام آپ پر لگا اس کے لیے۔۔۔" جانب دیکھا۔۔۔ ہاشم نے ہلکے سے اثبات میں سر ہلایا۔۔۔ وہ مطمئن ہوا تھا اور اللہ کی قدرت پر حیران۔۔۔ کہ کیسے سچائی سامنے آئی تھی۔۔۔ بالآخر آج اس کے ماتھے پر لگا قتل کا داغ صاف ہو ہی گیا۔۔۔

قاتل کی سزا ہمارے اصولوں کے مطابق ہی "سر پنچ صاحب نے تلخ نظروں سے سیف اور ایاز کی جانب دیکھا۔۔۔ ہوگی۔۔۔ ایاز کو کل سب کے سامنے پھانسی دی جائے گی۔۔۔ اور یہ ساری سازش رچانے والے کو کل سب کے سامنے چوک میں الٹا لٹکا کر تب تک کوڑے مارے جائیں گے جب تک اس کے وجود سے جان نہ نکل جائے۔۔۔ اسے عبرت کا نشانہ بنایا جائے گا سب کے لیے۔۔۔ تاکہ آنے والی نسلیں بھی یاد رکھیں کہ یوں سازشیں کرنے والوں کا کیا انجام ہوتا سنائے گے فیصلے سے ہر دل میں اطمینان اور سکون اتر ا تھا۔۔۔ بے شک ان دونوں کی یہی سزا ہونی چاہیے "ہے۔۔۔ تھی۔۔۔

سر بیچ صاحب پھر سے مخاطب ہوئے۔۔۔ تو سب سوالیہ نگاہوں سے انہیں دیکھنے لگے۔۔۔ " ایک بات اور۔۔۔ " انہوں نے ایک نظر شائے پر ڈالی جس کا ہاتھ یوسف کے ہاتھ میں تھا اور آنکھوں میں آنسو تھے کہ آج انہیں انصاف ملا تھا۔۔۔

آج کے بعد ہمارے اس علاقے سے ونی کی رسم ختم کر دی جائے گی۔۔۔ ہم نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ کسی کو بھی بلا وجہ " سزا بھگتنی نہیں پڑے گی۔۔۔ جو گناہ کرے گا اسے ہی سزا ملے گی۔۔۔ ہماری بیٹیاں بھی بیٹوں سے کم نہیں ہیں۔۔۔ تو پھر کیوں ہم بیٹوں کی خاطر بیٹیوں کو قربان کریں۔۔۔ غلطی اگر کسی کے بیٹے کی ہے تو سزا بھی وہی بھگتے گا۔۔۔ آئندہ " کسی مرد کے کیے کی سزا کسی عورت کو نہیں دی جائے گی۔۔۔ کیا آپ سب راضی ہیں میرے اس فیصلے سے۔۔۔؟؟ بات کے اختتام پر انہوں نے سب کی طرف دیکھا تو سب نے تائیدی انداز میں سر ہلایا۔۔۔ شائے کے آنسوؤں میں روانی آگئی۔۔۔ بالآخر اس کا خواب پورا ہوا۔۔۔ وہ خواب جو اس نے ہوش سنبھالتے ہی دیکھا تھا کہ اپنے گاؤں سے ان فضول رسموں کو ختم کرے گی۔۔۔ بے شک اس خواب کے لیے اسے کانٹوں پر چلنا پڑا، انگاروں پر ایک طویل سفر طے کیا اس نے۔۔۔ بہت سی اذیتیں اس کا نصیب بنیں۔۔۔ لیکن اس اذیت سے بھرپور سفر کی منزل بہت خوبصورت تھی۔۔۔ یوسف نے مسکرا کر اس کی جانب دیکھا اور اس کے کندھوں کے گرد بازو پھیلا کر ہریل اپنے ساتھ کا احساس دلایا۔۔۔

□ □ □ □ □ □

وہ گول مٹول سرخ و سفید " ماما۔۔۔ دیکھیں نہ بابا فاطمہ سے زیادہ پیار کرتے ہیں۔۔۔ مجھ سے نہیں کرتے۔۔۔ " رنگت کا مالک پیار اساتین سال کا بچہ خفگی سے کہتے ہوئے اس کے قریب آیا۔۔۔ اپنے بابا کی شکایت کرنے۔۔۔ ارے ارے۔۔۔ میرا بیٹا پریشان کیوں ہے۔۔۔ آپ کی ماما ہے نا۔۔۔ آپ سے پیار کرنے کے لیے۔۔۔ بس " شائے گھٹنوں کے بل بیٹھی اور اسے اپنی باہوں میں لے کر نرمی سے اس کے گال " چپ۔۔۔ رونا نہیں۔۔۔ چھوئے۔۔۔ دور بیٹھے یوسف نے مسکراہٹ دبائے شرارتی نظروں سے اپنے بیٹے کو دیکھا جو ماں سے ان کی شکایت کر رہا وہ ابھی بھی اداس " لیکن ماما۔۔۔ " تھا۔۔۔ تبھی اس کی گود میں بیٹھی فاطمہ نے اسے اپنی جانب متوجہ کر لیا۔۔۔۔۔

ارے ماما کی جان۔۔۔ اداس نہیں ہو۔۔۔ آپ کی ماما ہیں نہ آپ کے ساتھ۔۔۔ چلو میں آپ کو آپ کے " ساتھ۔۔۔
 شائے کی بات پر وہ ساری باتیں، ساری خفگی بھول کر خوش ہو گیا۔۔۔ شائے نے " فیورٹ نوڈلز بنا کر دیتی ہوں۔۔۔
 اسے گود میں اٹھایا اور کچن کی جانب بڑھ گئی۔۔۔

جانتی تھی کہ وہ دونوں باپ بیٹی جان بوجھ کر حسن کو چڑاتے تھے۔۔۔ فاطمہ اور حسن دونوں جڑواں بچے تھے۔۔۔
 دونوں ہی بہت خوبصورت۔۔۔ دونوں کی آنکھیں یوسف پرگی تھیں۔۔۔ ہیزل گرین۔۔۔ جو بھی انہیں دیکھتا پیار کیے
 بغیر نہ رہ پاتا۔۔۔ یوسف دونوں بچوں سے محبت کرتا تھا لیکن جب وہ فاطمہ کے لاڈ اٹھاتا تو حسن خفا ہو جاتا۔۔۔ فاطمہ جان
 بوجھ کر اسے چڑاتی اور یہ ظاہر کرتی کہ بابا اس سے زیادہ محبت کرتے ہیں۔۔۔ ایسے میں وہ ہمیشہ ان دونوں کی شکایت
 کے کر شائے کے پاس آتا۔۔۔

فاطمہ شائے کی بات سن رہی تھی تبھی یوسف کے کان میں گھسی۔۔۔ اس " بابا۔۔۔ اب حسن نوڈلز کھائے گا۔۔۔ "
 تمہیں کوئی نہیں نوڈلز دینے میں نے۔۔۔ اکیلا ہی کھاؤں گا۔۔۔ ہے نا " کا بھی دل للچا رہا تھا نوڈلز کے لیے۔۔۔

حسن جس کے کان اسی سمت لگے تھے اسے چڑانے کو بولا۔۔۔ شائے نے مسکراہٹ دباتے اثبات میں سر ہلایا " ماما۔۔۔
 اور نوڈلز کا پیکیٹ نکالنے لگی۔۔۔ فاطمہ نے رونی صورت بنا کر یوسف کی جانب دیکھا۔۔۔ وہ ہنس دیا اس کے چہرے کے
 کوئی بات نہیں۔۔۔ آپ اسے بولو کہ وہ اور اس کی ماما گھر بیٹھ کر کھائیں نوڈلز۔۔۔ میں اور " تاثرات دیکھ کر۔۔۔
 اونچی آواز میں کہتے " میری گڑیا تو جا رہے ہیں باہر ڈنر کے لیے۔۔۔ اور ہم اپنی گڑیا کو آئس کریم بھی کھلائیں گے۔۔۔
 فاطمہ خوش ہوتی اس سے لپٹ گئی۔۔۔ جبکہ حسن کا ایک بار " یا ہو۔۔۔ " ہوئے یوسف نے شائے اور حسن کو سنایا۔۔۔

لوگو۔۔۔ سن لو۔۔۔ ہم تو جا " پھر منہ بن گیا۔۔۔ یوسف نے فاطمہ کو گود میں اٹھایا۔۔۔ اور کچن کی جانب چلا آیا۔۔۔
 شرارت سے کہتے ہوئے اس نے حسن کی " رہے ہیں ڈنر کے لیے۔۔۔ اگر کسی کو ساتھ چلنا ہو تو موسٹ ویلکم۔۔۔
 ماما۔۔۔ رہنے دیں " جانب دیکھا جس کا منہ لٹکا ہوا تھا۔۔۔ یوسف کی بات سن کر اس کی آنکھیں چمکنے لگیں۔۔۔
 ایک پل میں وہ پارٹی بدل کر باپ کی طرف ہو گیا۔۔۔ " نوڈلز۔۔۔ مجھے بھی بابا اور فاطمہ کے ساتھ جانا ہے۔۔۔

چلو پھر۔۔۔ جانے سے پہلے شرط پوری کرنی پڑے گی دونوں کو۔۔۔ " یوسف نے ہنستے ہوئے اسے بھی گود میں لیا۔۔۔
یوسف نے محبت بھری نظروں سے دونوں کو دیکھا۔۔۔ تو " پتا ہے ناکیا شرط ہے۔۔۔

دونوں نے جھٹ اثبات میں سر ہلایا اور باری باری یوسف کے گال چومے۔۔۔ یوسف نے دونوں کو گود سے اتارا۔۔۔
اس کی بات پر دونوں بچے ہنستے کھلکھلاتے آگے " یہ لو کیز۔۔۔ دونوں جا کر گاڑی میں بیٹھو۔۔۔ میں ابھی آیا۔۔۔ "
پچھے دوڑتے باہر چلے گئے۔۔۔

بچوں کے جانے کے بعد وہ شائے کی جانب " مسز۔۔۔ آپ بہت خاموش ہیں۔۔۔ سب خیریت تو ہے نا۔۔۔ "
ہاں دیکھ رہی ہوں۔۔۔ کیسے آپ لالچ دے کر دونوں کو " متوجہ ہوا جو خاموشی سے تینوں کا لاڈ پیار دیکھ رہی تھی۔۔۔
ارے یار۔۔۔ " شائے مصنوعی خفگی سے کہہ گی۔۔۔ یوسف کا قہقہہ بلند ہوا۔۔۔ " اپنی سائیڈ میں کر لیتے ہیں۔۔۔
جیلس کیوں ہو رہی ہو۔۔۔ دونوں بچے اپنے بابا کی طرف ہو گئے تو کیا ہوا۔۔۔ ان کے بابا تو آپ کی سائیڈ میں ہیں نا۔۔۔
ہاں یہ تو " اس کے کندھوں کو تھامتے ہوئے یوسف نے سر اس کے سر سے ٹکرایا۔۔۔ شائے کھل کر مسکرائی۔۔۔ "
یوسف نے اسے بلایا تو شائے " شائے۔۔۔ " فخر یہ انداز میں وہ مڑی اور نوڈلز کا سامان واپس رکھا۔۔۔ " ہے۔۔۔
تھینکس۔۔۔ میری زندگی میں آنے کے لیے۔۔۔ میری زندگی کو اتنا حسین " سوالیہ نظروں سے اسے دیکھنے لگی۔۔۔
دو قدم اس کے قریب آتے یوسف نے اس کا ہاتھ تھاما اور جذبات سے بو جھل لہجے میں کہنے " بنانے کے لیے۔۔۔
لگا۔۔۔ شائے فقط مسکرا کر رہ گئی۔۔۔ کہ کہنے کو اس کے پاس کچھ نہیں تھا۔۔۔ وہ خدا کا شکر ادا کرتے نہ تھکتی تھی جس
بس بس۔۔۔ یہ رو مینس کا وقت نہیں " نے اسے اتنے اچھے شوہر سے نوازا۔۔۔ زندگی کی ہر کمی دور ہو گئی تھی۔۔۔
شائے نے جھجھکتے ہوئے اسے خود سے دور کیا۔۔۔ یوسف ٹھنڈی آہ بھر کر رہ گیا۔۔۔ " ہے۔۔۔ بچے آگے تو۔۔۔
وہ منہ لٹکائے کہہ رہا تھا۔۔۔ " اف۔۔۔ مطلب کہ اب رو مینس کے لیے بھی باقاعدہ ٹائم ٹیبل بنانا پڑے گا۔۔۔؟؟ "
اچھا۔۔۔ چلو چوبیس گھنٹوں میں سے دو گھنٹے ہمارے بچوں کے " شائے نے مسکراہٹ دبائی۔۔۔ " بالکل۔۔۔ "
یوسف نے کہتے ہوئے آنکھ دبائی۔۔۔ شائے کا چہرہ " نام۔۔۔ باقی کے بائیس گھنٹے ہمارے رو مینس کے لیے۔۔۔
شائے نے " یوسف بس بھی کر دیں اب۔۔۔ " یوسف فدا ہونے لگا۔۔۔ " اف تیری حیا۔۔۔ " سرخ ہو گیا۔۔۔

آنکھیں دکھائیں۔۔۔ وہ پزل ہو رہی تھی۔۔۔ چہرے پر کی رنگ بکھرے۔۔۔ یوسف ہنس دیا۔۔۔ دلچسپ نگاہوں وہ پھر شرارت پر "اوکے اوکے بس۔۔۔ باقی واپس آکر بٹینیو کریں گے۔۔۔" سے اس کے چہرے کو دیکھا۔۔۔ نہ۔۔۔ "شائے نے کہتے ہوئے اس کے بازو پر مکار سید کیا۔۔۔" کبھی نہیں سدھریں گے آپ۔۔۔" آمادہ ہوا۔۔۔ کہتے ہوئے یوسف نے شائے کے کندھے کے گرد بازو "بالکل نہیں۔۔۔ تم سدھرنے ہی کہاں دیتی ہو یار۔۔۔" جمائل کیا اور اسے لیے باہر کی جانب بڑھ گیا۔۔۔

پچھلے چار سالوں میں زندگی بہت بدل گئی تھی۔۔۔ پنچایت میں شائے سے پوچھا گیا تھا کہ وہ چاہے تو اپنے گھر جاسکتی ہے۔۔۔ لیکن شائے نے یوسف کے ساتھ رہنے کو ترجیح دی۔۔۔ سیف اور ایاز کو اگلے دن طے شدہ سزائیں دی گئیں۔۔۔ یوں وہ دونوں اپنے انجام کو پہنچے۔۔۔ میر بخت اور فالج کے اٹیک کے باعث معذور ہو گئے۔۔۔ انہیں ان کے غرور و تکبر کی سزا مل گئی۔۔۔ دونوں خاندانوں کی دشمنی ختم ہو گئی۔۔۔ عمارہ اور فارہ کی شادیاں ہو گئیں۔۔۔

صائم اور صارم کی بھی شادی ہو گئی جس میں شائے اور یوسف نے بھرپور شرکت کی۔۔۔ وہ دونوں پھر سے شہر آ گئے۔۔۔ جب جب شائے کہتی تب یوسف اسے گاؤں لے آتا سب سے ملوانے۔۔۔ شائے کی بھی پڑھائی مکمل ہو گئی۔۔۔ لیکچرار بننا اس کا خواب تھا لیکن وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ کی خواب بھی بدل جاتے ہیں۔۔۔ اس نے جاب کرنے کی بجائے اپنا وقت یوسف اور گھر کو دینا زیادہ مناسب سمجھا۔۔۔ اللہ نے ان کے گھر میں دو پھولوں کا بھی اضافہ کر دیا۔۔۔ حسن اور فاطمہ دونوں جڑواں تھے۔۔۔

اور دونوں میں ان کی جان بستی تھی۔۔۔ بہت سی تکلیفیں کاٹنے کے بعد بالآخر زندگی پر سکون ہو گئی تھی۔۔۔ اور ان دونوں کا یقین پختہ ہو گیا تھا کہ اللہ جو بھی کرتا ہے اس میں اس کی مصلحت اور ہم انسانوں کی بھلائی چھپی ہوتی ہے۔۔۔ ختم شد۔۔۔